کوڈ

سوراج

معیاری ستیہ گرہ
سے لیئے فیلڈ نوٹس

کارل ما مود
سیم پترودا

کوڈ سوراج

معیاری ستیہ گرہ
سے لیئے فیلڈ نوٹس

ابتدائی عنصر

اس اشاعت کا اپنا کوئی حق محفوظ نہیں ہے، اور اس کو عوامی ڈومین میں ڈال دیا گیا ہے۔

" دی وائر " کو دیا گیا انٹرویو ان کی اجازت لےکر شائع کیا گیا ہے۔ ایرون سوارٹز کے ذریعے تحریر کردہ مضمون سنہ 2009 میں ان کے بلاگ پر پہلی بار شائع ہوا تھا، اور اس کے بعد وہ مضمون، لاوریل روما اور ڈینیل لیتھروپ کے ذریعے ترمیم شدہ، " اوپن گورنمنٹ"، او ریئلی میڈیا (سیبیسٹوپول، 2011) میں شائع ہوا۔

مصنفین، اپنے اس متون کے مفید تبصرہ کے لئے، مارٹن آر۔ لیوکس، ڈومنک وجاستک، بیتھ سمون نوواک، درشن شنکر، انیرودھ دنیش اور الکزانڈر میکگلیورے کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔

کور ڈیزائن اور پیداوار میں معاونت: پوائنٹ۔ بی اسٹوڈیو کے ذریعے

یہ کتاب، انپورنا ایس۔ آئی۔ ایل فونٹ میں چھپی ہے۔ اس کتاب کو ایچ۔ ٹی۔ ایم۔ ایل 5 میں لکھی گئی تھی اور اس کو سی۔ ایس۔ ایس اسٹائل (CSS Style) شیٹس اور پرنس ایکس۔ ایم۔ ایل (Prince XML) پروگرام کو استعمال کرکے، پی۔ ڈی۔ یف (PDF) میں بدلا گیا ہے۔

گاندھی جیکی تصویر، مہاتما گاندھی کے کلیکٹیڈ ورکس (سی۔ ڈبلیو۔ ایم۔ جی) سے لئے گئے ہیں، اور اس کے الیکٹرانک ایڈیشن کو دستیاب کرانے کے لئے مضمون نگار، سابرمتی آشرم کا شکریہ ادا کرنا چاہیںگے۔ تمام تاریخی تصاویر، حکومت ہند کی وزارت اطلاعات سے لئے گئے ہیں اور ان تمام تصاویرکو آن لائن دستیاب کرانے کے لئے مضمون نگار، وزارت کا شکریہ ادا کرناچاہیں گے۔

اس کتاب کا سورس کوڈ یہاں پر دستیاب ہے : https://public.resource.org/swaraj

اشاعت: پبلک ریسورس۔ او_آر_جی انکورپوریٹیڈ، (Public.Resource.Org, Inc.)، سیباستوپول (Sebastopol)، کیلیفورنیا 2018۔ کوئی حق محفوظ نہیں ہے۔

978-1-892628-07-7

10 9 8 7 6 5 4 3 2 1

کوڈ سوراج

معیاری ستیہ
گرہ سے لیئے فیلڈ نوٹس

کارل مالاموڈ
سیم پترودا

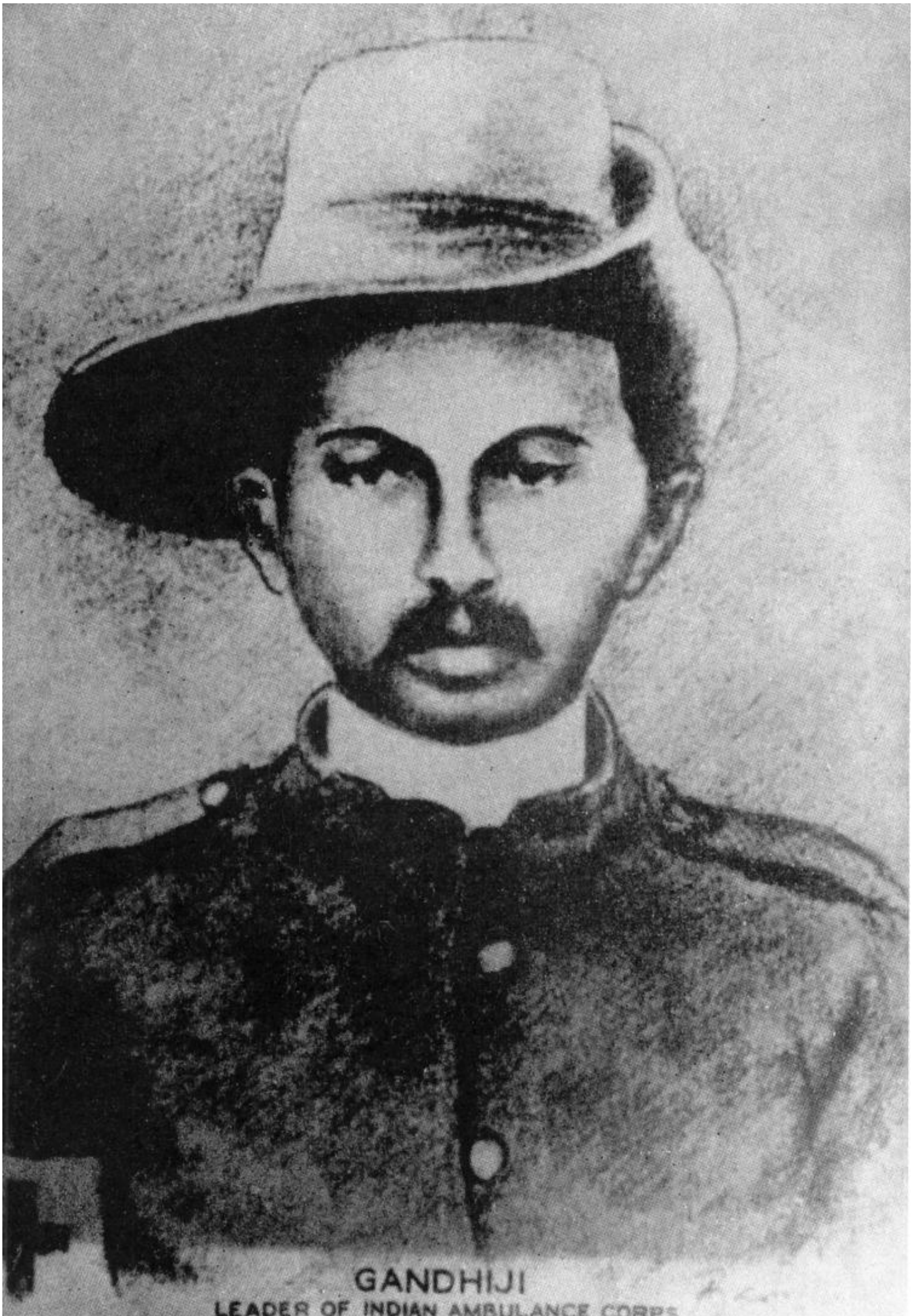

سی۔ ڈبلیو۔ ایم۔ جی، جلد 5، صفحہ 368، گاندھی جی، انڈین ایمبولینس کورپس کے رہنما، 1906

فہرست مضامین

قارئین کے لئے 1

3 اکتوبر 2016، احمد آباد
دی انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرس (ہندوستان) کے سامنے تقریر کے بعد اضافی تبصرے 7

5 اکتوبر 2016، ایئر انڈیا 173 پر سفر کرتے ہوئے
سابرمتی آشرم کے دورے کے نوٹس 17

14 جون، 2017، ساز فرانسسکو
امریکہ اور ہندوستان میں علم تک رسائی، ڈاکٹر سیم پترودا کے تبصرے 31

علم تک آفاقی رسائی، ہندوستان اور امریکہ میں، کارل مالاموود کے تبصرے 43

8 جولائی، 2017، نئی دلّی
ڈجیٹل کے زمانے میں ستیہ گرہ:
ایک شخص کیا کر سکتا ہے؟... 55

15 اکتوبر، 2017، بینگلورو
حق اطلاعات، حق علم، :
ڈاکٹر سیم پترودا کے تبصرے 63

حق اطلاعات، حق علم,
کارل مالاموود کے تبصرے 75

26 اکتوبر، 2017، نئی دلّی
انٹرویو : ' اس چھوٹی سی یو ایس بی میں 19،000 ہندوستانی معیارات ہیں
اس کو عام کیوں نہیں کیا جانا چاہئیے؟ ' 93

دسمبر 4-25، 2017، سیبسٹاپال
کوڈ سوراج پر نوٹ 113

ضمیمہ : علم پر ٹویٹس 181

ضمیمہ : شفافیت کب مفید ہوتی ہے؟ 187

منتخب اسباق.. 201

لنک کی فہرست... 209

سی ڈبلیو ایم جی، جلد 5 (1905-1906)، فرنٹسپیس، بلا تاریخ

قارئین کے لئے

گزشتہ دو سالوں میں ہمارے ذریعے کی گئی تقریروں اور بیانات کا رکارڈ ان فیلڈ نوٹس میں شامل ہے۔ ان تقریروں میں کم از کم اصلاح کی گئی ہے۔

ہم نے ساتھ مل‌کر ہندوستانی معیار (standards) پر کام کیا ہے۔ اس رکارڈ میں اس پر گفتگو کی گئی ہے۔ حکومت ہند کے ذریعے شائع معیاری دستاویزوں کی تعداد 19،000 ہے۔ ان معیارات میں وہ تکنیکی علم شامل ہیں، جو ہماری دنیا کو محفوظ رکھنے کے طریقے کو منضبط کرتے ہیں۔ وہ تحفظ فراہم کرنے‌کے بارے میں قانون ہیں۔

ہندوستانی معیار میں جدید تکنیکی دنیا کے کئی سارے موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے : عوامی اور ذاتی عمارتوں کا تحفظ، جراثیم کش سے تحفظ، کارخانوں میں کپڑا-صنعت کی مشینوں کا تحفظ، خطرناک سامانوں کا نقل وحمل، اشیائےخوردنی مادوں اور مسالوں میں ملاوٹ پر کنٹرول، آب پاشی اور سیلاب کنٹرول کے طریقے، وغیرہ۔

ہندوستان اور دیگر ممالک میں ان دستاویزوں کا استعمال محدود کیا جا رہا تھا۔ ضرورت مندوں کے لئے یہ دستاویز دستیاب نہیں ہیں۔ ان کو کاپی رائٹ کے تحت رکھا گیا تھا۔ ان کو غیر مناسب رقم کے لئے بیچا گیا تھا اور ان پر تکنیکی ذرائع کے ذریعے روک لگائی گئی تھی۔ ہم نے ان معیارات کو خریدا، ان کو انٹرنیٹ پر آزاد اور غیرپابند استعمال کے لئے پوسٹ کیا۔ حکومت ہند کو ہمارے کاموں کے بارے میں پہلے خط کے ذریعے مطلع کیا اور پھر رسمی عرضی سے مطلع کیا۔

جب حکومت نے معیارات کے نئے ایڈیشن فراہم کرنے سے انکار کر دیا تو ہم نے نئی دلّی کے معزز عدالت عالیہ میں ایک مفاد عامہ عرضی دائر کی۔ ہم نے اس قدم کو ستیہ گرہ مان‌کر کیا، یہ "زمینی حقیقت" ہے-یہ ایک عدم تشدد والی مزاحمت ہے۔ ہم بنا کسی ہچکچاہٹ کے ساتھ قبول کرتے ہیں کہ ہم مہاتما گاندھی کے مرید ہیں اور ہندوستان اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں انصاف اور جمہوریت کے لئے جدو جہد کی تاریخ کے طالب علم ہیں۔

ہندوستان میں انجینئروں کی تعلیم کو آگے بڑھانے کے لئے، شہریوں کو مطلع کرنے کے لئے، شہروں کو محفوظ رکھنے کے لئے، ہم نے یہ قدم اٹھایا۔ اس کے لئے ہمیں کوئی افسوس نہیں ہے۔ ان دستاویزوں کو لاکھوں لوگوں نے پڑھا۔ اس سے واضح طور پر پتا چلتا ہے کہ اس بیش قیمت جانکاری کو پھیلانے کی ضرورت تھی۔

ہم کسی وجہ سے اس کتاب کو " کوڈ سوراج " کہتے ہیں۔ جب ہم " کوڈ " کی بات کرتے ہیں تو ہمارا مطلب ان سورس (source) کوڈ سے زیادہ ہے، جس سے ہمارے کمپیوٹر چلتے ہیں یا وہ پروٹوکالس (protocols) جن پر انٹرنیٹ کام کرتا ہے۔ کوڈ سے ہمارا مطلب کوئی بھی اصولی کتاب ہے۔ چاہے یہ انٹرنیٹ کے پروٹوکالس ہو یا ہماری جمہوریتوں کے اصول اور قانون۔ اسی طرح، سوراج کا اصول خودمختارحکومت ہے۔ اس کا معنی ہے کہ حکومت، عوام کی ہے اور اس کی خواہش کے مطابق کام کرےگی۔ کوڈ سوراج کا معنی اصول کی کھلی کتاب ہے، جو لوگوں کے ذریعے خریدی جائےگی اور جس کی جانکاری ہوگی۔

ایک کھلی اصولی کتاب کے بغیر آج انٹرنیٹ بہت ہی الگ ہوتا۔ ہمارا ماننا ہے کہ تمام بنیادی ڈھانچے کھلے اور شفاف اصولوں پر مبنی ہوں، جو کسی کو بھی یہ سمجھنے کی اجازت دے کہ سسٹم کیسے کام کرتا ہے اور اس کو کیسے بہتر بنا سکتے ہیں۔ اس طرح کا اصول جمہوریت کا ایک اہم اصول ہے۔ جب ہم جانکاری کو جمہوری بنانا اور اس کی پہنچ سے رکاوٹ ہٹانا کہتے ہیں، تو اس کا معنی یہی ہے۔

ہمارا ماننا ہے کہ سماج میں سچّے کوڈ سوراج سے اور آگے بڑھ سکتے ہیں اور ہر انسان کے لئے وسیع پہنچ جیسے مطلوبہ اہداف کو حاصل کر سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ نے ہمیں سکھایا ہے کہ ایک اوپن سسٹم ہمارے خوابوں سے آگے بڑھ سکتا ہے۔ یہ سبق زیادہ وسیع طور پر نافذ کیا جانا چاہئیے۔

گاندھی جی کی تحریک صرف ہندوستان کے لئے آزادی ہی نہیں، بلکہ پوری دنیا کے لئے خودمختار حکومت، جمہوریت اور جلاوطنی کے نظریات کو قائم کرنے کے بارے میں تھی۔ گاندھی اور وہ سبھی لوگ جو ان کے خیالات کو مانتے تھے، ان میں سبھی کے لئے یکساں مواقع، ٹرسٹی-شپ اور اطلاعات کی جمہوری اور عام اچھائی کے اصول گہرائی کے ساتھ مضمر ہیں۔

ہم جن تکنیک کا استعمال کر رہے ہیں وہ ان لوگوں سے ترغیب شدہ ہیں جنہوں نے ہم سے پہلے کام کیا ہے۔ حالانکہ جو ذاتی خطرہ ہم اٹھاتے ہیں، وہ اتنے بھی خطرناک نہیں ہیں، پر ہم نے مسلسل جدو جہد کرنے کے سبق کو اپنے اندر سمو لیا ہے۔ ستیہ گرہ کے طریقوں اور تدبیروں کو بڑے اور چھوٹے دونوں مسائل پر نافذ کیا جا سکتا ہے، لیکن جو معنی رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم سبھی اپنی جمہوریت کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ جمہوریت میں حکومت ہمارے لئے ہوتی ہے، اور جب تک ہم عوامی کام میں شامل نہیں ہوتے اور جب تک کہ ہم خود کو اور ہمارے حکمرانوں کو تعلیم یافتہ نہیں کرتے، تو ہم دنیا کو بدلنے کی اپنی طاقت کھو دیں گے۔

ہم نے اس کتاب میں بڑی تعداد میں تصویریں بھی ڈالی ہیں۔ یہ کتاب ایک مرکب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم تصویروں سے ترغیب لیتے ہیں۔ ہمیں کلکٹیڈ ورکس آف مہاتما گاندھی اور وزارت اطلاعات کے آرکائیو (archive) میں پرانی تصویروں کو دیکھنا اچھا لگتا ہے۔ پہلے سے موجود چیزوں پر علم میں اضافہ ہوتا ہے اور ہم نے اس کتاب کو انٹر نیٹ (inter net) پر دستیاب موجودہ مواد پر تیار کیا ہے جسے کوئی بھی پڑھ سکتا ہے۔

ہم یہ بھی امید کرتے ہیں کہ آپ ان حیرت انگیز وسائل کا پتا لگانے اور اپنے خود کے کام میں استعمال کرنے کے لئے وقت نکالیں‌گے۔ علم تک آفاقی رسائی انسانی حق ہے، لیکن ہمیں صرف علم کا استعمال کرنے سے زیادہ کچھ کرنا چاہئیے۔ ہم سب کو سماج میں بھی شراکت دینا چاہئیے۔

ہم دونوں تکنیکی شعبہ کے لوگ ہیں۔ ہم نے پوری زندگی مواصلات اور کمپیوٹر میں کام کیا ہے۔ انٹرنیٹ ایک ایسا معجزہ ہے، جس نے دنیا کو بدل دیا ہے۔ لیکن اس کی اور بھی زیادہ صلاحیت ہے۔ لیکن ہم ہمارے جیسے کئی تکنیکی لوگوں کو دیکھتے ہیں جو نئے ایپ (App) پر کام کر رہے ہیں یا زیادہ اشتہاری کلک (Ad Clicks) کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔

جیسے‌جیسے کاروبار کی دنیا ثالثی (arbitrage) اور اجارہ داری (monopoly) کے ذریعے ذاتی فائدے حاصل کرتی ہے ویسے ویسے دنیا اور بھی غیر مساوی ہوتی جا رہی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے شعبے میں کام کر رہے شریک کار عوامی کام کرنے کے لئے وقت نکالیں گے اور

گاندھی جی کے خیالات سے ترغیب پا کر ہماری دنیا کو ایک بہتر جگہ بنانے میں مدد کریں گے۔ ایک ایسی جگہ جو صرف ذاتی مفاد پر نہیں، بلکہ سماج کے مفاد کے لئے کام کرنے پر بھی دھیان دے گی۔

کچھ لوگوں کو جانکاری کو ڈیموکریٹائیز کرنا، ہوا میں بات کرنے جیسا لگ سکتا ہے، جو کہ ان پریشانی کی گھڑی میں سنجیدہ لوگوں کے ذریعے اہم کام نہیں ہے۔ ایک مشکوک مدیر یہ پوچھ سکتا ہے کہ جب لوگ بھوکے ہیں اور ہمارا سیارہ تباہ ہو رہا ہے تو ہم کمپیوٹر اور نیٹورک پر کیسے دھیان دے سکتے ہیں؟

ہمارے پاس اس کے دو جوابات ہیں۔ سب سے پہلا یہ کہ، کمپیوٹر اور نیٹورک ہمارا کام ہے۔ سبھی اپنی دنیا میں جو کچھ کر سکتے ہیں، وہ کرتے ہیں۔ لیکن ہمارا اصلی جواب یہ ہے کہ علم تک رسائی (access to knowledge), ترقی کی عمارت کے لئے سنگ بنیاد ہے۔ جانکاری کو ڈیموکریٹائیز کرنا ترقی کے مقصد کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے، جس کی بنیاد پرترقی کی عمارت تعمیر کی جاسکتی ہے۔

اگر ہم اس بنیاد کو رکھتے ہیں، تو ہمارا یقین ہے کہ ہم اپنی دنیا کو خوشگوار بنا سکتے ہیں، جیسا ہم سے پہلے کئی لوگوں نے پرانے وقت میں دنیا کو پھر سے بنایا ہے۔ ہم اپنے مالی نظام کی گہری خامیوں کو بدل سکتے ہیں، جو مفادعامہ کی بجائے صرف کچھ لوگوں کو وسائل جمع کرنے میں مدد کرتی ہے۔ ہم صحت، نقل وحمل، کھانا اور گھر کو فراہم کرنے کے طریقوں میں تبدیلی لا سکتے ہیں۔ ہم اپنے بچّوں کو اور خود کو تعلیم یافتہ کرنے کے طریقوں میں انقلاب لا سکتے ہیں۔ ہماری حکومتوں کے کام کرنے کے طریقوں میں انقلاب لا سکتے ہیں۔ ہم اپنے سیارے کی دیکھ بھال کرنے کی شروعات کر سکتے ہیں۔ جانکاری کوڈیموکریٹائز کرنے سے دنیا بدل سکتی ہے۔ علم کو آزادکرنے سے دنیا بدل سکتی ہے۔ آئیے ہم اس سفر میں ایک ساتھ چلتے ہیں۔

کارل مالامود اور سیم پترودا

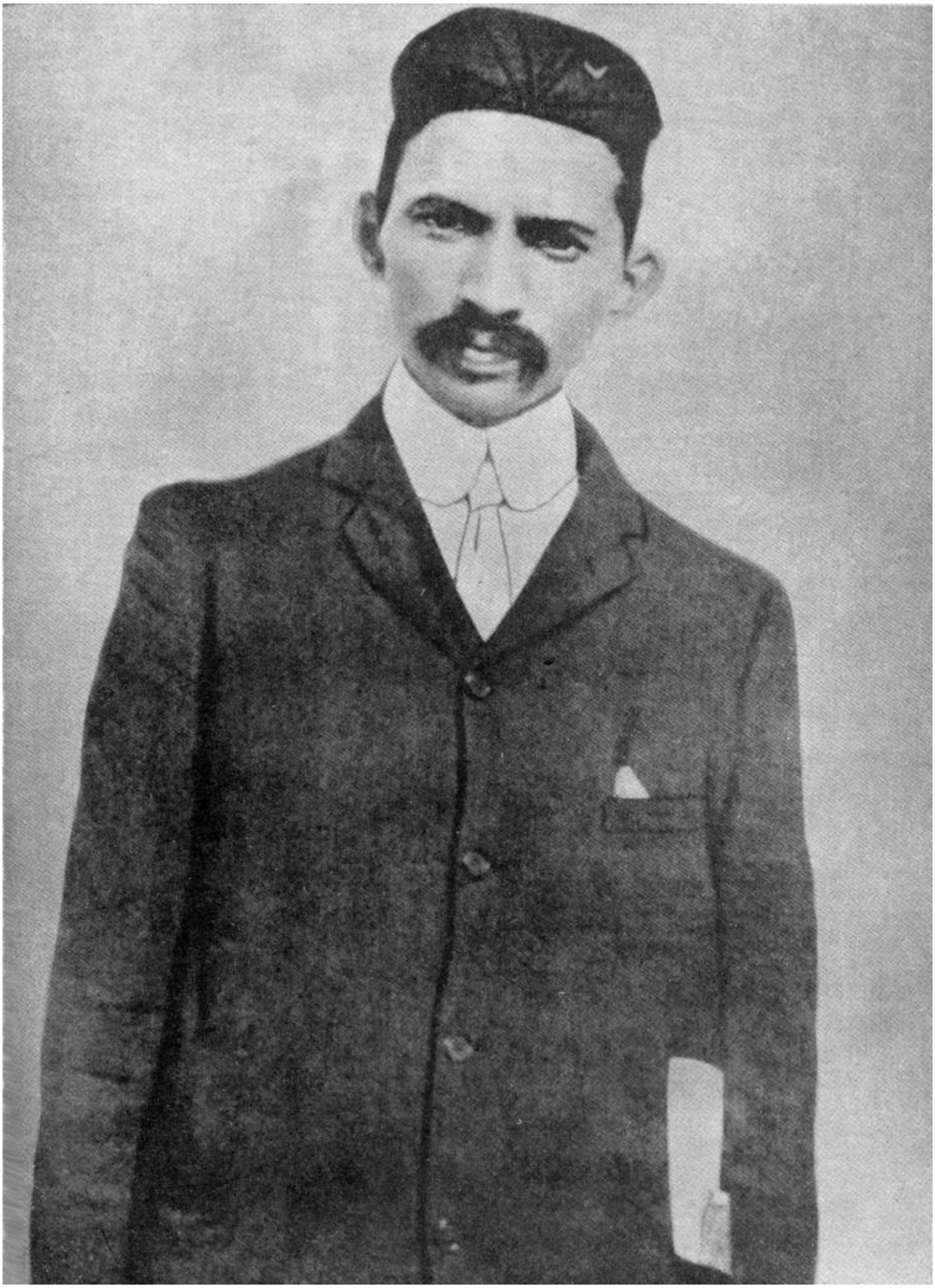

سی ڈبلیو ایم جی، جلد 3 (1898-1903)، فرنٹسپیس- سنہ 1900 میں جوہانس برگ-

سی ڈبلیو ایم جی، جلد 9 (1908-1909)، فرنٹسپیس، گاندھی جی لندن میں، 1909-

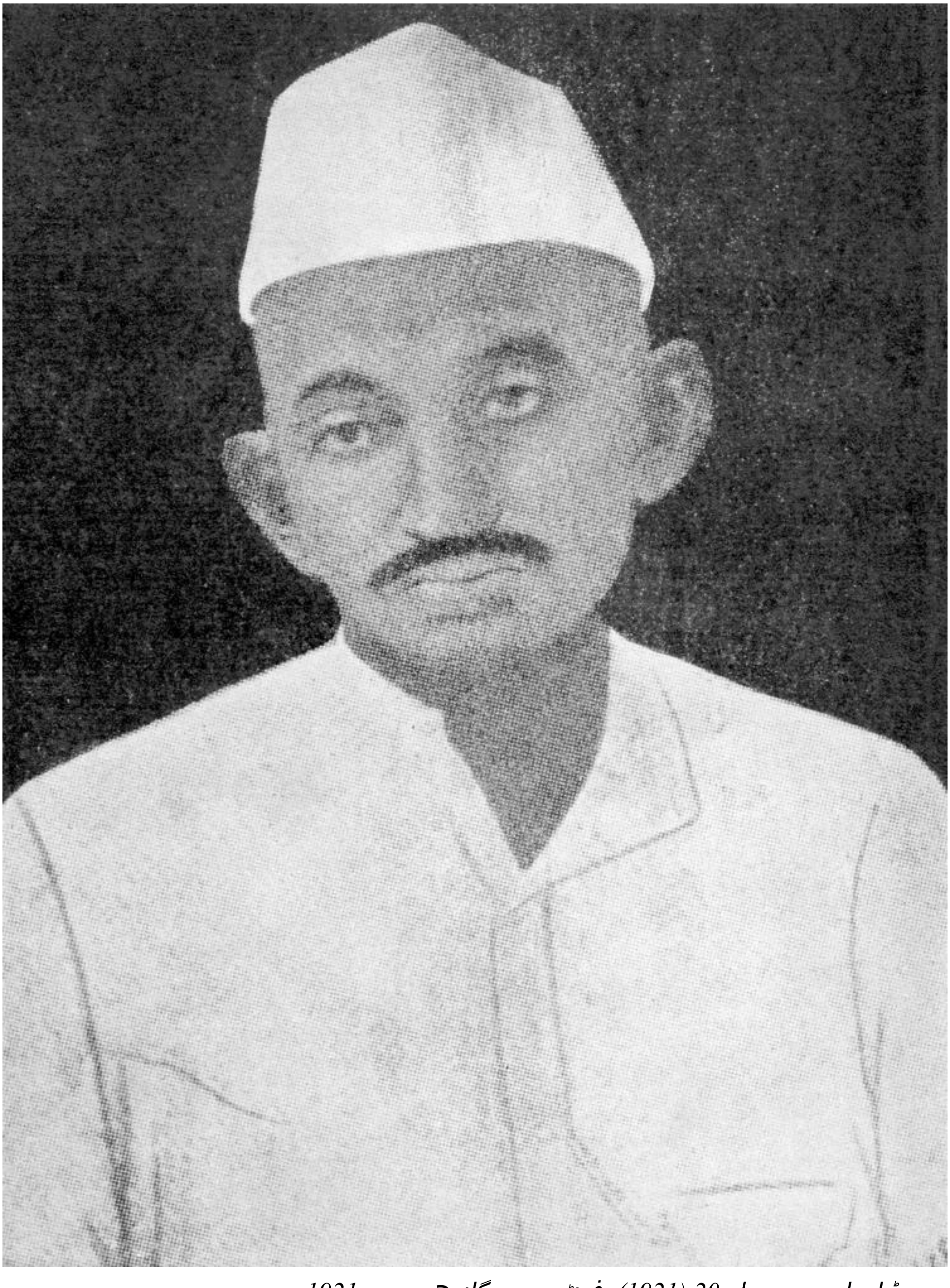

سی ڈبلیو ایم جی ،جلد 20 (1921) ،فرنٹسپیس، گاندھی-جی 1921 میں

دی انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرس (ہندوستان) کے سامنے تقریر کے بعد اضافی تبصرے

سیم پترودا، احمد آباد، 3 اکتوبر 2016

[تقریر کا نتیجہ]

شکریہ!

[تالیاں]

میرے ایک دوست پچھلے 25 یا 30 سالوں سے انٹرنیٹ پر کام کر رہے ہیں۔ کارل نےانٹرنیٹ پر پہلا ریڈیو اسٹیشن بنایا تھا۔

[تالیاں]

کارل سرگرم شخص بھی ہیں۔ وہ سرکاری معلومات یکجا کرتے ہیں اور اس کو عوامی طور پر قابل پہنچ بناتے ہیں۔ حکومت نہیں چاہتی ہے کہ اس کی اطلاع عام ہو، اس لئے کارل ایک آزاد غیرمنافع بخش ادارہ چلاتے ہیں۔

مثال کے طور پر، ہندوستان میں تعمیر، تحفظ، بچّے کے کھلونیں اور مشین کے لئے ہندوستانی معیار بیورو کی طرف سے 19،000 معیارات ہیں۔ یہ معیارات ہندوستانی معیار بیورو کی طرف سے شائع کئے جاتے ہیں، لیکن یہ عوام کے لئے دستیاب نہیں ہیں۔ عوام کو انھیں خریدنا پڑتا ہے۔

ہم معیارات کو پوری دنیا میں عام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم نے ہندوستان میں کچھ معیار خریدے اور کارل نے انھیں انٹرنیٹ پر ڈال دیا۔ حکومت ہند گھبرا گئی، کہا کہ، " آپ ایسا نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ کاپی رائٹ ہے۔ " یہ معیارات قابل رسائی ہیں۔ یہ معیارات ان کے ماتحت نہیں ہیں۔ یہ عوام کے معیار ہیں اور توقع کی جاتی ہے کہ عوام کو اس کی معلومات ہو۔

وہ متّفق نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں، " آپ ایسا نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے آپ کو ادائگی کرنی ہوگی۔ " اگر آپ کوئی تعمیری معیار خریدنا چاہتے ہیں، تو آپ کو 16،000 روپیے کی ادائگی کرنی ہوگی۔ اگر آپ ہندوستان کے باہر رہکر ہندوستانی تعمیری معیار خریدنا چاہتے ہیں تو 160،000 روپیے دینے ہوں گے۔

اگر میں سول انجینئرنگ کا طالب علم ہوتا اور تعمیری معیارات کے بارے میں سیکھنا چاہتا تو مجھے حکومت ہند سے معیارات کو خریدنے کی ضرورت ہوتی۔ ہم کہ رہے ہیں، " نہیں، یہ اطلاع عوام کی ہے۔ " کارل نے حکومت ہند پر مقدمہ کیا۔ معاملہ ابھی بھی زیر سماعت ہے۔ ہم کہ رہے ہیں، " یہ ہرایک مقام پر ہے اور پوری طرح سے سچ ہے۔ یہ امریکہ میں بھی سچ ہے کیونکہ حکومت نہیں چاہتی ہے کہ آپ ان سب کے بارے میں جانیں۔ "

ہرایک سطح پر یہ لڑائی چلتی رہتی ہے۔ ہم اس کو یورپ اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بھی کر رہے ہیں۔

[تالیاں]

ڈجیٹل ڈیولپمینٹ کے انقلاب میں شامل ہونے کے لئے ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے۔ ڈجیٹل ڈیولپمینٹ، ہارڈویئر یا سافٹ ویئر نہیں ہے، بلکہ یہ اسی طرح کی کوشش ہے۔ آپ کے ہیلتھ ڈاٹا پر کس کی ملکیت ہوتی ہے؟ یہ عالمگیر سطح پر ایک بڑا مسئلہ ہے۔ آپ اپنے ہیلتھ ڈاٹا، رازداری اور چوری کے مدعے کے بارے میں کیا کریں‌گے؟ لیکن اہم چیلنج اوپن سسٹم، اوپن حکومت،اوپن پلیٹ فارم اور اوپن سافٹ ویئر ہے۔

کل میں نے گاندھی آشرم میں پورے دن عدم تشدد پر بات کی۔ گاندھی جی کو گورنمنٹ پلیٹ فارم پسند تھا۔ گاندھی جی اوپن سورس سافٹ ویئر کو بطورخاص ترجیح دیتے تھے۔ اگر گاندھی جی آج ہوتے تو وہ ٹویٹ کر رہے ہوتے اور فیس بک پر بھی ہوتے۔ گاندھی جی نے بلاگ لکھا ہوتا، کیونکہ یہ میڈیا، اشاعت، پرٹنگ اور اخبار سے جڑا ہے۔

ہم کہ رہے ہیں کہ حکومت اس اطلاع کو کیسے سنبھال کر رکھ سکتی ہے؟ ہمیں اس کے لئے لڑنا ہوتا ہے۔ ہمیں آج کی ڈیجیٹل دنیا میں ستیہ گرہ اور گاندھیائی نظریہ اپنانا چاہئیے۔ ستیہ گرہ کا معنی کورٹ مقدمہ اور عرضی دائر کرنا ہے اور حکومت کو یہ بتانا ہے کہ، " تم غلط ہو، عوام صحیح ہے۔ یہ اطلاع عوام کی ہے، نہ کہ آپ کی اپنی ذاتی اطلاع ہے۔" یہ ڈجیٹل ڈیولپمنٹ کا بھی حصہ ہے۔ مجھ پر یقین کریں، بہت سارے لوگ اسے اچھی طرح سمجھتے ہیں۔

پوری دنیا میں مٹھّی بھر لوگ ہی ایسے ہیں جو اس اہم مدعے کو سمجھ سکتے ہیں۔ ان سب کا کچھ نہ کچھ کردار ہے۔ ہم لوگوں کے دوستوں کا ایک گروپ ہے۔ میں ورلڈ وائڈ ویب کے بورڈ میں ہوں۔ میرے ساتھ اس بورڈ مینویب تخلیق کار ' ٹم برنرس-لی ' (Tim Berners-Lee) بھی ہیں۔ میں ان کے ساتھ کام کرتا ہوں اور ویب کی تشہیرو توسیع میں کارگزار ہوں۔

ہمارے ساتھ کام کرنے والے ایک اور دوست ' ونٹن سرف '(Vinton Cerf) ہیں جو انٹرنیٹ کے بانی ہیں۔ ٹم برنر ویب کے اور ونٹن سرف انٹرنیٹ کے موجد ہیں۔

آپ کو ان تمام لوگوں کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ کو ان مدعوں کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ان کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ تمام کام آپ کے محبوب (Vinton Cerf) ہونے چاہیئے۔یہ نوکری نہیں ہے۔ کوئی بھی آپ کو نوکری میں ونٹن سرف کے ساتھ کام کرنے نہیں بھیجےگا۔ یہ کوئی سرکاری عہدہ نہیں ہے۔ کوئی یہ نہیں کہےگا کہ "جاؤ، اب تم ویب کے موجد کو اپنا دوست بناؤ۔ " لیکن آپ کو اس طرح کا کام کرنا ہوگا۔ کسی نہ کسی کو تو یہ کام کرنا ہی ہوگا۔

کارل اور میں نے طویل عرصہ ایک ساتھ گزارا۔ وہ پچھلے 6 یا 7 سال سے میرے ساتھ رہ رہے ہیں۔ ان کے لئے ہندوستان میں مقدمہ دائر کرنا، ان کا کام نہیں ہے۔ وہ یہاں مقدمہ لڑنے کے لئے نہیں آنا چاہتے ہیں، لیکن کسی نا کسی کو ایسا کام کرنا ہوگا۔

یہ مفادعامہ میں اور عوامی بحث (public litigation) کے لئے ہے۔ لیکن یہاں ایسا نہیں ہو پا رہا ہے۔ ڈجیٹل انڈیا کی تعمیر کے لئے ہمیں گاندھیائی ستیہ گرہیوں کی ضرورت ہوگی۔ شکریہ۔

کارل، کیا آپ یہاں آنا چاہتے ہیں؟ کوئی آپ کو کچھ دینا چاہتا ہے -

[تالیاں]

میں بھول گیا، کارل کے پاس یہ چھوٹا سا پیکیج بھی ہے۔ اس ڈسک میں آزادی ہند کے عہد کی 90،000 تصویریں ہیں۔

[تعریف]

گاندھی جی کے ساتھ، نہرو، سبھاش چندر بوسجیسے سبھی لوگ۔ پھر سوراج انڈیا پر 400،000 صفحات کے دستاویز ہیں۔

[تالیاں]

19000 ہندوستانی معیارات بھی ہیں۔

[تالیاں]

435 گیگابائٹ میموری میں، میں چاہتاہوں کہ کارل ان سبھی کو یہ تحفہ کی شکل میں دے۔

[تالیاں]

[ادارے کو ڈسک ڈرائیو کو تحفہ کی شکل میں فراہم کرنا]

[کارل کو پھولوں کی پیشکش]

[اجلاس کے آخری سوال و جواب کے سیشن میں کارل کے احترام کا اظہار کرتے ہوئے، انہیں دیگر مہمان اعزازی کے ساتھ اسٹیج پر مدعوکیا گیا۔]

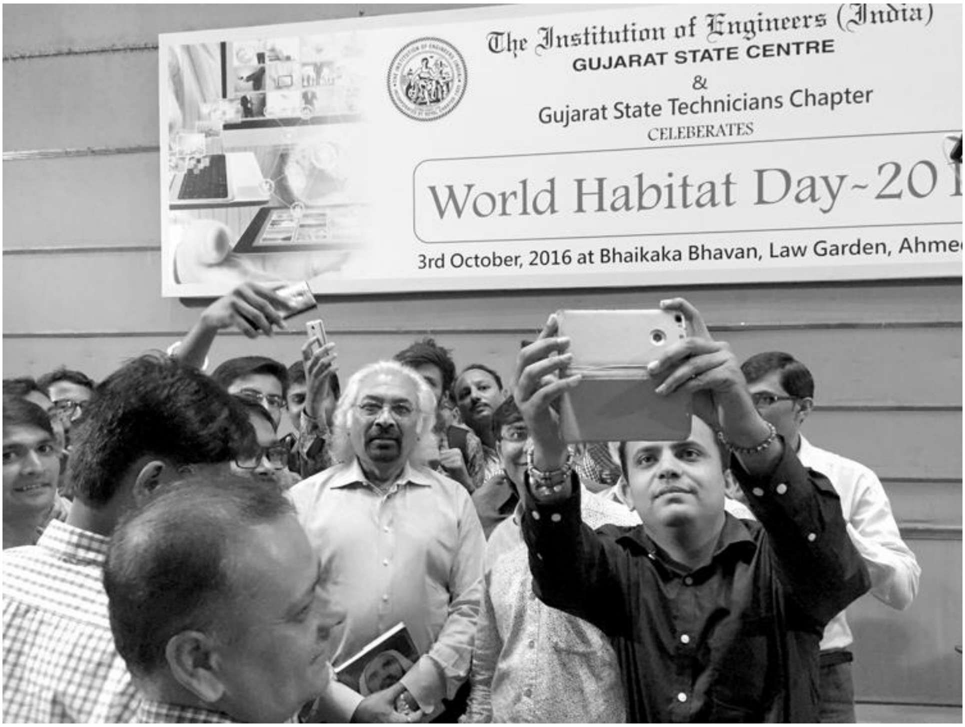

دی انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرس (ہندوستان) بحث کے بعد سیم پترودا نے فوٹو کھینچوائیں۔

بحث کے بعد کی انوکھی بھیڑ

سیم کے پاس ایک ٹیرابائٹ ڈسک ڈرائیو ہے، جس میں' ہند سوراج' کے مجموعہ کے ساتھ 19،000 ہندوستانی معیار ات بھی ہیں-

'گاندھی ڈرائیو' کے 10 ڈرائیووں میں سے 4 بنائی جا رہی ہے- ہرایک ٹیرابائٹ 'ویسٹرن ڈیجیٹل ڈرائیو میں 19،000 معیارات، مہاتما گاندھی کی مرتبہ تحریر، 129 ایئر انڈیا براڈکاسٹ اور 12،000 فوٹو شامل ہیں-

ہرایک ڈرائیو سوتی کپڑے سے ڈھکی ہے اور اس پر گاندھی جی کے پیدل سفر کی تصویر ہے، اسے مستند لال فیتے میں رکھی جاتی ہے-

کارل مالامود نے گجرات ودیاپیٹھ کے وائس چانسلر انامک شاہ کو 'گاندھی ڈسک ڈرائیو' تحفہ میں دیا۔

راجستھان کی مرکزی یونیورسٹی کے نائب وائس چانسلر کوتحفہ کی پیشکش (پرزینٹیشن)

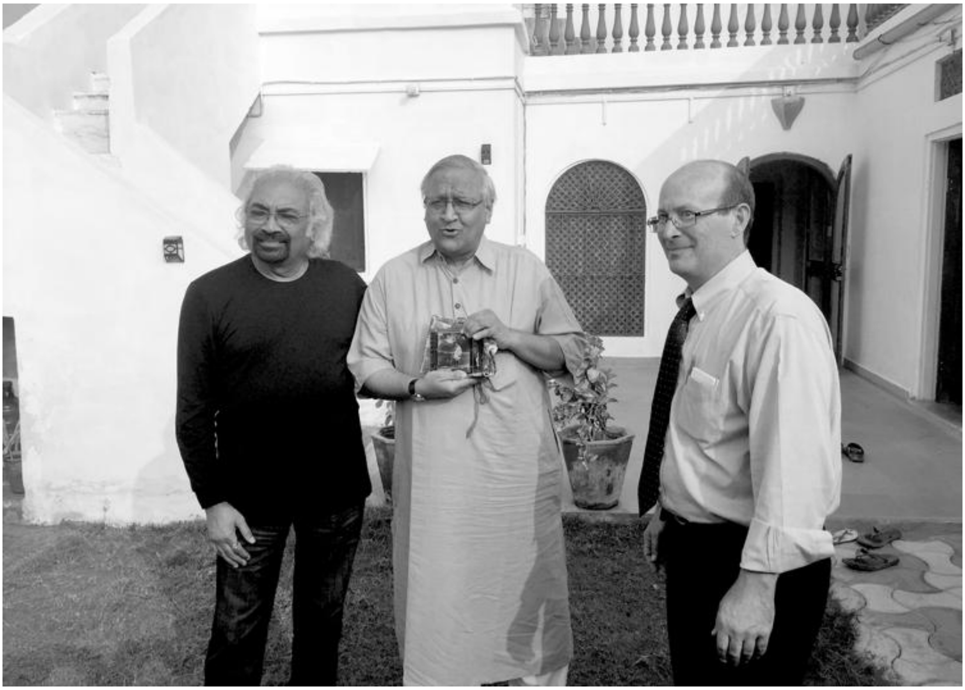

'بیئرفٹ کالج' کے بانی شری بنکر رائےکو تحفہ کی پیشکش

'گاندھی ڈسک ڈرائیو' کے ساتھ سابرمتی آشرم کی دینا پٹیل-

سابرمتی آشرم کے دورے کے نوٹس

کارل مالامود، 5 اکتوبر 2016، ایئر انڈیا 173

ہماری کار ہندوستان کے احمد آباد میں واقع سابرمتی آشرم کی طرف بڑھ رہی تھی۔ یہ وہی آشرم ہے، جہاں گاندھی جی رہتے تھے۔ یہیں سے انہوں نے سمندر کے ساحل تک کا اپنا تاریخی سفر شروع کیا تھا اور حکومت کے احکام کی خلاف ورزی کرکے نمک بنایا تھا۔ یہیں سے 18 سالوں کی آزادی کی لڑائی شروع ہوئی، جس نے آخرکار ہندوستان کو سوراج دلایا۔

ہماری کار میں ڈرائیور کے بغل والی سیٹ پر ہمانشو ویاس بیٹھے ہوئے تھے، جو گجرات میں کانگریس پارٹی کے سرکاری ترجمان ہیں۔ گجرات وہ ریاست ہے، جہاں احمد آباد واقع ہے۔ پیچھے کی سیٹ پر میرے ساتھ دنیش ترویدی بیٹھے تھے، جو ایک رکن پارلیمان ہیں، اور پہلے ریل وزیر تھے۔ ان کے بغل میں عظیم شخصیت سیم پترودا بیٹھے تھے، جو ملک کے چیف ٹکنالوجی افسر تھے اور دو وزراء اعظم کے تحت کیبنیٹ وزیر رہ چکے ہیں۔ یہی وہ شخص ہے، جنہوں نے ہندوستان کے ہر گاؤں میں ایک ٹیلی فون لگاکر ہندوستان میں ٹیلی مواصلات انقلاب لایا تھا۔

آشرم کے گیٹ پر بہت سخت حفاظت تھی۔ یہ 2 اکتوبر کا دن تھا، یعنی گاندھی جی کا یوم پیدائش اور قومی چھٹی بھی تھی۔ گجرات کے گورنر اور پورے ملک کے افسران ان کے یوم پیدائش پر منعقد روایتی دعائیہ جلسے میں اندر موجود تھے۔

جیسے ہی ہماری کار آشرم کے گیٹ کی طرف مڑی، ہمیں فوراً ہی پولس نے گھیر لیا۔ وہ ہماری کار کی چھت پر زور زور سے پیٹنے لگے اور ہم پر چلّانے لگے کہ ہمیں اپنی کار کو واپس موڑنی ہوگی۔ ہمانشو نے اپنی کھڑکی کا شیشہ نیچے کیا اور زور سے بولے " سیم پترودا! دنیش ترویدی! پارلیمان ممبر! "

جلدہی گیٹ کھل گیا اور ہماری کار تیزی سے کیچڑ بھرے پارکنگ مقام سے ہوتی ہوئی عمارت کے قریب جا رکی، جہاں دعائیہ جلسہ ہو رہا تھا۔

گورنر کو آشرم سے باہر لے جانے کے لئے ان کی کار اور ایک درجن فوج کی گاڑی، آشرم کے داخلہ باب پر تیار کھڑے تھے۔ ہم اپنی کار سے باہر نکلے اور سیم اور دنیش کو فوراً لوگوں نے گھیر لیا۔ لوگ ان کے ساتھ سیلفی لینے لگے اور پرانے دوست ان سے ملنے کے لئے دوڑنے لگے۔

سیم اور دنیش نے خود کو اس بھیڑ سے نکالا اور گورنر کو سلام کرنے کے لئے تیزی سے آگے بڑھے۔ میں ان کے ساتھ ہی تھا، اس لئے سیکورٹی اہلکار نے میرا راستہ نہیں روکا۔ گورنر کو سلام کرنے کے بعد، بھاری بھیڑ نے سیم اور دنیش کو گھیر لیا۔ وہ ان کے ساتھ تصویریں کھنچوانے لگے اور ان کا سلام کرنے لگے۔

اس مبارک دن پر ہمارا آشرم آنے کا مقصد اور سیم کے ذریعے مجھے ہندوستان لانے کی وجہ تھی، " گاندھی جی، تشدد پر مکالمہ (Gandhi، Dialogue on Violence) " نام کا ایک ورکشاپ، جہاں ہمیں حصہ لینا تھا۔ دو مہینے پہلے سیم نے مجھے ایک شام کو فون کیا، وہ گھبرائے ہوئے اور پریشان تھے۔ انہوں نے دہشت گردوں کے ذریعے کئے گئے بم دھماکوں، اور کئی ریاستوں کے

ذریعے ان کے اپنے ہی لوگوں پر کئے گئے حملوں، اور لوگوں کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف بڑھتے تشدد کے جذبے، کے بارے میں مجھ سے بات کی۔ انہوں نے کہا، " ہمیں ضرور کچھ کرنا چاہئیے "۔ انہوں نے اس ورکشاپ کو گاندھی آشرم میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ کیا میں ان کے ساتھ ہندوستان آؤں گا۔

سیم نے سمجھایا کہ وہ چاہتے تھے کہ یہ ورکشاپ عام بات چیت اور دنیا کی حالت پر دکھ کا اظہار کرنے سے زیادہ ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ ورکشاپ ایک امن کی تحریک کی شروعات کرے۔ آج دنیا میں جو کچھ غلط ہو رہا ہے، اس کو ٹھیک کرنے کے لئے، یہ تحریک گاندھی جی کے طریقوں اور تعلیمات پر مبنی ہو۔

جب سیم مجھ سے کچھ کرنے کو کہتے ہیں، تو میں " ہاں " ہی کہتا ہوں۔ اگلے دن، یہ پوچھنے کے لئے سیم نے آشرم اور دوسرے لوگوں کو کال کرنے لگے کہ کیا وہ ہماری میزبانی کریں گے اور ہمارے ساتھ جڑیں گے۔ میں نے بھی اپنے ویزا درخواست پر کام کرنا شروع کر دیا۔

...

جب سیم اور دنیش اپنے مداحوں کو سلام کر رہے تھے، تب میں نے چاروں طرف دیکھا۔ سینکڑوں اسکولی بچّوں سے آشرم بھرا تھا، جو کئی گروپوں میں یکجا تھے۔ وہ عمارت کے چاروں طرف گھوم رہے تھے۔ ایک عمارت کے باہر کئی موسیقار یکجا تھے۔ وہ روایتی بھجن (دعائیہ نغمہ) گا رہے تھے، جو بالخصوص گاندھی جی کے من پسند بھجن تھے۔ طالب علم زمین پر بیٹھے سوت کات رہے تھے۔ گاندھی جی کو خراج عقیدت نذر کرنے کے لئے گاندھی جی کی رہائش گاہ کے باہر زائرین کا ایک بہت بڑا مجمع اکٹھا تھا۔

جب میں وہاں کھڑا تھا، تو لال رنگ کی شرٹ پہنے ایک لمبا جوان میرے پاس آیا اور اس نے اپنا تعارف پیش کیا۔ وہ شرینواس کوڈالی تھے، جن سے میں ذاتی طور پر کبھی نہیں ملا تھا، لیکن میں ان کے ساتھ کئی سالوں سے کام کر رہا تھا۔ شرینواس ایک نو جوان نقل وحمل انجینئر ہیں، جو حکومت ہند پر مقدمہ چلانے میں میرے ساتھ معاون شریک کار کے طور پر جڑے تھے۔ میں نے ان کا استقبال کیا اور ان سے کہا کہ وہ میرے پاس ہی رہیں، نہیں تو وہ کھو جائیں گے۔

دنیش کی کہنی پکڑکر سیم نے خود کو بھیڑ سے باہر نکالا اور انہوں نے مجھ سے کہا، " چلو چلیں "۔ شرینواس کوڈلی کے ساتھ، ہم گاندھی جی کے پرانے گھر، آشرم اور آشرم کی دکانوں اور گلیاروں میں گئے، جہاں اڈلی اور اپماکا ناشتہ پیش کیا جا رہا تھا۔

ناشتہ کے بعد، ہم انتظامی عمارت میں گئے، جہاں ورکشاپ ہونے والا تھا۔ فرش پر گدّے بچھا دئے گئے تھے اور آگے کے عمل کو دیکھنے کے لئے بالکنی میں طالب علم اور مہمان موجود تھے۔ سیم کمرے کے بیچ میں فرش پر بیٹھ گئے۔ دنیش اور میں ان کے دونوں طرف جاکر بیٹھ گئے۔ جگہ کافی چھوٹی تھی اور شرکت کرنے والے درجنوں کی تعداد میں تھے۔

ہمارے میزبان کارتکئے سارابھائی تھے، جو ایک مشہور ماحول شناس اور ہندوستان کے خلائی پروگرام کے موجد کے بیٹے ہیں۔ آشرم کے ایک ٹرسٹی کے طور پر، کارتکئے جی اس دن ہمارے

میزبان تھے۔ جیسے ہی میں نے چاروں طرف دیکھا، تو میں نے اپنے چاروں طرف کئی مشہور گاندھیائی دانشوروں، کارکنان اور مؤرخین کو پایا۔

کمرے کی دوسری طرف، روایتی گھر کی بنی ہوئی سفید کھادی پہنے امرت مودی تھے، جو سال 1955 سے آشرم میں ہی رہتے ہیں اور جنہوں نے مرحوم ونووا بھاوے کے ساتھ ان کی کل ہند زیارت کا سفر کیا تھا۔ ان کے پاس مشہور ایلا بھٹ بیٹھی تھیں، جنہوں نے سال 1972 میں " سیلف امپلایڈ ویمن ایسوسیشن آف انڈیا " کا قیام کیا، اور ڈیسمنڈ ٹوٹو (Desmond Tutu) اور دیگر ممبروں کے ساتھ، اس کے سینیئر ممبر کے طور پر منسلک ہوگئیں۔

ایلا جی کی بغل میں دینا پٹیل بیٹھی تھیں، جن کے والد نے 40 سالوں تک کلیکٹیڈ ورکس آف مہاتما گاندھی کے 100 جلدوں پر مشتمل کتاب کے 56،000 صفحات کو مرتب کرنے میں مدد کی تھی۔ پچھلے سات سالوں میں، دینا نے کلیکٹیڈ ورکس کے الیکٹرانک ایڈیشن بنانے، اور اس کا آپٹیکل کیریکٹر ریکاگنشن (او۔ سی۔ آر) کرکے، اور پھر اصل ایڈیشن میں تمام خامیوں کو ٹھیک کرکے، مہاتما گاندھی کے الفاظ کا ایک حقیقی ایڈیشن بنانے کے لئے سخت محنت کر رہی ہیں۔

گاندھیائی نظریات کے ماہرین میں سے دنیا کے نمایاں ماہرین میں دینا ایک ایسی خاتون ہیں، جنہوں نے لمبے عرصہ سے گاندھی جی کے تحریری مضامین پر کام کیا ہے، اور مرتب شدہ کام کے ہر ایک لفظ کو لفظ بہ لفظ پڑھا ہے۔ کچھ دنوں پہلے میں ان سے دلّی میں ملا تھا۔ انہوں نے، اپنی زندگی کی کئی کہانیوں کو سناکر، مجھے ایک دم حیرت زدہ کر دیا تھا۔ انہوں نے مجھے پڑھنے کے لئے کچھ کتابوں کا مشورہ دیا، جن کے بارے میں میں جانتا بھی نہیں تھا۔ دینا، گاندھی جی کی جیتی جاگتی انسائکلوپیڈیا ہیں اور وہ اپنی کہانیوں کو، جنون سے اور کافی دلکش طریقے سے بتاتی ہیں۔

گفتگو کے دن سے ایک دن پہلے، ایک چھوٹے گروپ نے اس موضوع پر آشرم میں اجلاس کیا تھا، جب سیم اور ہم راجستھان میں تھے جہاں سیم نے راجستھان کی مرکزی یونیورسٹی میں کنووکیشن تقریبات کی صدارت کی تھی، جہاں وہ وائس چانسلر ہیں۔ کارتکئے جی نے، ہماری دنیا میں تشدد کے موضوع پر گزشتہ دن کی گئی گفتگو کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے صبح کے جلسہ کی شروعات کی۔

ہمارا اصل مقصد ہماری دنیا میں تشدد کے بنیادی اسباب پر گفتگو کرنا ہے، اور اس بات کو بھی جاننا کہ گاندھی جی کی تعلیم سے ہم آج کیا نصیحت سیکھتے ہیں۔ ایسی تحریک کو شروع کرنے کے لئے کیا اگلا قدم اٹھا سکتے ہیں جس پر کام کرنے کی کوشش کی جا سکے۔ ہم ایک ہی دن میں تشدد کی حالت کو حل کرنے کے لئے جمع نہیں ہوئے تھے۔ ہم وہاں اس بات پر غور کرنے کے لئے موجود تھے کہ ہم، لمبے عرصے تک ذاتی طور پر کیا کر سکتے ہیں اور کیا ہم اپنی آواز اٹھانے کے لئے کمیونٹی کے طور میں یکجا ہو سکتے ہیں۔

میں گھبرایا ہوا تھا۔ جب سے اس اتوار کی دیر رات کو سیم نے مجھ کو فون کیا تھا، تب سے میں اس سنجیدہ بات سے کافی پریشان تھا کیونکہ میرا روزمرہ کا کام صرف سرکاری اطلاع کو ایک ڈسک سے دوسری ڈسک میں کاپی کرنا تھا۔ حالانکہ، میں یقینی طور پر نظم و نسق، سرحد سے متعلق مدعے، عالمی امن، تشدد روکو جیسے موضوعات پر کئی سالوں سے سن رہا ہوں پر گاندھی جی کی تعلیم مجھ سے کوسوں دور تھیں۔ میرے پاس کوئی مناسب جواب نہیں تھا، نہ ہی کوئی واضح بصیرت۔

گزشتہ دن ہوئی گفتگو کاکارتکئے جی کا خلاصہ، تین پوائنٹس کے روپ میں سامنے آیا۔ پہلا، ہمیں رواداری سیکھنی چاہئیے اور تنوع کو بڑھاوا دینا چاہئیے۔ دوسرا، ہمیں برداشت کرنا سیکھنا چاہئیے اور اختلاف رائے (dissent) کا خیرمقدم کرنا چاہئیے۔ تیسرا، اگر ہم حقیقی اثر ڈالنا چاہتے ہیں، تو ہمیں بے خوفی کی اہمیت کو سمجھنا ہوگا۔ یہ تمام تین نکات، گاندھی جی‌کے تعلیمات پر مبنی ہیں۔

سیم پترودا نے گفتگو کی شروعات کی اور ہمیں سمجھایا کہ ہمیں ایک ساتھ کیوں بلایا گیا ہے۔ میں نے پچھلے کچھ مہینوں میں ان موضوعات کو کئی بار سنا ہوں کیونکہ انہوں نے اپنی اس کتاب کے بارے میں گفتگو کی، جس پر وہ کام کر رہے ہیں اور میں نے کئی بار ان کی باتیں سنی ہے۔ ہمیں اپنی دنیا کو دوبارہ ڈیزائن کرنا ہوگا، اور یہ سیم کی تھیسس ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ پچھلی بار جب دنیا نے ایسا، دوسری عالمی جنگ کے بعد کیا تھا، اور تب اقوام متحدہ، بین الاقوامی مالیاتی فنڈ اور دیگر اداروں کی تعمیر ہوئی جنھیں آج ہم جانتے ہیں۔ یہ دنیا کچھ ہی امیر اور طاقتور ممالک پر مبنی ہے، اور جہاں نوآبادیات کی ایک " تیسری دنیا "، اور غریبی سے متاثر، کئی غیر جمہوری غریب ممالک بھی، کہنے کے لئے اس نظام کے حصےدار ہیں۔

لیکن، کینس (Keynes)، مارشل (Marshall) اور دیگر تمام لوگوں نے جس نظریے پر غور نہیں کیا وہ تھا گاندھی کا نظریہ۔ گاندھی جی کی کوششوں نے نہ صرف ہندوستان کو آزادی دلائی، بلکہ عالمی سطح پر نوآبادیاتی مخالف تحریکوں کو پھیلایا۔

آج سوویت یونین نہیں ہے۔ یورپی یونین نے گریٹ برٹین کو کھو دیا ہے۔ ہندوستان اور چین کافی تیزی سے ترقی پذیر ہو رہے ہیں۔ اس کے باوجود، ہماری دنیا کام نہیں کر پا رہی ہے۔ سیم نے کہا، یہ دنیا ٹوٹ گئی ہے، کیونکہ اس کو مختلف وقت میں اور الگ دنیا کے لئے ڈیزائن کیا گیا تھا۔

ہندوستان ضرورت سے زیادہ (surplus) کھانا پیدا کرتا ہے، اس کے باوجود ہندوستان کی آبادی کے ایک بڑے حصے، ابھی بھی بھوک مری کے شکار ہیں۔ دنیا بھر میں، گھٹنے کے بجائے، آمدنی کی غیر مساویت بہت بڑھ گئی ہے۔ بیماری، ناکافی پانی اور غریبی، دنیا کو بہت ہی زیادہ متاثر کر رہی ہے۔

اور پھر یہاں کافی تشدد ہے۔ ایک ملک دیگر ممالک کے خلاف، اور اپنے ہی لوگوں کے خلاف بھی تشدد کا سہارا لے رہا ہے۔ دہشت گردانہ تشدد، اور ایک کمیونٹی کا دیگر کمیونٹیز کے خلاف تشدد، چونکانے والا ہے۔ آبروریزی، قتل اور بد سلوکی، ذاتی تشدد کے کئی صورتیں کافی پھیل رہی ہیں۔

سیم ایک ٹکنالوجی رجائیت پسند شخص ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ ہمیں جدید دنیا میں ایک انوکھا موقع ملا ہے۔ ہم کئی بیماریوں کا علاج کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس صاف پانی ہو سکتا ہے۔ ہم انٹرنیٹ کی رفتار بڑھا سکتے ہیں اور اسے آفاقی بنا سکتے ہیں، اور ہم اس کو مفت میں دستیاب کرا سکتے ہیں۔ ہم کرہ ارض کے درجہءحرارت میں اضافہ (گلوبل وارمنگ) کو روک سکتے ہیں۔

لیکن، ان میں سے کچھ بھی کرنے کے لئے، ہمیں اپنے عالمی نظام کو پھر سے ڈیزائن کرنا ہوگا کہ ہم اپنی دنیا کو کس طرح سے چلاتے ہیں۔ سیم اکثر کہتے ہیں کہ ہمیں خاص طورپر اپنا دھیان انسانی حقوق پر مرکوز کرنا ہوگا، ہمیں انسانی ضروریات پر زیادہ دھیان مرکوز کرنا ہوگا۔

جب سیم نے اپنی بات ختم کر لی، تب اس کے بعد دنیش ترویدی نے بات کی۔ دنیش ترویدی لمبے عرصے سے رکن پارلیمان رہے ہیں اور وہ کافی روحانی اور مذہبی آدمی بھی ہیں۔ سیم اور میں دلّی میں ان کے ہی گھر میں رکے تھے اور مجھے ان کو قریب سے جاننے کا موقع بھی ملا۔

دنیش نے کہا، ہماری جدید دنیا کا اہم مسئلہ یہ ہے کہ کوئی بھی ایک کمیونٹی، دیگر تمام کمیونٹیز سے کافی نفرت کرتا ہے۔ یہ عدم شخصیت کی وجہ سے، ایک آدمی یہ مان لیتا ہے کہ اس عمومی نفرت کے بارے میں وہ ذاتی فیصلہ نہیں کر سکتا کیونکہ اس نفرت کا رد عمل جس طرح بنا تھا، اس میں کمیونٹی کا عام اتفاق تھا۔ اس طرح کا عمومی تشدد کے شکار ہوئے شخص کو ہم ایک خاص شخصیت کی طرح نہیں دیکھتے ہیں بلک وہ ہماری نفرت کا ایک بے نام کردار ہوتا ہے۔

یہ تشدد اکثر قوم پرستی کی بنیاد پر یا نسلی امتیاز سے پیدا ہوتا ہے، لیکن یہ اکثر مذہب کے فرق سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ دنیش جی نے کہا کہ ہمیں اپنے اندر جھانکنا ہوگا کہ دنیا کی ضرورت، صرف مذہب پر دھیان مرکوز کرنا نہیں ہے، بلکہ روحانیت پر دھیان مرکوز کرنا ہے۔ یہ صرف ہم پر منحصر کرتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو بدلیں کیونکہ صرف تب ہی ہم دوسروں کو بدل سکتے ہیں۔

پھر دینا پٹیل نے بات کی۔ انہوں نے کہا کہ تشدد روکنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ اس کی شروعات آپ خود سے کریں۔ انہوں نے ایک جوان کی کہانی سنائی، جس کا بیان ویتنام جنگ کے دوران کیا گیا تھا۔ اس نے آئنسٹائن کو خط لکھا اور پوچھا کہ اس کو کیا کرنا چاہئیے۔ آئنسٹائن نے اس کے خط کا جواب یہ کہتے ہوئے دیا کہ " گاندھی کی طرح کام کرو (Do like Gandhi) "

لڑکا پریشان تھا اور اس نے آئنسٹائن کو دوبارہ خط لکھا اور پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ آئنسٹائن نے جواب دیا، " قانون کی خلاف ورزی کرو (disobey the law) "۔ وہ لڑکا تین سال کے لئے جیل گیا۔ اس لڑکے کا نام جین شارپ (Gene Sharp) تھا، جو عدم تشدد کے اہم مبلغین میں سے ایک تھا، اور جس کے کام نے پوری دنیا میں پر امن انقلاب کو متاثر کیا ہے۔

بات چیت آہستہ آہستہ آگے بڑھی۔ میں نے کچھ نوٹ لکھا، تصویریں لیں اور کچھ خاص مختصر پوائنٹس کو ٹوئٹ کرنے کی کوشش کی، تاکہ دنیا کے لوگوں کی اس کارگزاری کا پتا چل سکے۔ میں اس بات سے بھی پریشان تھا کہ میں کیا بولوں‌گا، میرے ہاتھوں میں غیر واضع تحریر میں لکھے نوٹس تھے اور میں ان مشہور مؤرخوں کو دیکھکر ڈھارس بندھا رہا تھا جن کی کتابوں کو میں نے ان کے سامنے گھبراتے ہوئے تعریف کی تھی۔

سشما ایّنگار جنہوں نے گجرات ریاست میں دیہی خواتین کو خود مختار بنانے، خواتین کے تئیں تشدد کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے ایک فعال تنظیم کی تشکیل کی ہے۔ انہوں نے خواتین کے تئیں تشدد کے بارے میں بات کرتے یہ کہا کہ ہم کسی تشدد پر خاموش رہ کر، اس تشدد کو منصفانہ بنا دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں تشدد کے اسباب کی درجہ بندی کرنی ہوگی، جن میں تشدد کی کچھ شکل، دوسری طرح کے تشدد کے بجائے زیادہ سنگین بن جاتے ہیں۔ اکثر ہم لوگ جنسی استحصال کو، اور یہاں تک کہ آبروریزی کو بھی منصفانہ بنا دیتے ہیں۔ لیکن جب کوئی خاتون اس کے خلاف آواز اٹھاتی ہے تو ہم اس پر ہی انگلی اٹھاتے ہیں، اس کے ہی آواز کو انصاف متضاد کہتے ہیں اور اس کو ہی مجرم قرار دیتے ہیں۔

گاندھی جی، تشدد کے خلاف کیے گئے تشدد کے رد عمل کے ناقد تھے۔ برٹش حکومت کی زبردست بےرحمی اور ظلم کے باوجود، اور حکومت کے ذریعے اپنے ہی لوگوں کے خلاف قائم تشدد آمیز ڈھانچے ہونے کے باوجود، وہ سنہ 1857 کی بغاوت کے ناقد تھے۔ جب کلکتّہ کے بہیمانہ واردات قتل میں، اور سال 1946 کے بہار میں فساد پھیلنے کے بعد، جب لوگوں نے ایک دوسروں کو مارنا شروع کر دیا تو گاندھی جی نے تب تک بھوک ہڑتال جاری رکھا جب تک لوگوں نے تشدد کو روکا نہیں۔ اگر وہ تشدد نہیں روکتے تو وہ اپنی آخری سانس تک بھوک ہڑتال کرنے کے لئے تیار تھے۔

" دی افریکن الیمینٹ ان گاندھی (The African Element in Gandhi)، " کے مصنف انل نورتیا نے جنوبی افریقہ کے کنٹیکسٹ میں، تشدد کے اس ڈھانچہ کے بارے میں لکھا ہے۔ نسلی امتیاز کا نظام، مکمل نسل کے خلاف ظالمانہ تشدد کی مخالفت میں، منڈیلا جیسے رہنماؤں نے عوامی قوت کو لائق بناکر، ظلم وجبر کو، اپنے زورسے ٹکّر دینے کا فیصلہ لیا تھا۔ حالانکہ منڈیلا افریقہ میں دیگر رہنماؤں کی طرح گاندھی جیکے پیروکار تھے۔

گاندھی جی اپنے پیروکاروں کے ساتھ لگاتار بات چیت کرتے رہتے تھے کہ کیا ناقابل برداشت غصہ کے لئے تشدد ضروری تھا۔ نیلسن منڈیلا نے لکھا ہے کہ جب انہوں نے گاندھی جیکے الفاظ کا مطالعہ کیا، تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان کو آسان تحریک سے زیادہ کچھ کرنا ہوگا۔ اس لئے ان کو ایک الگ طرح کے تشدد کا انتخاب کرنا چاہئیے، اور ان لوگوں نے توڑپھوڑ (sabotage) کے راستے کو اپنایا جہاں جانی نقصان کا خطرہ کم تھا۔

سیلف اپلائمینٹ ویمینس ایسوسی ایشن ، جس میں 13 لاکھ خاتون ممبر ہیں، کی ڈائریکٹر، ایلا بھٹّ نے بعد میں تقریر کیا۔ انہوں نے کہا کہ امن آرزومندانہ ہدف ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ ہم کب اس کو حاصل کرتے ہیں یا کب کر پائیںگے، ہمیں اس کے لئے کوشش کرتے رہنا ہوگا کیونکہ اندھیرا زیادہ دیر تک نہیں رہتا ہے۔

ایلا نے نہ صرف گاندھی کی بات کی بلکہ مارٹن لوتھر کنگ کی بھی بات کی اور کہا کہ عدم تشدد کی جڑ، تشدد کے نہ ہونے میں نہیں ہے، بلکہ یہ محبت کی موجودگی میں ہے۔ کنگ نے اکثر اپنی نصیحتوں اور تقریروں میں اس موضوع پر بات کی تھی کہ " نفرت کبھی بھی نفرت کو نہیں مٹا سکتی ہے، صرف محبت کا جذبہ ہی نفرت کو مٹا سکتا ہے "۔ ایلا، جو ہمیشہ لوگوں کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے، ان کی تقریر کے بعد تبصروں کا دور شروع ہوا اور لوگوں کا جذبہ یہ تھا کہ تشدد کی جڑیں ساختہ ہیں، یہ بم اور بندوق سے پرے ہمارے سماج کے ڈھانچے تک پہنچ گئی ہیں۔

اس کے بعد، انامک شاہ نے خطاب کیا، جو گجرات ودیاپیٹھ کے نائب وائس چانسلر ہیں، جس کو " گاندھی یونیورسٹی " کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس کا قیام سال 1920 میں ہوا تھا۔ یونیورسٹی تمام ریسرچ میں گاندھیائی قدروں کو شامل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ طلبہ کو روئی کاتنا سکھاتی ہے۔ جسمانی محنت کا کام اسکولی تعلیم کا ایک باقاعدہ حصہ ہے۔

پروفیسر شاہ نے صحت کی دیکھ بھال کی ناقدری اور دوائیوں کو خریدنے میں اہل نہیں ہونے سے ہوئے لوگوں کی موت کے موضوع پر بات کی۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ کیسے اس کی جڑیں اقتصادی تشدد تک پہنچی ہوئی ہیں، جہاں اقتصادی عدم مساوات کی دنیا میں انسانی ضروریات قربان ہوئی ہیں۔

انامک جی نے مثال دیا تھا کہ جائیداد کی تعریف نو کرکے، بنیادی پہلوؤں کو ایک حکومت نے صحت کے تشدد کو کیسے واضح کیا ہے۔ جاپان میں، پیٹینٹ نظام میں اس طرح ترمیم کی گئی ہے کہ اب صحت سے متعلق تمام پیٹینٹ غیر تجارتی استعمال کے لئے موثر نہیں ہیں۔ اس کا معنی ہے کہ اگر کوئی حکومت یا ادارہ لوگوں کو دینے کے لئے دوا کی پیداوار کرتی ہے، تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔

امریکہ کے پیٹینٹ پر لمبے عرصے تک اپنے مطالعہ کرنے کے باوجود، میں نے علم کے ضروری دستیاب موضوع کے بارے میں پہلے کبھی نہیں سنا اور مجھے یہ نظریہ بہت دلچسپ لگا۔ پورے دن اس ورکشاپ میں اس طرح کے کئی بصیرتیں مجھے حاصل ہوتی رہیں۔ لوگ ایک کے بعد ایک آتے رہے، طویل غور شدہ تاریخی کہانیوں کے ساتھ، گاندھی کے فلسفہ کی سمجھ کے ساتھ، اور ہماری جدید دنیا کے لئے ان کی تعلیم کی درخواست کے ساتھ۔

گاندھی کے اہم مؤرخوں میں سے ایک پروفیسر سدھیر چندرا نے ہمارے چیلینجز کو مختصر میں پیش کیا۔ انہوں نے مثال دیا کہ کیسے دلّی کی سڑکوں کا نام تاریخی واقعات اور اشخاص کے نام پر رکھا گیا تھا اور اب موجودہ واقعات کی بنیاد پر ان کا نام بدلنے کا چلن چل رہا ہے۔ پروفیسر چندرا اس چلن کو " حال کو سنجوئے رکھنے والا سماج (the society for the preservation of the present) " کہا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنی تاریخ کو پرائمری اسکول کے طالب علم کی طرح نہیں دیکھنا چاہئیے، جس کو دن کے مشق کے بعد مٹا دیا جاتا ہے۔ ہمیں ہماری تاریخ کو زندہ رکھنا ہوگا اور اس سے نصیحت حاصل کرنا ہوگا۔

...

دن کے کھانے میں، قریب کی ایک کینٹین میں پوڑی سبزی، ڈھوکلا اور چھاچھ کا کھانا کھانے کے بعد ہم آشرم لوٹ گئے۔ مجھ سے کچھ تبصرہ کرنے کو کہا گیا اور میں نے اس کے لئے جرات لانے کی کوشش کی۔ کچھ بھی درج نہیں تھا اور میرے پاس صرف دو دن پہلے کے ہاتھ سے لکھے ہوئے دو صفحات کا نوٹ تھا، لیکن میں نے اپنے گھر سے 17 گھنٹوں کی فلائٹ میں قانون انتظامیہ کے فیصلے سے لےکر ہماری دنیا میں تشدد سے جڑی کوششوں کے بارے میں، یکجا کرنے کی کوشش میں لگایا تھا۔

سال 1963 میں، جان ایف کینیڈی، لاطینی امریکی سیاسی رہنماؤں کے ایک گروپ کو خطاب کر رہے تھے، اور انہوں نے ان کو کہا کہ " اگر ہم پر امن طریقوں سے ہونے والے انقلاب کو ناممکن بنا دیں تو پھر انقلاب کے لئے تشدد آمیز راستہ ہی ضرور ممکن ہوگا "۔

جان ایف کینیڈی، ایک پاگل شخص کے تشدد آمیز کارنامے سے مارے گئے تھے، لیکن ان کے الفاظ کو مارٹن لوتھر کنگ نے پانچ سال بعد دوہرایا، جب انہوں نے ویتنام جنگ کے بارے میں بات کی تھی۔ کنگ نے کہا کہ ویتنام جنگ ویتنامی لوگوں کے خلاف تشدد کا ایک چونکانے والا ظالمانہ کارنامہ تھا۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ امریکی لڑکوں اور لڑکیوں کے خلاف بھی تشدد کا ایک چونکانے والا کارنامہ تھا جن کو ایک ایسی جنگ لڑنے کے لئے تیار کیا گیا تھا، جو اس کو سمجھ نہیں پا رہے تھے، یا اس کی حمایت نہیں کرتے تھے۔ کنگ نے زور دیا کہ امریکی ریاست میں ایک دوسری طرح

کے تشدد کی صورتحال ہے، جو ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں کالے مرد اور خواتین کے خلاف ہو رہے تشدد تھا۔

کنگ نے کہا کہ ہم کینیڈی کی باتوں کے معنی کو بھول گئے ہیں، انہوں نے اسے " اقدار میں مشتعل انقلاب " کا نام دیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم ہمارے سماج میں تشدد کے اصل وجوہات کو بیان کرتے ہیں، تو "ہمیں سازگار سماج سے معقول شخص سماج میں جانا ہوگا۔" انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنی دنیا کو نئی شکل و صورت دینی ہوگی۔

ہم اس طرح کی بناوٹی حالات کو صرف ایک ہی طریقے سے واضح کر سکتے ہیں کہ ہم خود کو ایسی دنیا میں پاتے ہیں جہاں پر ہم خود کو بدلکر ہی اس کو بدل سکتے ہیں۔ ہم اس کو، قانون کے اصول کا اعلان کرکے کر سکتے ہیں۔ امریکہ میں غلامی کا خاتمہ کا آغاز صرف " دی امینسپیشن پروکلیمیشن " اور آئین کے 13 ویں ترمیم کے بعد ہوا تھا۔

امریکہ میں، نام نہاد غلامی کا رسمی خاتمہ کی جگہ، فوراً ہی کھیت میں بٹائیداری پر فصل لگانے کے خلاف ہوئی جدو جہد نے لے لی۔ ہندوستان میں، کسان نیل کی زراعت بٹائیداری پر کرنے کے لئے مجبور تھے، اور غیر ممالک میں مزدوروں پر قرارنامہ (indenture) نظام کو اپنایا جا رہا تھا جس کے خلاف مہاتما گاندھی جنوبی افریقہ میں لڑے تھے۔ ہندوستان میں نادانستہ غلامی کا خاتمہ تب ہوا جب آخرکار گرمٹیا نامی پیچیدہ نظام سال 1917 کے ' انڈین امیگریشن ایکٹ، 1917 ' کے تحت آیا۔

رائے دہندگی کے حقوق کی جدو جہد کو، صرف حق رائے دہی کے ذریعے ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔ علیحدگی کو، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں صرف سال 1964 کے ' شہری حقوق قانون (Civil Rights Act of 1964) ' کے ساتھ، اور جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز کے خاتمہ کے بعد ہی، خطاب کیا جا سکا۔ ہرایک جدو جہد کا خاتمہ کے ساتھ، دیگر جدو جہد کی شروعات ہوتی ہے۔

ان مسائل کو کسی بھی طریقے سے حل نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن ہم ان کو مسلسل جدو جہد کی مہم کے ایک حصہ کے طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ دنیا میں غلامی اب بھی موجود ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ عوامی حق رائے دہی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن رائے دہندگی ٹیکس (Poll Tax) کی جگہ اب ' رائے دہندگی شناخت کے قانون (Voter Identification Laws) ' نے لے لی ہے، جو نہ تو خیالی رائےدہندگان دھوکے بازی کو کم کرتا ہے بلکہ اس کے برعکس لوگوں کو، رائے دہندگی کے لئے مایوس کرتا ہے۔

اگرچہ ہم لوگ اپنی دنیا کو بالکل صحیح نہیں بنا سکتے ہیں، ہمیشہ کوئی نہ کوئی رکاوٹ ہمیں مل ہی جائےگی، پھر بھی ہمیں اپنے دستیاب وسائل کا استعمال کرنا چاہئیے اور ان میں جو سب سے طاقتور ہے وہ ہے قانون انتظامیہ (Rule of Law) جمہوری سماج میں ہم اپنی حکومت کی تعمیر کرتے ہیں۔ ہم لوگ اپنے اصولوں اور ذمہ داریوں کی تشریح کرتے ہیں۔ حالانکہ ہماری حکومت کبھی کبھار غیر جانب دار اور لاپرواہ لگتی ہے (اور کبھی کبھی وہ سچ مچ میں غیر جانب دار اور لاپرواہ ہو جاتے ہیں)، ایسا تب ہوتا ہے جب ہم اپنی ملکیت کا دوبارہ دعویٰ کرتے ہیں، اور قانون کے اصولوں کا استعمال کرتے ہیں تاکہ اصل تبدیلی کی شروعات ہو سکے۔

قانون انتظامیہ کے تین اصول ہوتے ہیں۔ پہلا اصول یہ ہے کہ قانون کو پہلے ہی سے لکھ لینا چاہئیے تاکہ وقت کے ساتھ چلتے چلتے ہم قانون کو بناتے نہ جائیں اور کسی پہلے کئے گئے کام کو، بعد میں غیر قانونی نہ اعلان کر دیں۔ اس اصول کی اہم طریقے سے وضاحت، جان ایڈمس (John Adams) نے کی تھی انہوں نے انتہائی غیر معمولی طور سے کہا تھا کہ " ہم قوانین کی سلطنت ہیں، نہ کہ انسانوں کے ملک (we are an empire of laws، not a nation of men) "۔

اس کا دوسرا اصول یہ ہے کہ قوانین کو عوامی بنانا چاہئیے۔ ایسی دنیا میں جہاں پر قانون کی عدم واقفیت قابل معافی نہیں ہے ایسے میں یہ اصول واضح اور آسان لگتے ہیں لیکن میں نے اپنے تجربے سے یہ سیکھا ہے کہ قانون کی عوامی کاری کی اکثر خلاف ورزی کی جاتی ہے۔

قانون لکھنے، اور پھر اس کو شائع کرنے کے، یہ دو اصول ضروری ہیں، لیکن کافی نہیں ہے۔ ہمارے پاس ایسا قانون ہو سکتا ہے، جس میں یہ کہا گیا ہو کہ کالے رنگکے لوگ، جنوبی امریکہ میں سفید لوگوں کے لنچ کاؤنٹر پر کھانا نہیں کھا سکتے ہیں۔ ہم اس کو وسیع طور پر نشر کرسکتے ہیں تاکہ یہ دونوں اصول مکمل طور پر مطمئن ہو جائے۔ لیکن یہ صرف قانون کا اصول ہوا، قانون کی حکومت نہیں ہے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ قانون عام ہوںگے، وہ صرف کسی خاص آدمی یا گروہ پر نافذ نہیں ہوںگے۔ یہ کہنا کہ " ہندوستانی اور ایشیائی نژاد " کے لوگوں کو خود کو رجسٹرڈ کرنا ہوگا، اور ایک پاؤنڈ رجسٹریشن ٹیکس ادا کرنا ہوگا، اور ہمیشہ اپنا رجسٹریشن کے کاغذات رکھنا ہوگا ، قانون انتظامیہ کی بنیادی طور پر خلاف ورزی ہے، اور اسی کے خلاف گاندھی جی نے جنوبی افریقہ میں ستیہ گرہ کی لڑائی لڑی تھی۔

یہ واضح ہے کہ ہماری جدید دنیا میں ابھی بھی تشدد موجود ہے، جس کے خلاف ہمیں جدو جہد کرنی ہوگی، وہ تشدد جس کے بارے میں سیم نے بتایا تھا، ریاست کا تشدد، دہشت گردی کا تشدد، اپنی پڑوسی اور فیملی کے ممبروں کے خلاف، لوگوں کا تشدد۔ لیکن ان جسمانی تشدد سے پرے بھی کئی طرح کے تشدد ہیں۔ گلوبل وارمنگ اور آلودگی کے ذریعے ہمارے سیارے پر کیا جانے والا شرمناک تشدد ہے۔ بیماریوں کا تشدد، پانی کی کمی کا تشدد، اور کثرت پیداوار کے درمیان قحط کا تشدد، بھی ہمارے درمیان ہو رہے ہیں۔

قانون انتظامیہ کے مطابق، قانون سبھی پر یکساں طورپر نافذ ہوگا، لیکن موجودہ وقت میں ایسا نہیں ہے۔ ہمیں اس کو ٹھیک کرنا ہوگا، لیکن ہمیں اس سے زیادہ اور بھی کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں لوگو ں کے درمیان اقتصادی موقع، اور سیاسی موقع کی یکسانیت لانے کی ضرورت ہے۔ ہماری حکومتیں کیسے کام کرتی ہیں صرف ان کو بدلکر، اور دنیا کو نئی شکل دینے کی کوشش کر کے، ہم ان مسائل کے حل کی شروعات کر سکیں گے جن کا بھی ہم آج مقابلہ کر رہے ہیں۔

انٹرنیٹ کی ہماری اس دنیا میں، ہمیں ایک اور مدعے کو بھی بیان کرنا ہوگا، اور یہ ہے ' علم تک رسائی کی مساوات '۔ انٹرنیٹ کے اہم وعدے کے باوجود، علم کو ہم نے زیادہ تر طریقوں سے گھیر لیا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم خود کو تعلیم یافتہ کر سکیں، ہمیں ذاتی پارٹیوں سے لائسنس لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔علم تک آفاقی رسائی ہمارے وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس طرح کی مساوات لانا ہماری نسل کے لئے ایک بڑا چیلینج ہے۔ یہ ہمارے لئے ایک موقع ہے جو ہم مستقبل کے لئے وراثت میں چھوڑ سکتے ہیں۔ ہم اس سطح کے لوگ بن سکتے ہیں جو بنیاد رکھتے ہیں، اس لئے ہمیں ان تمام

سوالوں میں حصہ لینا ہے جو ہمیں یہ ترغیب دیتا ہے کہ ہم جمہوری طریقے سے خود کو کیسے منظم کریں۔

...

سال 2016 کے آخر میں سیم کے ساتھ میرے سفر نے میری آنکھیں کھول دیں۔ یہ میرے امریکہ کے 10 سالوں کی جدو جہد کے زہر کو گھونٹنے والی ایک دوا تھی، جہاں مجھ پر قانون سے متعلق چیزوں کو پوسٹ کرنے کے لئے مقدمہ چلایا گیا تھا، جس میں وفاقی ججوں نے عوامی تحفظ کوڈ کو بتانے کے لئے حکم دیا تھا۔ ہندوستان میں اس سفر نے میری آنکھیں کھول دی لیکن مجھے یقین بھی دلا دیا کہ اگر ہم جدو جہد کرتے ہیں، تو ہم اپنی دنیا بدل سکتے ہیں۔

گاندھی کے آشرم کا دورہ، راجستھان میں تقریر، دلّی میں رکن پارلیمان سے ملاقات جیسے ان تجربات کو میں نے سنجوئے رکھا ہے۔ جب میں پہلی بار دلّی آیا تو مجھے پتا تھا کہ یہ سفر خاص ہونے والا تھا۔ سیم کچھ گھنٹوں پہلے وہاں پہنچ گئے تھے۔ مجھ سے ایک پروٹوکال افسر ہوائی جہاز کے دروازے پر ملے اور مجھے سیدھے کسٹمس کے عمل کے ذریعے لے گئے۔ میں دنیش ترویدی کے سرکاری بنگلہ پر پہنچا اور دنیش سے پہلی بار روبرو ملا۔ اس کے علاوہ ایک کاروباری مانو سنگھ بھی وہاں موجود تھے، جو کئی جہاز کمپنیوں کے مالک تھے، جن میں ایئر ایمبولینس خدمات بھی شامل ہے۔ دنیش اور سیم کے ایک پرانے دوست بھی تھے۔ مانو ہمیں کھانے کے لئے تاج ہوٹل کے جاپانی ریستراں میں لے گئے۔ جیسے ہی ہم نے ' ماتسوتیک (Matsutake) ' سوپ پیا اور ' سوشی ' کھایا، یکایک ہی مدر ٹریسا کے موضوع پر بات آ گئی۔

مانو نے تبصرہ کیا " اوہ! ان میں تو کچھ بات تھی! " میں نے پوچھا کہ کیا وہ ان سے ملے تھے۔ مانو مسکرائے، اور مجھے بتایا کہ مدر ٹریسا نے اس کے نام رکھنے کی تقریب میں صدارت کی تھی۔ میں نے پوچھا کہ کیا وہ کیتھولک تھے، اور وہ ہنسنے لگے اور کہا نہیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑا، وہ میری فیملی کی بےحد پرانی دوست تھیں۔ اس نے اپنا بٹوا نکالا اور ایک مسکراتی ہوئی مدر ٹریسا کے ساتھ ایک بچّے کی شکل میں خود کی تصویر دکھائی۔

میں بےحد متاثر ہوا۔ پھر سیم نے کہا " ہاں، وہ ایک مسلسل کام کرنے والی خاتون تھی۔ مجھے یاد ہے وہ ایک بار، ہوائی جہاز پر میرے پاس آئیں، اور کہا سیم آپ کو یہ پڑھنا چاہئیے "، اور انہوں نے سیم کو ایک کارڈ دیا جس پر بائبل کے کچھ لفظ لکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایسا کئی بار بہت لوگوں کے ساتھ کیا ہے، سیم نے کہا۔ ان کے پاس آج بھی وہ کارڈ ہے۔

میں نے تبصرہ کیا تھا کہ یہ واقعی بہت قابل ذکر ہے، یہاں ہم چار لوگ ڈنر کر رہے تھے اور ان میں سے دو لوگ مدر ٹریسا کو جانتے تھے۔ سیم اور مانو نے ہنسنا شروع کر دیا۔

دنیش کولکاتہ سے رکن پارلیمان ہیں، جہاں مدر ٹریسا کا صدر دفتر تھا۔ دنیش نے مسکراتے ہوئے سمجھایا کہ وہ اور ان کی بیوی اپنی چھوٹی کار میں پورے شہر میں مدر ٹریسا کے ساتھ گھوما کرتے تھے۔ وہ سامنے کی سیٹ پر بیٹھی ہوتی تھیں، جو دنیش اور ان کی بیوی کو ڈرائیو کرنے اور کہاں ڈرائیو کرنا ہے، یہ ہدایت دیتی تھیں۔ جب وہ نوبل امن انعام حاصل کرنے کے بعد واپس آ گئی، تو دنیش نے ان کے ساتھ دلّی سے کولکاتہ تک کا سفر کیا اور پھر ان کو ان کے گھر تک چھوڑنے گئے۔ دنیش نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا، " وہ بےحد مضبوط قوت ارادہ والی تھی "۔

ڈنر پر موجود چار لوگوں میں سے تین لوگ مدر ٹریسا کو ذاتی طور پر جانتے تھے۔ اس بات سے میں بہت متاثر ہوا۔ ہندوستان سے مجھے بہت کچھ سیکھنا ہے۔ اس کی وجہ سے اس ستیہ گرہ مہم کی ممکنہ کامیابی پر میری امیدیں بیدار ہوئیں۔ امریکہ اور یوروپ کے قانونی حملے کے تحت آئی گھنگھور مایوسی کے اندھیرے میں مجھے امید کی کرن دکھائی دی، اور ہندوستان میں مجھے مایوسی کی سرنگ کے آخر میں روشنی دکھ رہی تھی۔ ہندوستان میں شاید لوگ اس بات کو سنے، یہ سوچ کر میں نے ہندوستان بار بار آنے کا ارادہ کیا۔ میں ایسا کرنا چاہتا تھا کیونکہ جسٹس رانڈے نے اسے صحیح طریقے سے کہا ہے کہ ' خود کو تعلیم یافتہ کرنے کے لئے، اور میرے حکمرانوں کو بھی تعلیم یافتہ کرنے کے لئے '۔ ' علم تک آفاقی رسائی ' ہمارے وقت کا عظیم وعدہ ہے اور اس وعدے کو حقیقی بنانا ہمارے وقت کا سب سے بڑا چیلنج ہے۔ میں ہندوستان سے لوٹ آیا ہوں، اپنی کوششوں کو تجدید کرنے کے عزم کے ساتھ۔

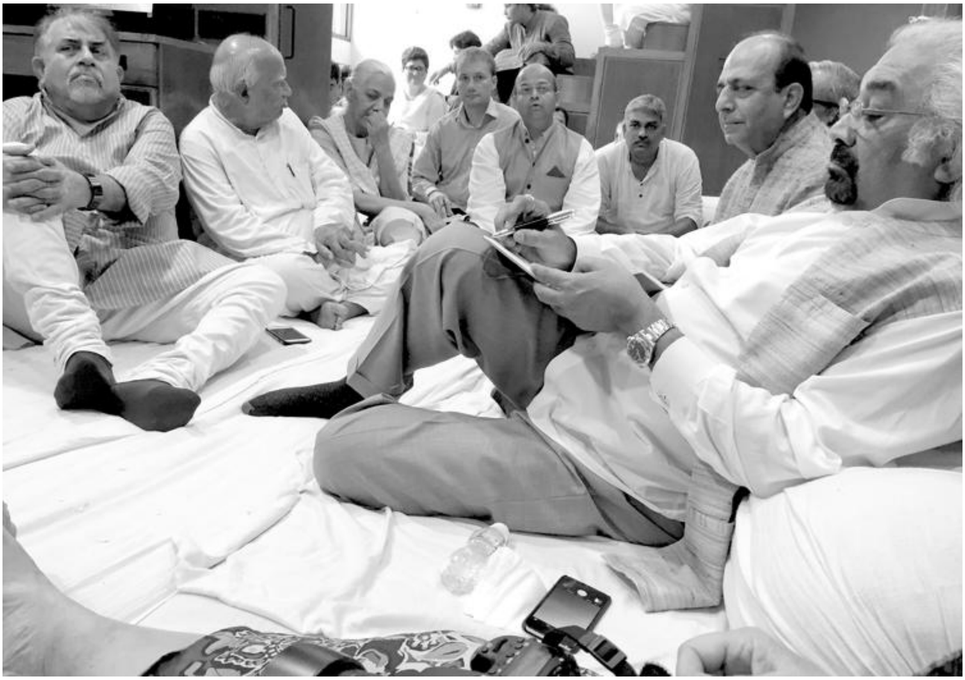

سابرمتی آشرم کا ورکشاپ میں اہم پوائنٹس کو نوٹ کرتے ہوئے سیم پترودا۔

سابرمتی آشرم میں ناشتہ کرتے سارابھائی جی (فولڈر پکڑے ہوئے)

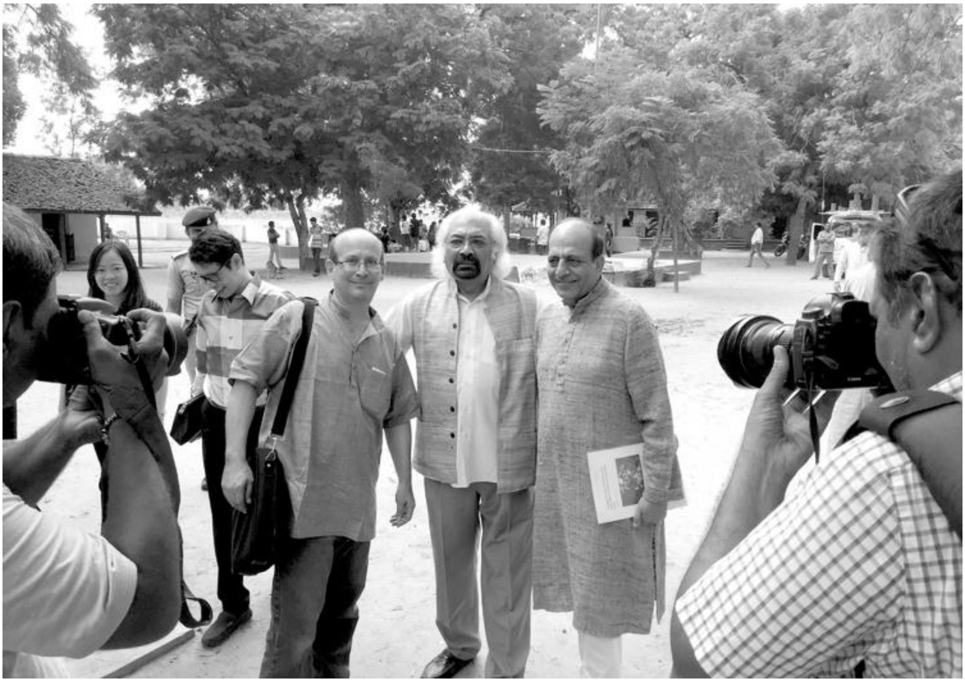

سابرمتی آشرم میں تصویر کھنچواتے کارل، سیم اور دنیش ترویدی۔

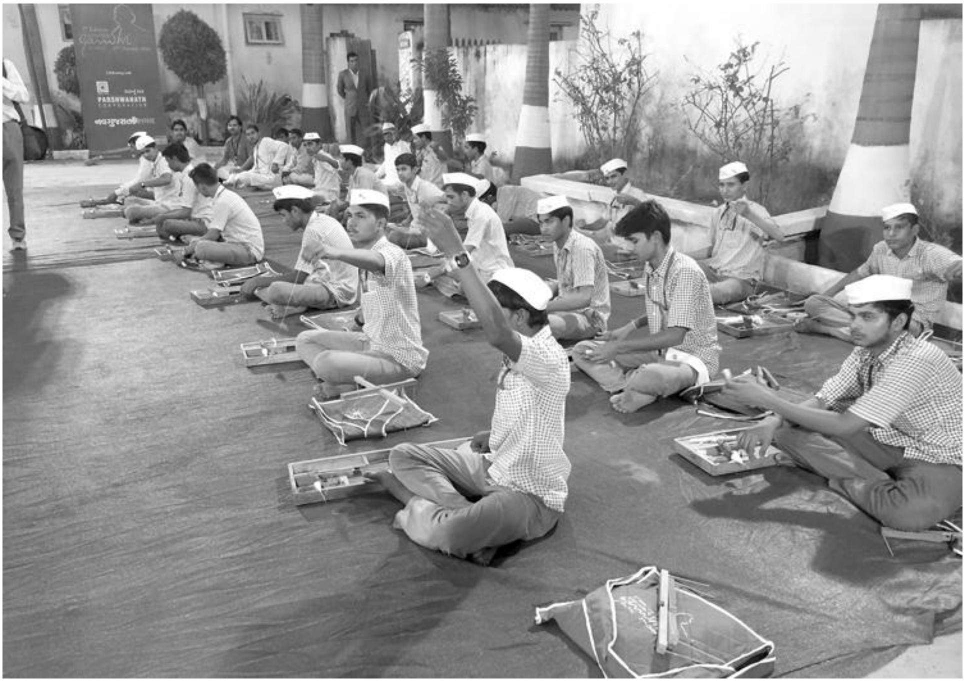

کوچرب آشرم میں، سوت کاتتے طالب علم۔

کوچرب آشرم میں گاندھی جی کے پوسٹ کارڈ پر نظر ڈالتی ایلا بھٹّ۔

سابرمتی آشرم میں جمع ہوئے اسکولی بچّے۔

امریکہ اور ہندوستان میں علم تک رسائی، ڈاکٹر سیم پترودا کے تبصرے

14 جون، 2017، انٹرنیٹ آرکائیو، سین فرانسسکو

سفیر وینکٹیشن اشوک، میرے دوست، کارل، جنھیں میں اب کئی سالوں سے جانتا ہوں، اور ہندوستان اور امریکہ میں کبھی کبھی ساتھ ملکر کام کیا ہے۔ ہمارے میزبان جناب کاہلے۔خواتین و حضرات۔ شام کا سلام۔

اصل میں یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں اس خاص موقع پر آپ کے ساتھ ہندوستان اور امریکہ کے مشترکہ علم پر بات کروں۔

اس منصوبہ میں میری دلچسپی اصل میں تب شروع ہوئی تھی جب میں ڈاکٹر منموہن سنگھ سال 2006 کے وسط میں قائم کردہ قومی علم کمیشن کی صدارت کر رہے تھے۔ اس وقت ہم اداروں اور بنیادی ڈھانچے کی تعمیر میں دلچسپی رکھتے تھے۔ جس کی ہندوستان کو 21 ویں صدی میں علم مبنی معیشت کو چلانے کی ضرورت ہوگی۔

ہم نے لازمی طور سے علم تک آفاقی رسائی پر توجہ مرکوز کی، جس میں کتب خانہ، نیٹ ورک، ترجمہ، مثبت کاروائی (Affirmative Action) متعلق پروگرام، ریزرویشن، کوٹہ، براڈبینڈ نیٹ ورک شامل تھے۔ ہم نے پرائمری سے لےکر ثانوی اسکول، تجارتی یونیورسٹی تعلیم، طبی تعلیم، فاصلاتی تعلیم، اوپن سورس ویئر، اساتذہ کی تربیت جیسی تمام قسم کی تعلیم پر توجہ دی۔

تب ہم علم کی تخلیق پر بھی غور کرتے تھے، جو علم پیدا کرتے ہیں، علم کی تخلیق کیسے ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ مل کر، ہم نے زراعت، صحت، اور چھوٹی اور درمیانی سطح کی صنعتوں میں دانشورانہ ملکیت (Intellectual Property)، پیٹینٹ، کاپی رائٹ، ٹریڈمارک اور علم کے اپلیکیشن (Application) کی نگرانی کی۔ آخرکار حکومت میں علم کے کردار پر بھی غور کیا۔ اس پہل کے نتیجے کے بطور، ہم نے نیشنل نالیج نیٹ ورک کا قیام کیا۔

ہم نے ماحولیات، توانائی، آب، اساتذہ کی تربیت کے لئے کئی پورٹل تیار کئے ہیں۔ تب آخرکارہم نے مہاتما گاندھی پر ایک عظیم پورٹل تیار کیا۔

جب میں 10 سال کا تھا تب میں نے ایک گاندھیائی اسکول میں داخلہ لیا۔ ہمیں روزمرہ کی زندگی میں گاندھیائی قدر و قیمت کے بارے میں بتایا جاتا تھا۔ اوڑیشہ میں رہنے والے ایک گجراتی ہونے کے ناطے گاندھی جی، میرے ماں باپ کا گجرات سے منسلک ہونے کی واحد وجہ تھی۔ ہم اپنی روزمرہ کی سرگرمیوں میں گاندھی جی کو اپنے خیالات میں ہمیشہ بنائے رکھتے تھے۔

تقریباً اس وقت، جب ہم گاندھی پورٹل پر کام کر رہے تھے، میں نے کارل کے کام کو دیکھا، اور ہم ایک دوسرے سے منسلک ہو گئے۔ کارل کا یہ مشن سرکاری دستاویزوں کے معیارات کو لینا اور انٹرنیٹ پر ڈالنا تھا۔ میں نے سوچا کہ یہ ایک بہت ہی اہم پہل تھی، لیکن ہر بار کارل نے ایسا کرنے کی کوشش کی، ان پر حکومت کے ذریعے کورٹ مقدمات کئے گئے۔

تمام حکومتوں کا ماننا ہےکہ عوامی معیارات، چاہے وہ تحفظ، آگ، یا بلڈنگ کوڈ ہی کیوں نہ ہوں، یہ تمام حکومت کی جائیداد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کارل، ان تمام دستاویزوں کو انٹرنیٹ پر ڈالکر، دانشورانہ ملکیت (Intellectual Property) قوانین کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔

جب میں نے اس کے بارے میں سنا، تو میں اور زیادہ پرجوش ہو گیا، کیونکہ میرے لئے، یہ ستیہ گرہ کا ایک گاندھیائی طریقہ تھا۔ میں نے کہا، " کارل، ہمیں یہ لڑائی لڑنے کی ضرورت ہے۔ وہ قانونی طور پر صحیح ہو سکتے ہیں، لیکن وہ اخلاقی طور پر غلط ہیں۔ "

[تعریف وتحسین]

اصل میں یہ تمام معیارات عوامی تحفظ اور مفاد عامہ کے لیے ہے۔ پھر آپ عوام کو ان معیارات تک پہنچنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے ہیں؟ مجھے اپنے گھر میں بجلی کی وائرنگ کے لئے معیارات کو کیوں خریدنا پڑتا ہے؟ جبکہ مجھے پتا ہے کہ خراب تاروں سے آگ زنی کا خطرہ ہو سکتا ہے؟

حکومت آپ کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ کارل کو امریکہ، جرمنی، ہندوستان اور آپ کہ سکتے ہیں پوری دنیا میں عدالتی مقدموں کا مقابلہ کرنا پڑا۔

ہمارا کام بنیادی طور پر اس کے لئے اخلاقی بنیاد پر لڑنا ہے، کہ یہ عوامی جانکاری ہے اور اس کو عوامی کیا جانا چاہئیے، اور کسی کو بھی حکومت کے ذریعے ان پرانے اور فرسودہ قوانین کو نہیں سننا چاہئیے۔

جب میں انٹرنیٹ اور انٹرنیٹ کی قوت کو دیکھتا ہوں، تو مجھے لگتا ہے کہ انٹرنیٹ کےفراہم کردہ مواقع اور علم کے شعبے میں ہماری سوچ گھٹیا ہے۔ ہندوستان میں کئی مواقع پر میں نے کہا کہ ہمارے پاس 19ویں صدی کی ذہنیت، 20ویں صدی کے عمل اور 21ویں صدی کے اطلاعاتی مواقع ہیں۔

کارل ان معیارات کو عوام کی نظر میں لینے کی کوشش کر رہے ہیں جس سے کہ قانون کو بدلا جائے۔

جہاں بھی آپ دیکھتے ہیں، آپ پائیںگے کہ تمام عمل فرسودہ ہیں۔ لیکن کوئی بھی ان فرسودہ عمل کے خلاف کھڑا ہوکر کہے کہ " یہ بدلنا چاہئیے اور ہمیں نئے قانون نئے عمل کی ضرورت ہے " اس میں کچھ تبدیلی ہو رہی ہے، لیکن جس رفتار سے ہونی چاہئیے اس رفتار سے نہیں ہو رہی ہے۔

جب ہم علم معیشت کو دیکھتے ہیں تو ہم تجربہ کرتے ہیں کہ علم اصل میں مستقبل کی جمہوریت کا چوتھا ستون ہے۔ آج، جمہوریت کے تین ستون ہیں : انتظامیہ، عدلیہ، اور مقننہ۔

ہم اس بات کے قائل ہیں کہ علم اور اطلاع مستقبل کی جمہوریت کی کنجی ہے۔ اگرچہ اس پیغام کو مؤثر طریقے سے بڑی تعداد میں لوگوں تک نہیں پہنچایا گیاہے۔ آج، ایک طرف، ہمارے پاس وہ تمام قوانین ہیں جو فقدان کی معیشت پر مبنی ہیں، جبکہ ہم ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں جہاں ہمارے پاس کثرت کی معیشت ہے۔

مثال کے طور پر ہندوستان میں ہم بہت زیادہ مقدار میں خوردنی اشیاء کی پیداوار کر سکتے ہیں۔ بہت زیادہ عرصے پہلے کی بات نہیں ہے، جب لوگوں کو بتایا گیا کہ ہندوستان 600 ملین لوگوں کو نہیں کھلا پائےگا۔ ہندوستان کو باسکیٹ کیس مانا جاتا تھا۔ آج نہ صرف ہندوستان 1.2 بلین لوگوں کو کھانا کھلا سکتا ہے، بلکہ ہندوستان کے پاس اضافی کھانا ہے۔ اسی وقت، 200 ملین لوگ ہندوستان میں بھوکے ہیں کیونکہ ہم نے مال رسد (logistics) کے لیے اطلاعاتی ٹکنالوجی کاصحیح استعمال نہیں کیا تاکہ صحیح وقت پر صحیح لوگوں کو رسد حاصل ہو سکے۔

یہ ایسے چیلنجز ہیں جن کے لئے نئی ذہنیت اور نئی سوچ کی ضرورت ہے۔

یہ سچ مچ مجھے اس حصے میں لے جاتا ہے، جس پر میں کچھ وقت کے لئے کام کر رہا ہوں۔
مجھے یقین ہے کہ دنیا کو لازمی طور سے دوبارہ ڈیزائن کرنے کی ضرورت ہے۔

کارل اور میں تقریباً دو سالوں سے اس پر بات کرتے آ رہے ہیں۔ دنیا کو پچھلی بار امریکہ نے دوسری عالمی جنگ کے بعد دوبارہ ڈیزائن کیا تھا، جب عالمی بینک، آئی ایم ایف، ناٹو، ڈبلیو ٹی او، جی ڈی پی، جی این پی، فی شخص آمدنی، ادائگی توازن، تجارتی نقصان، اور تمام قسم کے اشاروں کے ساتھ تیار کیا گیا تھا۔

اس ڈیزائن کو تیار کئے جانے کے بعد ہی، دنیا کو 20 سال کی چھوٹی مدت میں ہی سرمایہ داری ختم ہو گئی۔ دینگ شیاؤ پنگ نے کہا، " میں سرمایہ داری اور اشتراکیت کو منسلک کر رہا ہوں"۔
گورباچیو آئے اور سوویت یونین کی ضروریات کے ایک دم برعکس بولا۔ وہ اپنے تجربےمیں ناکام رہے، لیکن وہ بہت سے چھوٹے چھوٹے ممالک کی توانائی کو ریلیز کرنے کے اس تجربےمیں کامیاب رہا۔

سبھی لوگ جمہوریت، آزاد بازار، سرمایہ دار، انسانی حقوق کے احترام کی توقعات کے ساتھ آئے، جو پرانے ڈیزائن کی بنیادی اہمیتیں تھیں۔ یہ ڈیزائن امریکہ کے لئے اچھی طرح سے کام کیا۔ یہ ایسی قدریں ہیں جو دنیا میں بڑی تعداد میں ممالک کے لئے قابل پیمائش (scalable)، خواہش منداور عملی نہیں ہے۔

اطلاعات (Information) ہمیں ایک نیا ڈیزائن تیار کرنے کا موقع فراہم کرتی ہیں جو انسان کی ضروریات، نئی اقتصادی پیمائشوں پر، تجدید معیشت (regeneration) پر، ماحولیات پر، خرچ کی مخالفت میں تحفظ پر، اور آخرکار، عدم تشدد پر توجہ مرکوز کرتی ہے۔

[تالی]

پھر سے یہ کام بھی گاندھیائی خیالات سے وابستہ ہے۔ میرا ماننا ہے کہ تاریخ کے مقابلے میں گاندھی کے نظریات آج کی دنیا کے لئے زیادہ بامعنی ہیں۔

انٹرنیٹ کے ذریعے، ہم اصل میں گاندھیائی خیالات کے ساتھ بڑی تعداد میں نوجوانوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ نئی تکنیک اور امکانات کے ساتھ، دنیا میں تمام چیزوں کے ساتھ، لڑائی کا کوئی سبب ہی نہیں ہے، کیونکہ اگلے 20 سالوں میں طویل عمر، پیداوار، کھانا، نقل وحمل، ابلاغ، طب، ماحولیات اور توانائی کو لےکر بہت کچھ بدلاؤ ہونے والا ہے۔

یہ ہمارے سماج کی تشکیل کا ایک دم نیا طریقہ فراہم کرےگا۔

دنیا کو نئے رنگ و روپ دینے کے بارے میں آج بہت کم بات چیت ہوتی ہے۔ ہرکوئی پرانے ڈیزائن میں ہی پھنس‌کر رہ گئے ہیں۔ سبھی کا ماننا ہے کہ ہمیں امریکہ کی نقل کرنی چاہئیے، اور ہمیں وہی کرنی چاہئیے جو 70 سال پہلے امریکہ نے کیا تھا۔ میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں جو یہ مانتا ہوں کہ یہ ڈیزائن اب ایک دم کام نہیں کرتا ہے۔

میں یہ سوچتا ہوں کہ کارل، انٹرنیٹ آرکائیو اور دیگر تمام ایک طرح سے اطلاع کو جمہوری کرنے، لوگوں کو مضبوط بنانے، انہیں اپنے مستقبل پر زیادہ حق دینے، انہیں اپنی جمہوریت میں حصہ لینے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔

آج، کئی ممالک میں، جمہوریت موجود ہے، پھر بھی کوئی کام کرنے کی بہت زیادہ آزادی نہیں ہے۔

انٹرنیٹ آرکائیو اور انٹرنیٹ، ان دستاویزوں کو بڑی تعداد میں لوگوں تک پہنچا رہے ہیں، اس کو دستیاب کرا رہے ہیں، کہیں بھی، کسی بھی وقت پر اور وہ بھی مفت میں جو اصل میں دنیا کے مستقبل کے لئے بالکل الگ اصول فراہم کرتا ہے۔

میں امکان کو لےکر بہت پرجوش ہوں۔ میں بھی اس میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ آج مجھے یہ موقع حاصل ہوا ہے کہ میں کارل کے ساتھ ہوں۔

کارل اور میں گزشتہ سال 2 اکتوبر کو ہندوستان گئے تھے۔ ہمارے گاندھی آشرم میں ایک بڑا انعقاد تھا، جہاں میں نے تقریباً 100 لوگوں کا ایک اجلاس بلایا تھا۔

ہم سبھی نے ایک دن اس بات پرغور کرتے ہوئے گزارا کہ ہم گاندھیائی خیالات کو کیسے باہر لا سکتے ہیں؟ ہم کیسے گھروں، کمیونٹیز، شہروں، ریاستوں، ممالک، ممالک کے درمیان عدم تشدد کی باتیں پھیلا سکتے ہیں؟

بدقسمتی سے، دنیا میں، عدم تشدد پر شاید ہی کوئی ادارہ ہے۔ میز پر امن کی گفتگو کرنے والے سبھی لوگ بنیادی طور پر فوجی دستہ سے ہیں۔ عدم تشدد میں ان کی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ عدم تشدد کبھی بھی سکھایا نہیں جاتا ہے۔

میں شکاگو میں رہتا ہوں۔ میں 53 سالوں سے شکاگو میں رہ رہا ہوں۔ میں آپ کو بتا دوں کہ ساری تکنیک اور جائیداد، تمام مہارت کے ساتھ، شکاگو 53 سالوں میں بالکل بھی نہیں بدلا ہے۔ شکاگو میں ہرطرف پہلے سے کہیں زیادہ گولی باری کی جاتی ہے۔

اس سب کے پیچھے کوئی بھی وجہ نہیں ہے۔

آپ یہ جان‌کر حیران ہوں‌گے کہ امریکہ میں، آبادی کے تقریباً ایک فیصد لوگ جیل میں ہے۔ فی سیکڑوں کے حساب سے دیکھا جائے تو سب سے زیادہ تعداد میں قیدی امریکہ میں ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ عالمی اوسط کے حساب سے فی ہزار میں ایک آدمی قیدی ہے، اور امریکہ فی سو آدمی میں سے ایک قیدی ہے، جو ہماری سوچ سے پرے ہے۔

ڈاکٹر سیم پترودا کے تبصرے

مجھے لگتا ہے کہ اطلاعاتی ٹکنالوجی کے ذریعے، جو بھی آج ہم کرتے ہیں اس کے علم کو بڑی سطح پر تشہیر کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کو صحیح وسائل سے لیس کریں، اور یہاں ہم یہی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ہندوستان سے 500،000 کتابیں لینا اور اسے انٹرنیٹ آرکائیو پر ڈالنا ایک بڑا کام ہے۔ مجھے پتا ہے کہ گجراتی، بنگالی، اڑیا، تمل، ہندی میں ہندوستانی زبانوں میں کچھ عظیم کتابیں ہیں، جو دنیا کے قارئین کو پڑھنے کے لئے نہیں مل پاتی ہیں۔

انھیں یہ بھی پتا نہیں ہے کہ یہ ادب بامعنی ہے۔ ہر بار جب لوگ ادب کے بارے میں بات کرتے ہیں، تو یہ صرف انگریزی ادب کے بارے میں ہی ہوتی ہے۔ تمل ادب کے بارے میں تو کوئی سوچتا بھی نہیں ہے۔

دو مہینے پہلے، میں اپنے ایک دوست سے ملا۔ انہوں نے کہا کہ تمل ناڈو میں کتب خانہ میں ایک کتاب دیکھی، جو 600 سال پرانی تھی، جہاں انہوں نے بچّوں کی پرورش و پرداخت پر ایک باب پڑھا۔ انہوں نے کہا، " اگر میں اس باب کا ترجمہ آج انگریزی میں کروں توآج کے سبھی ڈاکٹر حیران ہو جائیں گے " لیکن کسی طرح یہ ادب کھو گیا، کیونکہ یہ مقامی زبان میں ہے۔

ہمیں مشینی ترجمے کی صلاحیتوں کی ضرورت ہے جو ان مختلف زبانوں میں سے بہت اچّھی کتابیں لا سکتے ہیں اور اس کو انگریزی میں ترجمہ کر سکتے ہیں۔ کارل نے جو کچھ ایسا کرنے کی کوشش کی ہے، وہ ہندوستانی زبانوں کی کچھ کتابوں کو انٹرنیٹ آرکائیو پر ڈالا ہے، جو ایک بہترین شراکت ہے۔ یہ ایک اچّھی شروعات ہے، اور مجھے امید ہے کہ دیگر ہندوستانی زبانوں کی زیادہ سے زیادہ کتابیں انٹرنیٹ آرکائیو پر حاصل ہوںگی۔

کارل، میں آپ کی ان تمام سخت محنت کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، آپ نے جو کیا ہے، اس کی تعریف کرتے ہیں۔ میرا ماننا ہے کہ آپ ہمیں انٹرنیٹ آرکائیو کے بارے میں تھوڑا اور زیادہ بتائیںگے، آپ کے ذریعے ڈالی گئی تمام کتابیں، اور جو بھی ہو رہا ہے، اس کے بارے میں تھوڑا اور تعلیم یافتہ کریں۔

مجھے یہاں، انٹرنیٹ آرکائیو پر ہونے کی خوشی ہو رہی ہے۔ یہ در اصل ایک مندر میں آنے کی طرح ہے۔ یہ میرے لئے بہت معنی رکھتا ہے، کیونکہ یہ علم کا مندر ہے۔ مجھے اس کے بارے میں پتا نہیں تھا۔ میں نے اس کے بارے میں پڑھا تھا۔ میں نے کارل سے اس بارے میں سنا تھا، لیکن میں یہاں بہت خوش ہوں۔

مجھے امید ہے کہ میں یہاں زیادہ بار آؤں، اور اس میں حصہ لوں اور آپ سب کے ساتھ کام کروں، اور اصل میں یہاں کیا ہو رہا ہے، اس کے بارے میں تھوڑا سیکھوں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ، ایک بار پھر، میں یہاں آنے کے لئے آپ سبھی کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

میں پینل پر اپنے مددگاروں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میں کچھ خاص لوگوں کی پہچان کرنا چاہتا ہوں جن کا نام میں بتانا چاہتا ہوں، کیونکہ وہ میرے قریبی دوست اور فیملی ہیں، اور وہ یہاں ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ اس کی شروعات میں اپنی پوتی آریہ سے کرتا ہوں جو یہاں موجود ہے۔

[تالی]

یہ پہلی بار ہے جب اس نے مجھے بولتے ہوئے سنا ہے۔ وہ ہمیشہ مجھ سے کچھ پوچھتی رہتی ہے، اس نے کہا، " دادا " والد کے والد کو داد کہتے ہیں۔ وہ کہتی ہے، " آپ کس بارے میں بات کرنے جا رہے ہیں؟ " میں نے کہا، " مجھے نہیں پتا۔ "

اس نے کہا، " کیا آپ نے نوٹ تیار کیا ہے؟ " میں نے کہا، " نہیں "

[ہنسی]

اس نے کہا، " کیا آپ ہندوستان میں اپنے ٹیلی فون سے متعلق کام پر بات کرنے جا رہے ہیں؟ " میں نے کہا، " نہیں۔ "

پھر اس نے مجھ سے پوچھا، اس نے کہا، " لیکن پھر آپ کس بارے میں بات کرنے جا رہے ہیں؟ " مجھے خوشی ہے کہ وہ یہاں موجود ہے۔

میری بیٹی بھی یہاں ہے، اور جب میں عوامی مجلس میں تقریر کرتا ہوں، تب میں اس کے بارے میں فکرمند رہتا ہوں کہ کیسے اسے خوش کروں۔ اگر میں اچھی تقریر نہیں کرتا، تو وہ مجھے بتائےگی کہ، " اباجان، یہ اچھی نہیں تھی۔ "

[ہنسی]

میری بیوی اور میری بہو بھی یہاں ہے۔ میرے ایک قریبی دوست، ہندوستانی پارلیمنٹ کے ممبر، دنیش ترویدی، یہاں اپنی فیملی، اپنی بیوی اور بیٹا کے ساتھ موجود ہیں۔

[تالی]

میرا ایک اور دوست، رجت گپتا بھی یہاں ہیں۔ یہاں آنے کے لئے شکریہ۔

[تالی]

آخر میں، میرے ایک اور دوست، نشیتھ دیسائی، اور ان کی پوری فیملی ممبئی سے یہاں آئی ہے۔ شکریہ، نشتھ بھائی۔

اور یہاں آنے کے لئے آپ سبھی کا شکریہ، اور ہمیں میزبانی کرنے دینے کے لئے بہت بہت شکریہ۔

جون، 2017 کی تقریب کے انعقاد کے لئے، اس موقع کو نشان زدکرنے کے لئے گاندھی کے پوسٹر
عمارت کے باہر رکھے گئے تھے- ڈیوڈ گلین رینہارٹ کے ذریعے لی گئی تصویر-

سموسے، نان، آم کی لسّی اور ممبئی سے منگائے گئے اچار اور مسالےدار ڈرائی فروٹس پروسے گئے-
ڈیوڈ گلین رینہارٹ کے ذریعے لی گئی تصویر-

انٹرنیٹ آرکائیو میں، دنیش ترویدی (بائیں) اس واقعہ سے پہلے اچار اور سموسے کا مزہ لے رہے ہیں-
ڈیوڈ گلین رینہارٹ کے ذریعے لی گئی تصویر-

بریوسٹر کاہلے اور سیم پترودا اس انعقاد سے پہلے بات چیت کرتے ہوئے- ڈیوڈ گلین رینہارٹ کے ذریعے لی گئی تصویر-

دنیش ترویدی اور ان کی فیملی تقریر کو سن رہے ہیں- ڈیوڈ گلین رینہارٹ کے ذریعے لی گئی تصویر-

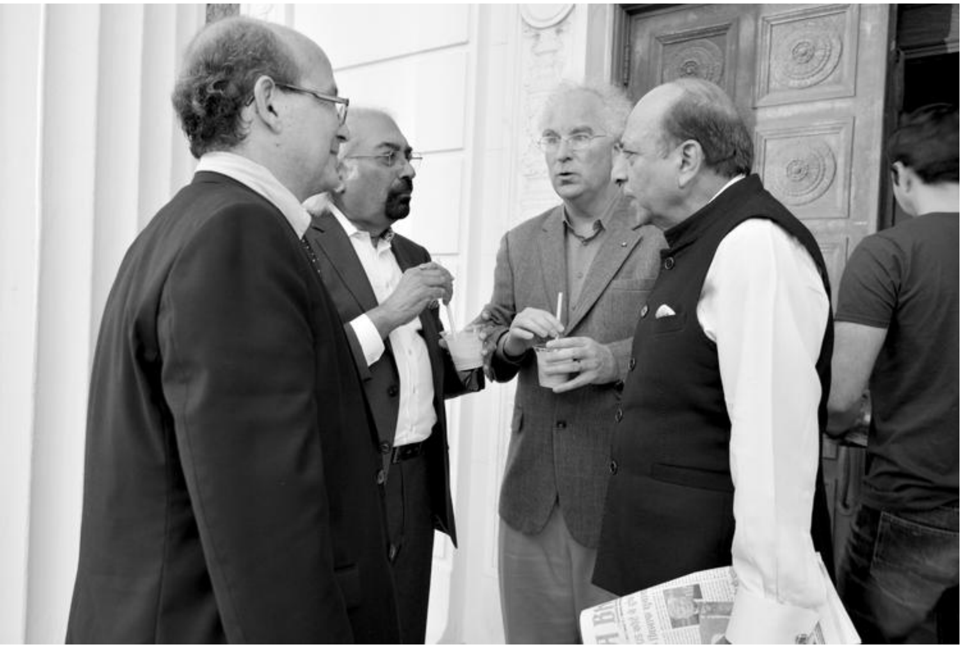

انٹرنیٹ آرکائیو میں، انعقاد کے ختم ہونے کے بعد آم کی لسّی کا مزہ لیتے ہوئے- ڈیوڈ گلین رینہارٹ کے ذریعے لی گئی تصویر-

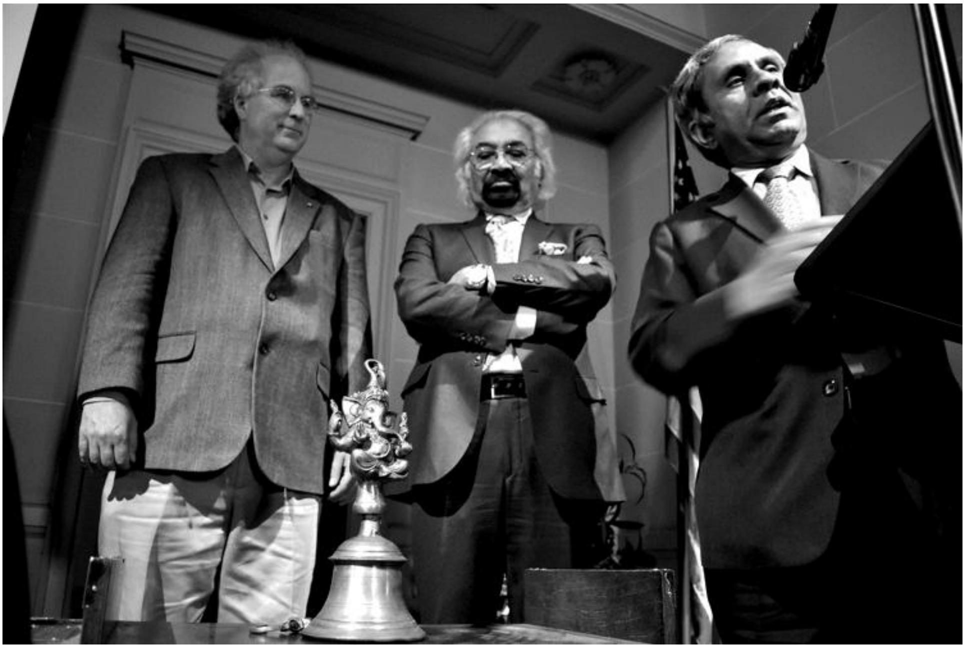

انٹرنیٹ آرکائیو میں، محترم سفیر وینکٹیشن اشوک، پوجا کی گھنٹی کی اہمیت کو بتاتے ہوئے- ڈیوڈ گلین رینہارٹ کے ذریعے لی گئی تصویر-

سفیر اشوک انٹرنیٹ آرکائیو، ایک تبدیل شدہ چرچ میں رکھے علم کے ایک مندر کے لئے 20 پاؤنڈ کی پوجا کی گھنٹی کی پیش کش کی صدارت کرتا ہے- ایڈیوڈ گلین رینہارٹ کے ذریعے لی گئی تصویر-

علم تک آفاقی رسائی، ہندوستان اور امریکہ میں، کارل مالامود کے تبصرے

14 جون، 2017، دی انٹرنیٹ آرکائیو، سین فرانسسکو

شکریہ سیم۔ مجھے خوشی ہے کہ میں، سیم کے ساتھ اکتوبر میں جڑا جب وہ ہندوستان میں، جگہ جگہ پر سیاسی محرک والی تقریر کرنے کے دورے پر تھے۔ ہم نے گاندھی جی‌کے یوم پیدائش پر سابرمتی آشرم میں تقریر کیے۔ انسٹیٹیوشن آف انجینئرس میں، مایو بوائز کالج، اور راجستھان مرکزی یونیورسٹی میں بھی تقریر کیے گئے۔ وہ جہاں بھی گئے وہاں ان کے مداحوں کی بھیڑ تھی۔ گاندھی آشرم میں جب ہم کار سے باہر نکلے تو تقریباً 100 لوگوں نے سیلفی لینے کے لئے ان کو گھیر لیا تھا۔

وہ پچھلے 50 سالوں سے ہندوستان کو اپنی شراکت دے رہے ہیں۔ جس میں تمام گاؤں تک ٹیلی فون پہنچانے سے لےکر، حال ہی میں وزیر اعظم کو فوڈ بینک بنانے کی، اور دیگر کئی دیگر چیزوں کی صلاح دینا بھی شامل ہے۔ آج کی رات ہمیں اپنا وقت دینے کے لئے آپ کا شکریہ۔

میں اپنا اختتامی خیال پیش کرنے سے پہلے ان لوگوں کا شکریہ ادا کرنا چاہوں‌گا جن کی کوششوں کے چلتے، اور جن کے کندھوں پر کھڑے ہوکر ہم لوگ یہاں تک پہنچے ہیں۔ ڈجیٹل لائبریری آف انڈیا کا قیام، ' کارنیگی میلن یونیورسٹی ' کے اور لاتعداد کتاب منصوبہ (Million Books Project) کے نقیب پروفیسر راج ریڈّی اور ڈین گلوریا سینٹ۔ کلیئر (Dean Gloria St. Clair) کی کوششوں کے بغیر ممکن نہیں تھا۔

ہندوستان میں ڈجیٹل لائبریری آف انڈیا منصوبہ کے صدر مشہور کمپیوٹر سائنس داں پروفیسر نارائن سوامی بالاکرشنن ہیں۔ ڈجیٹل لائبریری آف انڈیا اب حکومت ہند کا منصوبہ بن چکا ہے اور ملک بھر میں اس کے 25 اسکین مراکز ہیں۔ یہ بڑی کارجوئی ہے۔

لائبریری میں اسکین کی گئی 550،000 کتابیں ہیں، اور انٹرنیٹ کے آرکائیو میں 400،000 سے زیادہ اسپائننگ دستیاب ہیں۔ ہم اس منصوبہ سے منسلک ہو کر کافی خوش ہیں۔

اگر ہم ہندوستانی زبانوں کی بات کریں تو اس مجموعہ کو بہترین مانا جا سکتا ہے۔ اس میں 45،000 سے زیادہ کتابیں ہندی میں، 33،000 سنسکرت میں، 30،000 بنگالی میں، اور دیگر کئی زبانوں میں ہے۔ اس میں کل 50 مختلف زبانوں کی کتابیں موجود ہیں۔

جب انٹرنیٹ آرکائیو پر کتابوں کو ڈالا جاتا ہے، تو وہ پی۔ ڈی۔ ایف فائلوں کے علاوہ او۔ سی۔ آر کے ذریعے بھی آپریٹنگ ہوتی ہیں۔

ساتھ ہی ان کتابوں کو ایسی شکل میں بدلا جاتا ہے، جو قاری کے لئے ای-ریڈر، کنڈل اور ٹیبلیٹ میں بھی کام کر سکے۔ اس طرح کے اعلی درجے کی تکنیکی معیار کا استعمال کرکے اس مجموعہ میں کتاب تلاش کر سکتے ہیں اور کتابوں کے تحت دی گئی چیزوں کو بھی تلاش کر سکتے ہیں۔

ہم نے اس کتاب کے مجموعہ میں میٹا ڈاٹا کو بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ ہمارا ایک انجینئر انٹرنیٹ آرکائیو پر عنوانات، تخلیق کار اور دیگر میٹاڈاٹا فلڈ کے غیر واضح مطابقت پر جائزہ لیتا رہا

ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہر ایک کتاب کو ISBN نمبر اور اوپن لائبریری کارڈ کیٹلاگ سے لنک کرتا ہے۔

ڈجیٹل لائبریری آف انڈیا کی ہر ایک اکائی میں نیچے دیئے گئے " تجزیے " (reviews) کے لئے جگہ ملے گی۔ البرٹا یونیورسٹی کے سنسکرت کے مشہور عالم پروفیسر ڈومنک وزاسٹک (Dominik Wujastyk) اس جگہ کا استعمال اپنی معلومات والی درجنوں کتابوں سے مناسب میٹاڈاٹا کو جوڑنے کے لئے کر رہے ہیں۔

آپ بھی وہی کام کر سکتے ہیں۔ مثال کے لئے اگر آپ گجراتی بولتے ہیں تو آپ 13،000 گجراتی نصوص کو دیکھیں اور ان کی تجزیہ والی جگہ کو دیکھیں اور ہمیں یہ بتائیں کہ کیا یہ ایک مناسب عنوان یا مصنف ہے یا ہم نے یہ سب غلط کیا ہے۔ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔

ہند سوراج اس کا دوسرا مجموعہ ہے، یہ ایسا منصوبہ ہے جس کو کرنے میں ہمیں بہت لطف آیا۔ اس منصوبہ کا افتتاح تب ہوا جب میں کچھ وقت پہلے سیم سے ملنے گیا۔ جب ہم بات چیت کر رہے تھے، تو اس نے اپنا لیپ ٹاپ نکالکر پوچھا کہ " کیا آپ کے پاس پین ڈرائیو ہے؟ "

میں نے ان کو ایک یو۔ ایس۔ بی ڈرائیو دیا، اور ہم بات چیت کرتے رہے۔ انہوں نے مجھے نو گیگابائٹ کی پی۔ ڈی۔ ایف فائل دی۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ " مہاتما گاندھی کے مرتب کردہ کاموں کے 100 جلدیں، اس نئے الیکٹرانک ایڈیشن میں ہیں "۔ یہ سن کر میں حیرت زدہ تھا۔

مرتب کردہ کاموں کے 100 جلدوں کی تخلیق سابرمتی آشرم میں خاص طور پر دینا پٹیل کے ذریعے کی گئی تھیں۔ انہوں نے رضا کارونکے ساتھ ملکر سالوں کی محنت کرنے کے بعد مہاتما گاندھی کے کاموں کا مستقل الیکٹرانک ورژن تیار کیا تھا۔ اصل میں یہ ایک بڑی کامیابی ہے۔ فی الحال وہ ان 100 جلدوں کے ہندی ایڈیشن کی تخلیق کے لئے وسائل کو یکجا کر رہی ہیں۔ میں بےتاب ہوں اس وقت کے لئے جب یہ کام وہ کر لیں‌گی۔ ان کے ساتھ کام کرنا میرے لئے خوش قسمتی کی بات ہے۔

میں نے اس مرتب کردہ کام کو پوسٹ کیا اور انٹر نیٹ پر اسی طرح کے دیگر کاموں کو تلاش کرنا شروع کیا۔ مجھے سرکاری سرور پر جواہر لال نہرو کا پورا کام ملا لیکن وہ صحیح شکل و صورت میں نہیں تھا۔ میں نے اس کو پی۔ ڈی۔ ایف فائل میں مرتب کیا۔ ان میں تین حصے نہیں تھے۔ میں نے ان میں سے دو کو ڈھونڈا اور اس کو اسکین کرکے ترتیب دیا۔ ہم نے 78 حصوں میں سے تقریباً 77 کو پورا کر لیا ہے۔

اسی طرح، سرکاری ویب سرور پر ڈاکٹر بھیم راو امبیڈکر کے کاموں پر بھی 20 حصے موجود تھے۔ مجھے یہ بتاتے ہوئے بےحد خوشی ہو رہی ہے کہ ہم نے چھ حصوں کو جوڑکر اس مجموعہ کو پورا کر لیا ہے جو پہلے دستیاب نہیں تھے۔ لہذا اب یہ سیٹ مکمل ہو گیا ہے۔

یہ مجموعہ بہت سی کتابوں سے زیادہ ہے۔ اس میں گاندھی جی کے ذریعے آل انڈیا ریڈیو میں دی گئی تقریروں کی 129 آڈیو فائلیں شامل ہیں۔ میں نے ان آڈیو فائلوں میں سے ہر ایک کا انگریزی ترجمہ یا رپورٹ، مرتب کردہ کام سے نکالا ہے اورانہیں اس یونٹ میں شامل کرلیا ہے۔ تقریروں کو سننے کے بعد اس کا ترجمہ بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ ساتھ ہی گاندھی جی نے پچھلے اور اگلے دن کیا

کہا تھا، یہ جاننے کے لئے مرتب کردہ کام پر کلک کر سکتے ہیں۔ اپنی زندگی کے آخری سالوں میں انہوں نے جو عوامی تقریر کی تھی، اس کے ذریعے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

گاندھی جی کی آڈیو فائلوں کے علاوہ، اس میں نہرو، ربیندرناتھ ٹیگور، راجیو گاندھی، اندرا گاندھی، نیتا جی سبھاش چندر بوس، پروفیسر رادھاکرشنن، سردار پٹیل وغیرہ کے بھی کئی آڈیو فائلیں ہیں۔

میری خوشی کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس مجموعہ میں سال 1988 میں دوردرشن پر چلایا جانے والے پروگرام ' ہندوستان ایک کھوج ' کی تمام 53 ایپی سوڈ بھی ہیں۔ یہ ایک غیر معمولی کتاب ہے۔ نہرو جی نے کہا ہے کہ یہ کتاب انہوں نے جیل میں لکھی تھی۔

اس کے تمام 53 ایپی سوڈ کے ذیلی عنوانات (subtitle) انگریزی میں ہیں اور ہم نے حیدر آباد کی ایک اسٹارٹ اپ کمپنی، ای-بھاشا لینگویج سروسیز (E-Bhasha Language Services)کے ساتھ ملکر کام کیا ہے۔ یہ گاندھی اور رامائن کے ایپی سوڈس سمیت چھ ایپی سوڈس کے ذیلی عنوانات صرف انگریزی زبان میں ہی نہیں ہیں بلکہ ہندی، اردو، پنجابی اور تیلگو زبانوں میں بھی دستیاب ہیں۔ ہماری یہ امید ہے کہ تمام 53 ایپی سوڈس کے ذیلی عنوانات مختلف زبانوں میں ہونگے تاکہ ہندوستان کی تاریخ، ہندوستان اور دنیابھر کے اسکولی بچّوں کے لئے دستیاب ہو سکے۔

ہمارے پاس ہندوستان سے متعلق دو اور وسائل ہیں۔

سب سے پہلے مجھے وزارت اطلاعات کے سرور پر ایسے 90،000 تصاویر ملیں جنہیں عام طور پر دیکھی جا سکتی ہیں لیکن وہ آسان نہیں تھے۔ میں نے ان کو نکالا اور ان میں سے ایسے 12،000 تصویروں کو منتخب کیا جن کا معیار زیادہ اچّھا تھا اور ان کی تاریخی اہمیت تھی اور ان کی زمرہ بندی کرکے ' فلکر (Flickr) ' پر ڈال دیا۔ اگر آپ ریل گاڑی، مندروں، دیہی ہندوستان، کرکٹ یا نہرو اور اندرا گاندھی کی ان تصویروں کو دیکھنا چاہتے ہیں، جب وہ چھوٹی بچّی تھی تو اس کو بھی آپ دیکھ سکتے ہیں۔

اس میں ایسے بھی مجموعہ ہے جس پر میں نے کافی وقت لگایا ہے، وہ ہے ہندوستان کا ٹیکنیکل پبلک سیفٹی اسٹینڈرڈس، 19،000 سے زیادہ، سرکاری ہندوستانی معیار۔ آپ ان کو انٹرنیٹ آرکائیو اور میرے سرور law.resource.org پر دیکھ سکتے ہیں۔

آج کی دنیا تکنیکی دنیا ہے۔ ٹیکنیکل پبلک سیفٹی اسٹینڈرڈس میں نیشنل بلڈنگ کوڈ آف انڈیا، اسٹینڈرڈس فار دی سیفٹی ایپلی کیشن آف پیسٹی سائیڈز، اسٹینڈرڈس فار پراسیسنگ اسپائسیز اینڈ فوڈ، اسٹینڈرڈس فار دی پروپر آپریشن آف ٹیکسٹائل مشینس، دی سیفٹی آف بریجیز اینڈ روڈ، وغیرہ شامل ہیں۔

ان میں سے بہت سے معیار قانون کی شکل میں ہیں یا وہ قانونی طور پر لازمی ہیں۔ یہ سب قانون ہے۔ سیمنٹ، گھریلو بجلی کی مصنوعات، غذائی مصنوعات اور گاڑیوں کے پرزیں وغیرہ ایسی درجنوں مصنوعات ہیں جن کو ہندوستان میں تب تک نہیں بیچا جا سکتا جب تک وہ ہندوستانی معیارات پر کھرے نہیں اترتے ہیں۔

ایسے قوانین کی معلومات ضروری ہے جو کارخانہ اور مصنوعات کو محفوظ رکھتا ہے اور ہندوستان میں اور دنیا میں کاروبار کرنے کے لئے ضروری ہے۔ جب تک آپ ان کو قوانین کے مطابق نہیں بناتے ہیں تب تک ان کو ہندوستان میں نہیں بنا سکتے ہیں۔ یہ کوڈ قانون ہیں۔

لیکن یہ معیشت سے زیادہ کی بات ہے۔ ہندوستانی معیار یہ واضح کرتے ہیں کہ ہندوستانی شہروں اور گاؤں کو کیسے محفوظ رکھا جا سکتا ہے، کس طرح خطرناک مواد کو منتقل کیا جاسکتاہے، آگ لگنے کی حالت میں اسکولوں اور عوامی عمارتوں میں مناسب راستے کی سہولت کو کس طرح فراہم کی جائے، بجلی کے تاروں کو محفوظ طریقے سے طریقے سے کیسے لگائیں۔ یہ سرکاری معلومات ہر ایک شہر کے افسر، اسکول پرنسپل، عمارتوں کے مالکان اور متعلقہ شہریوں تک پہنچنی چاہئیے۔

یہ بات صرف معیشت اور عوامی تحفظ کی نہیں ہے بلکہ یہ تعلیم کی بات بھی ہے۔ ہندوستانی معیار ہندوستان کی تکنیکی دنیا کے بیسٹ کوڈیفائڈ نالج کی نمائندگی کرتا ہے۔ ان معیارات کی تشکیل مشہور انجینئروں، سرکاری ملاز مین اور پروفیسروں کے ذریعے کی گئی تھیں، جنھوں نے اپنی مرضی سے وقت دےکر یہ کام کیا۔ یہ معیار اہم تعلیمی وسائل ہیں جن کا استعمال ہندوستانی یونیورسٹیوں کے ساٹھ لاکھ انجینئرنگ طلباء کرتے ہیں۔

ہندوستانی معیارات کے لئے، ہم عام طور پر دستاویزوں کو اسکین کرنے اور پوسٹ کرنے سے زیادہ کام کرتے ہیں۔ تقریباً 1،000 اہم معیارات کو ماڈرن ایچ۔ ٹی۔ ایم۔ ایل میں بدل دیا گیا ہے۔ ہم نے ڈائگراموں کو ایس۔ وی۔ ایچ فارمینٹ میں پھر سے بنایا ہے، ہم نے پھر سے فہرست کو اس کے مطابق بنایا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ اپنے موبائل فون پر معیارات کو دیکھ سکتے ہیں اورآپ کےکاغذ یا سافٹ ویئر کے پروگرام میں اعلی معیار کے ڈائگرام اور ٹیکسٹ کو کٹ اور پیسٹ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔اس سے انہیں مزید مفید بنا دیتا ہے۔

نہ صرف ہندوستان میں بلکہ پوری دنیا میں ٹیکنیکل پبلک سیفٹی لاء اعلی قیمتوں میں فروخت ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر ان کے کاپی رائٹ کا استعمال کرکے اس کی نقل کرنے پر نوٹس بھیج دیتے ہیں۔ مثال کے لئے نیشنل بلڈنگ کوڈ آف انڈیا کے کاپی رائٹ کی قیمت 13،760 روپیے یعنی $ 213 ہے۔ ہندوستان میں کتاب کے لئے اور اگر اسے ہندوستان سے باہر خریدی گئی تو اس کی قیمت 1.4 لاکھ روپیے ہوگی یعنی $ 2000۔

یہ سوچا جا سکتا ہے کہ یہ دستاویزات، جن کو قانون کی طاقت کی حمایت حاصل ہے اور جو سماج کے تحفظ کو یقینی بناتے ہیں، وہ آسانی سے دستیاب ہونے چاہئیے۔ لیکن دنیابھر میں، یہ پبلک سیفٹی لاء کو بھاری شرطوں کے ساتھ اور بہت زیادہ قیمت پر فروخت کیا جاتا ہے۔ یہ عالمی مسئلہ ہے، یہ ایسا مسئلہ ہے، جو پارٹیوں کی سیاست اور سیاسی تقسیم سے پرے ہے۔

میں نے اس حالت کو بدلنے کے لئے 10 سال کا وقت لگایا ہے اور یہ کافی طویل سفر رہا ہے۔ ہندوستان میں، ہم لوگوں نے ان سرکاری دستاویزوں کی کھلی تقسیم کے لئے وزارت کو ایک رسمی عرضی دائر کئے ہیں۔ میں اس عرضی میں میرے ساتھ سیم، انٹرنیٹ کے موجد ونٹ سرف، اور پورے ہندوستان کے کئی مشہور انجینئرنگ پروفیسروں کے حلف نامے (affidavits) بھی منسلک ہیں۔

جب یہ عرضی نامنظور کر دی گئی تو ہم نے مفاد عامہ مقدمے کے طور پر اپنی عرضی کو دلّی کے معزز عدالت عالیہ میں پیش کئے۔ وہاں یہ مقدمہ اب بھی چل رہا ہے۔ میں، ہندوستان میں دائر اس عرضی میں اپنے دو شریک کاروں کے ساتھ درخواست دہندہ کے طور پر شامل ہوا جن میں سے ایک شری۔ شرینواس کوڈالی، ٹرانسپورٹ انجینئر اور دوسرے ہیں ڈاکٹر سشانت سنہا، ' انڈین قانون (Indian Kanoon) ' کے خالق۔ ' انڈین قانون ' ایک عوامی نظام ہے جو مفت تمام عدالتوں کے خیالات اور تمام قوانین سے واقف کراتے ہیں۔

عدالت عالیہ کے سامنے ہماری نمائندگی شری۔ نیشیتھ دیسائی اور ان کی فرم، اور محترم سلمان خورشید، سابق وزیر قانون اور سابق وزیر خارجہ کر رہے ہیں۔ میں کافی خوش ہوں کہ شری۔ دیسائی آج کی شام میں، ہمارے ساتھ ہیں۔

قانون کی دستیابی صرف ہندوستان کے لئے سوال نہیں ہے بلکہ یہ عالمی چیلنج ہے۔ ہمارے اس طرح کا مقدمہ اقوام متحدہ امریکہ کے کورٹ آف اپیلس میں، اور یوروپ میں جرمنی کے کورٹ میں بھی لڑ رہے ہیں جہاں ہم وہاں کے شہریوں کے لئے یوروپی یونین سے منظورشدہ سیفٹی اسٹینڈرڈس کو مفت پڑھنے اور پوسٹ کرنے کی مانگکر رہے ہیں۔ ہمارے ریاستہائے متحدہ کے مقدمہ کے لئے ڈسٹرکٹ آف کولمبیا عدالت میں ہمارا نمائندہ ای۔ ایف۔ ایف اور فینویک اور ویسٹ (EFF and Fenwick & West) کر رہے ہیں اور میں اس بات کو لےکر خوش ہوں کہ آج کی رات ای۔ ایف۔ ایف کے میچ اسٹرولٹز (Mitch Stoltz) بھی آج ناظرین میں موجود ہیں۔

اس عالمی قانونی مہم میں قابل ذکر یہ ہے کہ شری۔ دیسائی اور شری۔ خورشید سمیت تمام وکیل مفت (pro-bono) کام کر رہے ہیں۔ دنیا بھر میں، نو لاء فرمس ہماری حکومتوں کو عرضی دائر کرنے میں ہماری مدد کر رہے ہیں، اور جو دس ہزار گھنٹوں کی قانونی مدد کی شراکت مفت دے رہے ہیں۔

اس کا سبب یہ ہے کہ وہ یقین کرتے ہیں کہ ملک قانون کی حکمرانی سے چلتا ہے۔ اس لئے قانون ضرور دستیاب ہونا چاہئیے۔ کیونکہ قانون کی غفلت اس کی خلاف ورزی کرنے کے لئے کوئی عذر نہیں ہوسکتا ہے۔ قانون تمام لوگوں کو پڑھنے کے لئے دستیاب ہونا چاہئیے کیونکہ جمہوریت میں قانون پر لوگوں کا غلبہ ہے۔ حکومت ہمارے لئے کام کرتی ہے۔ ہم قانون کے مالک ہیں۔ اگر ہم تعلیم یافتہ شہری بننا چاہتے ہیں تو ہمیں ہمارے حقوق اور ذمہ داریوں کی معلومات ہونی چاہئیے۔
جمہوریت انہی باتوں پر منحصر ہے۔

جب گاندھی جی جنوبی افریقہ میں تھے، تو وہ ایک وکیل سے زیادہ تھے۔ وہ ایک ناشر بھی تھے۔ انہوں نے دنیا کو بدلنے کے لئے عدالتوں اور عرضیوں کے راستے کے علاوہ اس وقت کے سوشل میڈیا کو بھی اپنایا۔ وہ بلاگر، اور نیوز سنڈیکیٹر تھے۔ وہ اشاعتی تکنیک کے استعمال میں اس وقت کے ممتاز شخص تھے۔

جب انہوں نے فینکس (Phoenix) آشرم کھولا تھا، تو انہوں نے سب سے پہلے ڈربن کے چھاپہ خانہ کو ختم کیا، اس کو چار واگنوں میں لوڈ کیا تھا، جس میں ہر ایک کو 16 بیلوں کی ٹیم کے ذریعے ڈھو کر لے جایا گیا۔

جب ان کو فینکس کے لئے نئی جگہ ملی تو وہاں پر کوئی بھی عمارت نہیں تھی۔ وہاں انہوں نے سب سے پہلے جو عمارت بنائی وہ تھی پرٹنگ پریس کی عمارت۔ وہ وہاں پر تب تک کیمپ کیا جب تک

عمارت بنکر تیار نہیں ہو گئی۔ فینکس میں سبھی لوگ ٹائپ کرنا سیکھا، اور سبھی لوگ کچھ وقت پرنٹنگ پریس پر کام کرتے تھے۔

گاندھی جی اس کو ' بریڈ لیبر ' کہتے تھے، یعنی روزانہ اپنے ہاتھوں سے کچھ کام کرنا۔ Genesis 3:19 کا کہنا ہے کہ" اپنی پیشانی کا پسینہ بہاکر اپنا پیٹ پالو (by the sweat of your brow you will eat your food) "۔ یہی ان کے فلسفہ کا کلیہ بنا۔ گاندھی جی نے کہا ہے :

" دانشورانہ بریڈ لیبر سب سے اعلیٰ فطرت کی سماجی خدمت ہے۔ اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے جہاں ایک آدمی اپنی انفرادی محنت سے ملک کی رقم میں اضافہ کر رہا ہو۔ اپنا وجود ہی کام کرنے کے لئے ہے۔ "

یہ قول قابل ذکر ہے جس پر ہمیں توجہ دینی چاہئیے۔ ہم لوگوں کو ' بریڈ لیبر ' کرنا چاہئیے۔ اور ہم لوگوں کو سماجی کارکن بننا چاہئیے جیسا کہ گاندھی جی نے کہا، سماجی کارکن سماج کو بہتر بنانے کے لئے کام کرتے ہیں نہ کہ اپنے فائدے کے لئے۔ بریڈ لیبر اور سماجی کام گاندھیائی فلسفہ کے دو بنیادی اصول ہیں اور ان کی تعلیمات نے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی ہے اور عام مقصدکو حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کےساتھ آنے کے لئے راغب کرتا ہے۔

آج کی دنیا پیچیدہ ہوتی جا رہی ہے۔ میں واشنگٹن، ڈی۔ سی۔ میں 15 سالوں سے کام کر رہا ہوں اور میں نے اپنی حکومت کو کبھی بھی ایسی پریشانی میں نہیں دیکھا ہوں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ ہی ایسا ملک نہیں ہے جو انتشار کا مقابلہ کر رہا ہے، حالانکہ ہم نے انتشار کو ایک ایسی سطح تک پہنچا دیا ہے جو پہلے ناقابل تصور سے بالاتر تھا۔

دنیابھر میں، جنگ ہو رہی ہیں۔ اب صرف دو ریاستوں کے درمیان ہی تشدد نہیں ہوتا ہے بلکہ ریاست کے لوگوں کے خلاف، اور لوگوں کا ایک دوسرے کے خلاف، خواتین اور بچّوں کے خلاف، اور ان لوگوں کے خلاف تشدد کر رہے ہیں جو صرف ان سے الگ دکھتے ہیں۔ یہاں پر دہشت گردی کے چونکا دینے والے اور ظالمانہ کارنامہ دکھائی دے رہا ہے۔

وہاں قحط اور بیماری ہے، جسے ہم اگر چاہیں تو روک سکتے ہیں۔

ہمارے سیارے پر چونکا دینے والے تشدد ہو رہے ہیں۔ ایسے تشدد جس کو ہم ماضی میں عدم واقفیت سے کرتے تھے لیکن اب اس تشدد کو پوری سمجھ ہونے کے باوجود انجام دے رہے ہیں۔

ذاتی شکل میں، اپنے معمول کے مطابق میں کھوئے رہنا اور ان چیزوں کو نظرانداز کرنا جو ہماری طاقت سے پرے ہے، عوامی زندگی میں شراکت داری لینے سے دور بھاگنا، اپنے رہنماؤں کو ان کی جوابدہی کی یاد دلانے سے کترانا، دلچسپ لگ سکتا ہے لیکن یہ غلط ہے۔

جان ایف کینیڈی نے کہا تھا کہ اگر ہم انقلاب کے پر امن طریقوں کو غیرفعال بنا دیتے ہیں، تو انقلاب کے تشدد آمیز راستے ضروری ہو جاتے ہیں۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہماری دنیا کے انتشار کے باوجود، امید بھی ہے۔ انٹرنیٹ عالمی ابلاغ کو ممکن بناتا ہے اور پوری دنیا کو تمام اطلاعات پہنچاتا ہے۔ یہ انقلاب کے پر امن ذرائع اگر ہم ان کو اپناتے ہیں تو۔

تعلیم کا مطلب ہے کہ ہم اپنے سماج کو کیسے بدلے۔ ہمیں اپنے بچّوں کو تعلیم دینا چاہئیے، ہمیں اپنے حکمرانوں کو تعلیم دینا چاہئیے۔ ہمیں خود کو تعلیم یافتہ کرنا چاہئیے

جان ایڈمس (John Adams) نے لکھا تھا کہ امریکی انقلاب تبھی ممکن ہو پایا تھا جب اس کے بانی وہ مرد اور خواتین تھے، جنھیں تاریخ کی معلومات تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ " عدم واقفیت اور جہالت دو ایسے سنگین اسباب ہیں جو انسانیت کو تباہی کے کگار پر لے جا سکتے ہیں "۔ انہوں نے کہا تھا کہ جمہوریت تب تک کام نہیں کر سکتی ہے جب تک اس کے شہری ایک تعلیم یافتہ شہری نہیں بن جاتے۔ انہوں نے کہا تھا کہ " ہمیں نرمی سے اور آسانی سے علم کے ذرائع کا پالن کرنا چاہئیے۔ ہمیں پڑھنے، سوچنے، بولنے اور لکھنے کی جرات کرنی چاہئیے۔ ہرایک شخص اور ہرایک زمرےکے لوگوں کو بیدار اور خبردار ہو جانا چاہئیے تاکہ وہ اپنی باتوں کو پرزور طریقے سے رکھ سکیں "۔

ہندوستان میں جہاں سوراج کے لئے بہادرانہ لمبی جدو جہد ہوئی تھی۔ جس نے نئے ملک کو جنم دیا۔ ایسی جدو جہد جس نے تقدیر سے ملایا-ایسی جدو جہد جس نے دنیابھر کو کام کرنے کے لئے راغب کیا-ایسی جدو جہد جو تعلیم یافتہ شہریت پر مبنی تھی۔ گاندھی جی نے جسٹس راناڈے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں خود کو تعلیم یافتہ کرنا چاہئیے تاکہ ہم اپنے حکمرانوں کو چیلنج دے سکیں۔

جن مردوں اور خواتین نے جدید دنیا میں ہندوستان کی قیادت کی، وہ ماہر، مؤرخ اور رہنما بھی تھے۔ نہروجی کے ذریعے جیل میں لکھی غیر معمولی کتاب کو دیکھیں۔ ڈاکٹر امبیڈکر کی تفصیلی نصیحت کو دیکھیں، جنہوں نے آئین کا مسودہ تیار کیا تھا۔ دنیابھر میں پروفیسر رادھاکرشنن کی شہرت کو دیکھیں، جو ایک مشہور رہنما تھے اور جو اپنے وقت میں، اپنے پورے میعاد عہد کے دوران سب سے بہترین عالم تھے۔

ہندوستان اور امریکہ، دنیا کے سب سے بڑی جمہوریت ہے۔ ہمارے پاس شہریوں کو مطلع کرنے کے لئے خاص ذمہ داری ہے۔ ہم لوگوں کو فعال شہری ہونا چاہئیے۔ ہمیں بریڈ لیبر کرنا چاہئیے۔ ہم لوگوں کو سماجی خادم ہونا چاہئیے۔

پوری دنیا میں علم کا ابلاغ کرنا ہمارے وقت کا غیر دستیاب وعدہ ہے۔ خود کو تعلیم یافتہ کرکے، اپنے بچّوں کو تعلیم یافتہ کرکے، اور وقت ہمیں شکست دے اس کے بجائے دنیا کو بدلنے کے لئے جدو جہد کرکے، ہم ترقی کے راستے پر ساتھ ملکر چل سکتے ہیں۔ اور جیسا کہ مارٹن لوتھر کنگ اکثر کہا کرتے تھے کہ، " کج راہوں کو سیدھا کر دیا جائےگا اور ناہموار راہوں کو ہموار کر دیا جائےگا " ہم تب تک کندھے سے کندھے ملاکر چلیںگے جب تک ہم خوشحالی تک نہیں پہنچ جاتے ہیں، ایسی جگہ جہاں پر علم کی دنیا کا وسیع کتب خانہ ہوں، مفت، ایسا کتب خانہ جس کو ہم ہماری مستقبل کی نسل کو تحفہ کے طور پر دے سکیں۔

برائے مہربانی اس کتب خانہ کی تعمیر کرنے میں ہماری مدد کریں۔ یہ بریڈ لیبر ہے۔ یہ عوامی کام ہے۔

جئے ہند! خدا امریکہ پر اپنی عنایت بنائے رکھے! شکریہ!

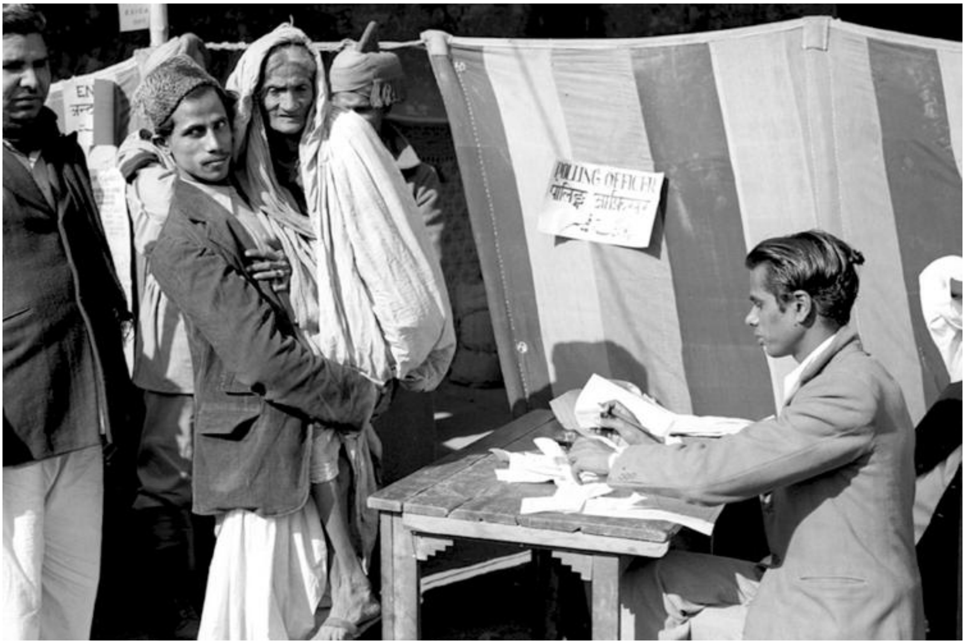

ایک بزرگ خاتون کو رائے دہندگی کا پرچہ دیا گیا، جامع مسجد، دلّی، جنوری *1952*

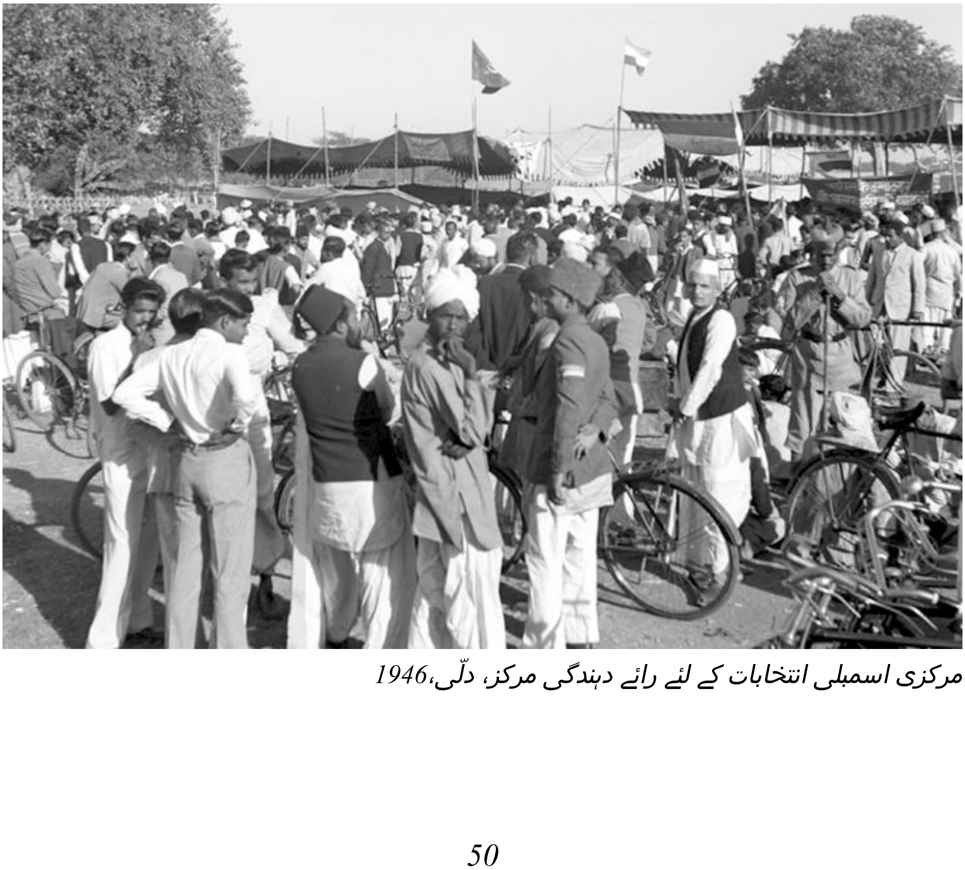

مرکزی اسمبلی انتخابات کے لئے رائے دہندگی مرکز، دلّی،*1946*

دلّی میونسپلٹی انتخابات، 15 اکتوبر، 1951

دلّی میں پکی سیاہی کو نافذ کیا گیا، جنوری، 1952

دلّی کے قریب نانگلوئی کے دیہی باشندوں کو رائے دہندگی کا پرچہ دیا جا رہا ہے، ستمبر 1951-

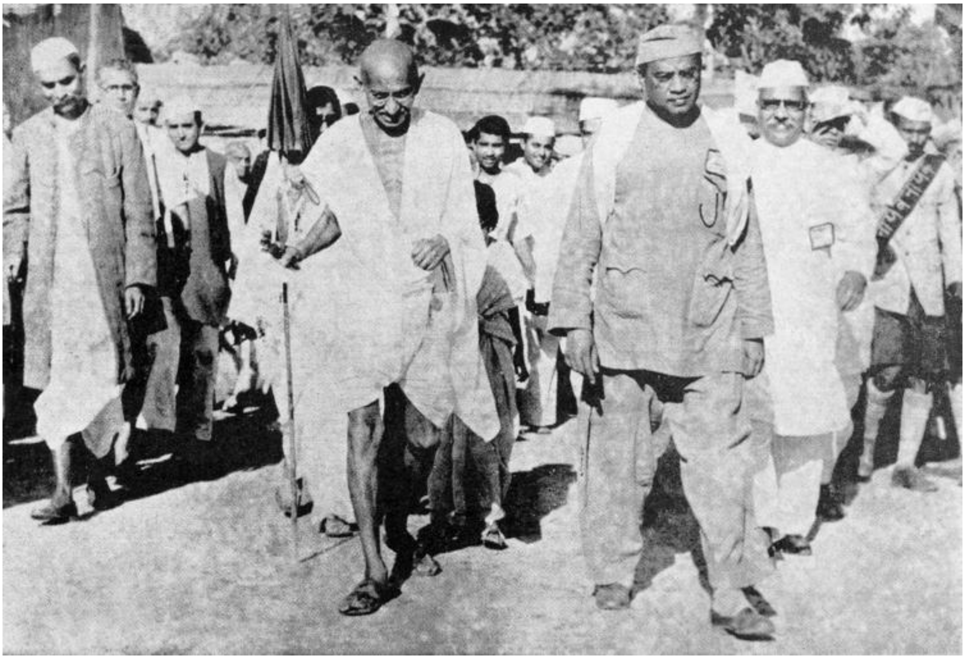

سی- ڈبلیو-ایم- جی، حصہ 71 (40-1939)، p.337، ڈاکٹر راجیندر پرساد کے ساتھ، رامگڑھ کانگریس میں

سی- ڈبلیو- ایم- جی، حصہ 72 (1940)، جمنالال بجاج کے ساتھ فرنٹسپیس، دلّی

ڈجیٹل کے زمانے میں ستیہ گرہ: ایک شخص کیا کر سکتا ہے؟

کارل مالامود، نیشنل ہیرالڈ، 8 جولائی،2017، خصوصی 75-سالہ یادگار ایڈیشن

انٹرنیٹ نے ہماری نسل کو آزاد اور قابل رسائی علم دینے کا انوکھا موقع فراہم کیا ہے۔ امریکہ اور ہندوستان کی حکومت سے ناراض ہوکر مصنف انٹرنیٹ کی افادیت کی بات کرتے ہیں۔

آج پوری دنیا میں افراتفری پھیلی ہوئی ہے۔ دنیا میں ہرچہار جانب غیرمعینہ تشدد اور دہشت پھیلی ہوئی ہے۔ اگر ہم اس پر کوئی قدم نہیں اٹھاتے ہیں (اصل میں ہم کچھ نہیں کر رہے ہیں) تو دنیا کو آب وہوا کی آفت کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ آمدنی میں عدم مساوات بڑھتی جائےگی۔ بھوک مری اور قحط بڑھتا جائےگا۔ اس طرح کے بحران کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی کیا کر سکتا ہے؟

مجھے اس کا جواب ان عظیم شخصیتوں کے ذریعے دی گئی تعلیم میں ملا جنہوں نے دنیا میں ہوئے غیر مناسب کاموں کو دیکھا اور اس کو سدھارنے اور اس میں تبدیلی لانے کے لئے کئی دہائیوں تک جدو جہد کی۔ اس بات کو ہم ہندوستان اور امریکہ میں دیکھ سکتے ہیں جہاں جدید دنیا کی سب سے بڑی اور عظیم جمہوریت ہے۔ ہندوستان میں گاندھی، نہرو اور دیگر مجاہدین آزادی کی تعلیم ترغیب دیتی ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں مارٹن لوتھر کنگ، تھرگڈ مارشل اور ان تمام لوگوں کو دیکھ سکتے ہیں جنہوں نے شہریوں کے حقوق کے لئے طویل عرصے تک جدو جہد کی تھی۔

ایک خاص شخص کے طور پر، استحکام اور لگن ہمارے عمل کی کنجی ہے۔ استحکام سے مطلب دنیا میں تبدیلی لانے کے لئے مستعد رہنا ہے۔ یہ محض فیس بک یا ٹویٹ پر کی گئی لمحاتی سرگرمی نہیں ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ مستحکم رہنے کا معنی ہے صحیح اور غلط کو سدھارنے میں، خود کو تعلیم یافتہ بنانے میں اور رہنماؤں کو تعلیم یافتہ بنانے میں دہائی لگ سکتے ہیں۔ خود کو تعلیم یافتہ کرنا کیا ہے، گاندھی جی نےجنوبی افریقہ میں اپنے پیروکاروں کو اور ہندوستان میں کانگریس کو تعلیم دی۔ انہوں نے اخلاقیات، اخلاق اور کردار پر توجہ مرکوز کرنے کی تعلیم دی۔ ایسے لوگ جو موجودہ وقت کو اپنی کمان میں لینا چاہتے ہیں انہیں گاندھی جی کی دی گئی تعلیمات کو تسلیم کرنا چاہئیے۔

گاندھی جی اور امریکہ کے مارٹن لوتھر کنگ نے دھیان مرکوز کرنے کو بھی اہم مانا ہے۔ کسی خاص مدعے کو لےکر اس کو بدلنے کی کوشش کریں۔ کام زمینی سطح پر کریں۔ اپنے ہدف کو مخصوص بنائیں۔ مثال کے طور پر، نمک پر لگے ٹیکس کو ہٹانا، کاؤنٹر پر دوپہر کا کھانا کھانے کا حق، اسکول میں پڑھنے کا حق، انتخاب میں ووٹ دینے کا حق، بٹائیداری پر کھیتی کو ختم کرنا۔

میں نے ایک دہائی تک اپنے مخصوص ہدف ' قانون کے اصول کو توسیع کرنے ' پر توجہ مرکوز کیا ہے۔ جان ایف کینیڈی نے کہا ہے کہ اگر ہم پر امن طریقے سے انقلاب نہیں کریںگے تو لازمی طور سے انقلاب تشدد کی شکل لے لےگا۔ ایک منصفانہ سماج اور ترقی یافتہ جمہوریت میں ہم لوگ ان اصولوں کو جانتے ہیں جس کے ذریعے ہم خود کو منضبط کرتے ہیں۔ دنیا کو ترقی یافتہ بنانے کے لئے ہم ان اصولوں کو بدلنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔

> **عوامی سیکورٹی کوڈ تک رسائی کیوں محدود ہے؟**

ہماری جدید دنیا میں کئی خاص قسم کے اصول ہیں، جن کو عوامی سیکورٹی کوڈ کہتے ہیں۔ یہ تکنیکی معیار ہیں جو مختلف باتوں پر کنٹرول رکھتے ہیں۔ جیسے، ہم محفوظ گھروں اور دفتروں کی تعمیر کیسے کرتے ہیں، کارخانوں میں مشینری سے مزدوروں کی حفاظت کیسےکرتے ہیں، جراثیم کش کا مناسب استعمال کیسے کرتے ہیں، آٹوموبائل کا تحفظ، ندیوں اور سمندروں کی سلمیت کا تحفظ وغیرہ۔ یہ ہمارے اہم قوانین میں سے ہیں۔

کچھ استثنا کو چھوڑکر پوری دنیا میں ' فورس آف لاء ' والے عوامی سیکورٹی کوڈ جان بوجھ کر ممنوع قرار دئے گئے ہیں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں غیر سرکاری تنظیمات کا ایسا سلسلہ ہے جو عمارت اور آگ کے کوڈ کا تعین کرتا ہے۔ دوبارہ ان کوڈوں کو قانون میں وضع کیا جاتا ہے۔ ان کوڈ کی لاگت فی کاپی سینکڑوں ڈالر ہوتی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ ان پر کاپی رائٹ لگایا جاتا ہے تاکہ کوئی شخص ذاتی پارٹی سے لائسنس لئے بنا کسی کو یہ قانون نہیں بتا سکے۔

ہندوستان میں بھی یہی ہو رہا ہے لیکن یہاں خصوصی عوامی تحفظ اطلاعات کی تقسیم کو حکومت پابند کرتی ہے۔ ہندوستانی اسٹینڈرڈز بیورو (Bureau of Indian Standards) ان کوڈوں پر کاپی رائٹ لگاتا ہے۔ نیشنل بلڈنگ کوڈ آف انڈیا کی کتاب کے لئے 13،760 روپیے لیتا ہے۔ بیورو کا کہنا ہے کہ یہ اہم عوامی حفاظت کے معیارات ان کی ذاتی ملکیت ہے اور اس تحریر کو پڑھنے یا بولنے کے لئے لائسنس لینا ہوگا اور فیس کی ادائگی کرنی پڑےگی۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ بیورو کا کہنا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص ان کوڈوں کا اس سے زیادہ مفید ایڈیشن نہیں بنا سکتا ہے۔

میری معلومات میں یہ بات آئی ہے کہ سرکاری آفت انتظام ٹاسک فورس کا اجلاس ہوا تھا۔ اس میں یہ مشورہ دیا گیا تھا کہ جن سرکاری افسر پر ہنگامی صورتحال تحفظ کی ذمہ داری ہے ان کو اس خصوصی تحفظ کوڈ کی کاپیاں دی جائیں۔ لیکن بیورو نے افسروں کو مطلع کیا کہ یہ کاپیاں تبھی دی جائیںگی جب ہرایک افسر لائسنس سےسمجھوتہ کرےگا اور 13،760 روپیے کی قیمت ادا کرےگا۔ کاپیاں لینے کی اجازت نہیں ہوگی۔

ایک دہائی سے میں نے اس صورت حال کو بدلنا شروع کیا ہے۔ میں نے ایک چھوٹی سی غیر سرکاری تنظیم شروع کی۔ میں نے اس کے ذریعے دنیا کی تمام حصوں سے قانونی طور سے سیکورٹی کوڈ خریدنا شروع کر دیا۔ امریکہ میں، میں نے 1،000 سے زیادہ وفاقی ضروری تحفظ معیارات کو خریدا۔ ان کو اسکین کیا اور پوسٹ کیا۔ میں نے ہندوستان میں 19،000 ہندوستانی معیارات خریدے اور ان کو انٹرنیٹ پر پوسٹ کیا۔

ہمارا کام ان کاغذات کو خریدکر انہیں کاپی اور اسکین کرنے تک محدود نہیں رہا۔ ہم نے کئی اہم دستاویزوں کا دوبارہ ٹائپ کیا۔ ان کو جدید ویب پیج میں ڈالا۔ خاکوں کو دوبارہ بنایا۔ متن کی چھپائی (ٹائپوگرافی) جدید طریقے سے کی۔ ہم نے ان کوڈوں کی معیاربندی کی، جس سے نابینا لوگ ان دستاویزوں پر آسانی سے کام کر سکیں۔ ہم نے ان کوڈ کو ای-بک کی صورت میں دستیاب کرایا۔ ایسی سہولت دی کہ مکمل متن کی تلاش کی جا سکے۔ ہم نے بک مارکس دی اور محفوظ ویب سائٹ بھی کی۔

> امریکہ اور ہندوستان کی ناراض حکومتیں

حکومتیں خوش نہیں تھیں۔ امریکہ میں ہمارے اوپر چھے مدعی کے ساتھ مقدمہ چلایا گیا ہے۔ قانون بتانے کے حق کے لئے ہمارا معاملہ امریکہ کے کورٹ آف اپیل میں پیش ہے۔ ہندوستان میں بیورو نے ہمیں دیگر کوئی دستاویز بیچنے سے انکار کر دیا۔ وزارت میں رلیف کی عرضی کو خارج کر دیا گیا۔ پھر ہم نے ہندوستان میں اپنے معاونین کے ساتھ ملکر ایک مفاد عامہ عرضی دائر کی، جو فی الحال معزز عدالت عالیہ دلّی میں درج ہے۔ ہمارے وکیل پورا وقت دیتے ہیں۔ وہ بلامفاد کے کام کرتے ہیں یعنی کہ اس کام کے لئے روپیے نہیں لیتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے ہمارے کام کی حمایت کرتے ہوئے 10 ملین ڈالر سے زیادہ مفت قانونی مدد کی ہے۔

ہم عدالت سے انصاف مانگ رہے ہیں۔ ساتھ ہی ہر ایک سال ان دستاویزوں کو انٹرنیٹ پر لاکھوں ناظرین کے لئے دستیاب کرانے کا کام بھی کر رہے ہیں۔ ہندوستانی معیارات ہندوستان کے مشہور انجینئرنگ اداروں میں خاص طورپر مقبول عام ہیں۔ یہاں کے طالب علم اور پروفیسر خوش ہیں کہ ان کی تعلیم کے لئے ضروری اہم معیارات آسانی سے مل سکتے ہیں۔

ہر ایک نسل کو موقع حاصل ہوتا ہے۔ اصل میں انٹرنیٹ نے دنیا کو حیرت-انگیز موقع فراہم کیا ہے : اس کے ذریعے ہر ایک شخص آفاقی طور پر علم حاصل کر سکتا ہے۔ میں بڑی جمہوریت کے قانون، حکومت کے فرمانوں تک پہنچنے پر توجہ مرکوز کرتا ہوں۔ لیکن یہ ایک بڑا کام کا صرف باریک حصہ ہے۔

ہماری سوچ اونچی ہونی چاہئیے۔ جدید دنیا میں، دانشوروں کے ادب، تکنیکی دستاویزوں، قانون یا علم کے دیگر زخیروں تک پہنچنے کے عمل کو ممانعت کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جیسا کہ بھرترہری نے پالیسی میں لکھا ہے، " علم ایک ایسا خزانہ ہے جس کو چرایا نہیں جا سکتا۔ " علم بغیر کسی ذرائع کے سبھی کے لئے مفت ہونا چاہئیے۔

آفاقی طور پر علم اور قانون تک پہنچکر شاید ہم دنیا کی رکاوٹوں کو دور کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ تبھی ممکن ہے جب ہم عوامی طور پرکام کریں۔ جس کا ذکر گاندھی جی اکثر کیا کرتے تھے۔ اور یہ تبھی ہوگا جب ہم مخصوص اہداف پر لگاتار اور منظم طور پر توجہ مرکوز کرتے رہیں۔

مارٹن لوتھر کنگ نے ہمیں سکھایا ہے کہ تبدیلی ضرورت کے پہیوں پر خود چلکر نہیں آتی، یہ صرف مسلسل جدو جہد کے ساتھ آتی ہے۔ ہم دنیا کو بدل سکتے ہیں، لیکن اس کے لئے ہمیں جدو جہد کرنی ہوگی۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں، تو ہم اس راستے پر ہوں گے، جو ہمیں علم تک لے جاتا ہے۔ اور ہم ایسا شہر بسا پائیںگے جہاں انصاف اور مذہب کی کمی نہیں ہوگی۔

28 اکتوبر، 1954 کو شنگھائی میں ینگ پائنئرس پیلس کا سفر

16 دسمبر، 1956، پینسلوینیا میں صدر آئجینہاور کے فارم میں

14 نومبر، 1957 کو نئی دلّی میں یوم اطفال تقریب میں وزیر اعظم نہرو

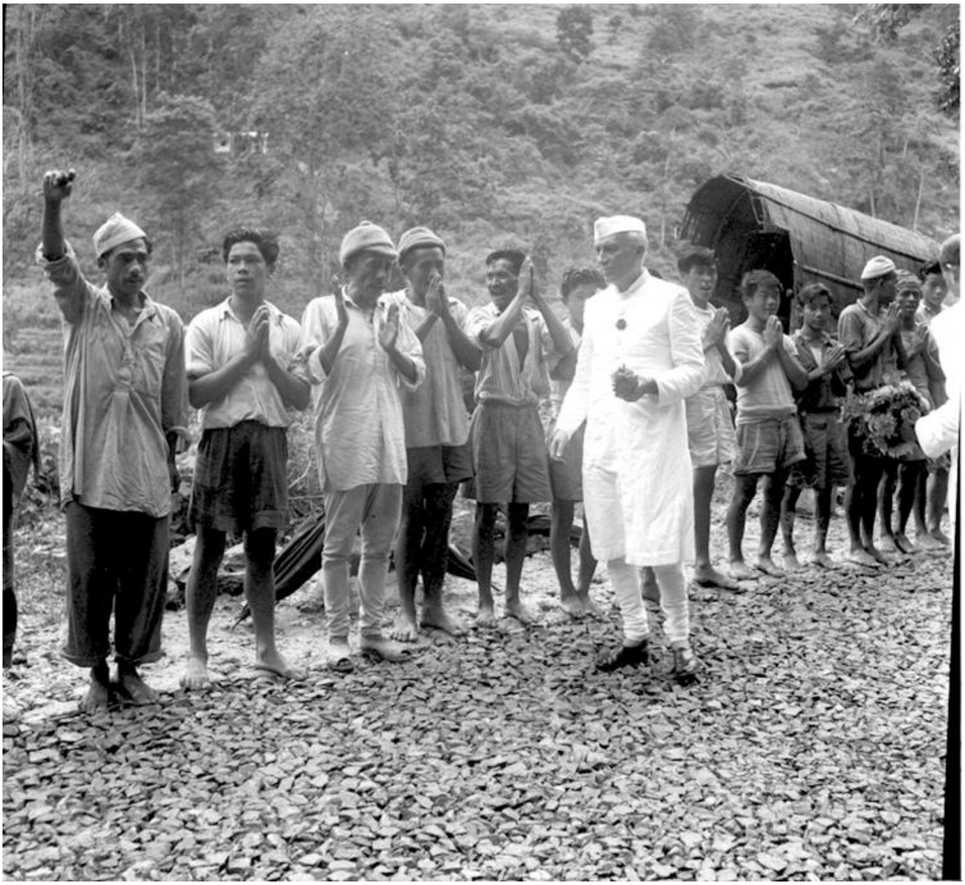

16 ستمبر 1958 کو وزیر اعظم نے مزدوروں کے ساتھ جنہوں نے ان کے بھوٹان کے سفر کے لئے ایک سڑک بنائی-

سی ڈبلیو ایم جی، والیوم 73 (1940-1941)، فرنٹسپیس،وائیسرائے سے ملنے کے راستے پر، شملہ۔

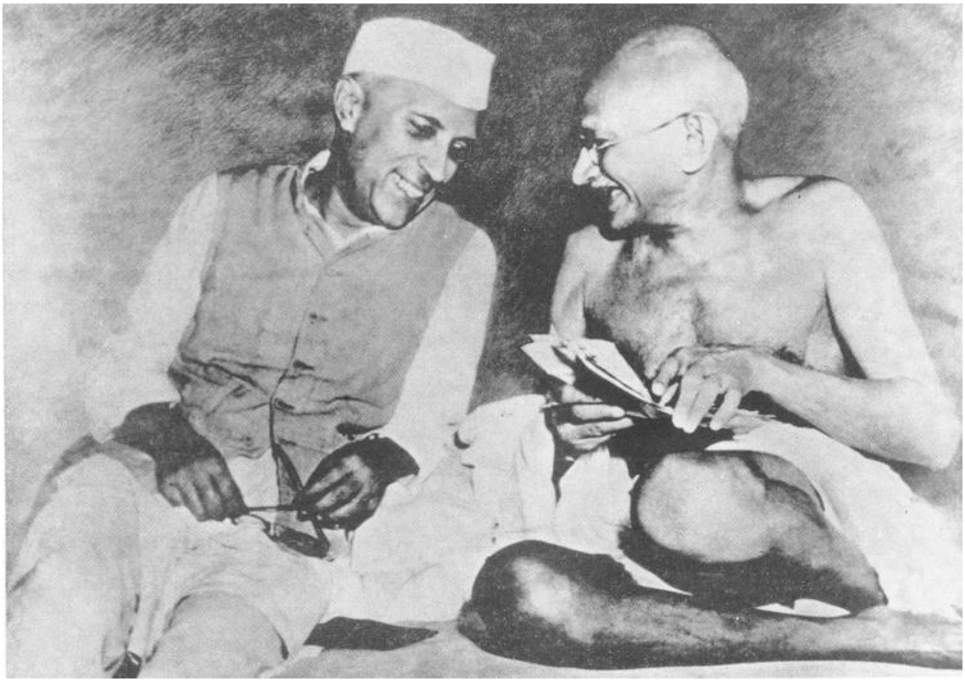

سی ڈبلیو ایم جی، والیوم 84 (1946)، صفحہ 81، جواہرلال نہرو کے ساتھ

حق اطلاعات، حق علم، :ڈاکٹر سیم پترودا کے تبصرے

(عوامی تقریر مہمان عالم کے ذریعے)، نیوما (NUMA) بینگلورو، 15 اکتوبر، 2017

گڈ مارننگ، دوستوں! میرے لئے آپ سے ملنا کافی فخر کی بات ہے۔

میرے دھیان میں نہیں تھا کہ میں کس چیز سے منسلک ہونے جا رہا تھا۔ جب میں یہاں آیا، تو کارل نے مجھے بتایا کہ آج دوپہر میں ہمارا ایک اجلاس ہے۔ انہوں نے مجھے کل ہی بتایا کہ ہم کیا کرنے جا رہے ہیں، اس لئے میں یہاں نیوما (NUMA) آیا اور ان سے پوچھا، " کیا تم صحیح سے جان رہے ہو کہ ہم صحیح جگہ پر آئے ہیں؟ "

لیکن، میں آپ سبھی کو دیکھکر بہت خوش ہوں۔ آج ہندوستان میں جوان طبقہ جو کر رہا ہے اس کو دیکھکر مجھے تعجب ہوتا ہے۔ مجھے آپ پر بہت فخر ہے۔ میں ایک ایسے شخص سے ملا ہوں جو آدیواسی لوگوں پر کام کر رہے ہیں۔ میں ایسے ایک دیگر شخص سے ملا جو قانون پر کام کر رہے ہیں۔ میں آپ جیسے کئی لوگوں سے ملا ہوں، جو اصل میں نئے ہندوستان کی تعمیر میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔

جب میں آپ جیسے کچھ لوگوں سے ملتا ہوں، تب میں ہندوستان کے مستقبل کے بارے میں بہت پرجوش ہو جاتا ہوں۔ میری پیدائش 1942 میں ہوئی تھی۔ آج میں 75 سال کا ہو گیا ہوں۔ وہ دن آزاد ہندوستان کے شروعاتی دن تھے۔

جیسے جیسے ہم بڑے ہوئے، ہمارے لئے گاندھی، نہرو، پٹیل، ابوالکلام آزاد، سبھاش چندربوس جیسے لوگ، اصلی مثالی شخص تھے۔ ہم گاندھی کے اصولوں کے ساتھ بڑے ہوئے ہیں اور ہمیں، مل جل کر رہنے، سچ، اعتماد، خود انحصاری، آسانی، قربانی اور حوصلے کی تعلیم دی گئی تھی۔

بچپن میں ہمارے لئے ان الفاظ کی بہت اہمیت تھی۔ میرے اباجان ناخوانده تھے۔ لیکن ہمارے گھر میں پانچ بڑی تصویریں تھیں۔ یہ بڑی تصویریں ان پانچ رہنماؤں کی تھیں۔ اسکول اور کالج جانے کے دنوں میں، ہندوستان کے بارے میں ان لوگوں کے خیالات خصوصی طور پر ہمارے ذہن میں رہتے تھے۔

میں، سال 1964 میں متحدہ ہائے ریاست امریکہ چلا گیا تھا اور میں نے ان 60 کی دہائی میں جو کچھ وہاں سیکھا اس سے مجھے یہ محسوس ہوا کہ ہندوستان میں تین بنیادی مسائل ہیں: عدم مساوات، آبادیات، اور ترقی۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے، پہلی جو سب سے بڑی ضرورت ہے وہ آپسی رابطہ کے ذرائع کی ہے۔

سال 1979 میں، میں دلّی آیا اور یہاں سے، شکاگو میں رہ رہی اپنی بیوی کے ساتھ ٹیلی فون پر بات نہیں کر سکا۔ اس وقت میں، ایک پانچ ستارہ ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔

اس لئے میں کچھ ناراضگی اور انجانے میں کہا کہ " میں اس ٹیلی فون سسٹم کو درست کرنے جا رہا ہوں۔ " پھر میں نے، ہندوستان میں ٹیلی فون لگانے کی کوشش میں، اپنی زندگی کے 10 سال گزارے۔

راجیو گاندھی نے مجھے سیاسی قوت ارادی دی اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کنیکٹویٹی کے فقدان میں، یہاں کوئی بھی کام شروع نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد ہم نے بیس لاکھ ٹیلی فون لگوائے، جبکہ اس سے پہلے ایک ٹیلی فون کنیکشن لگوانے میں تقریباً 15 سال لگ جایا کرتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بات آج نہ آپ جانتے ہوں، نہ آپ کے والد صاحب، لیکن آپ کے داداجی یہی جانتے تھے۔ آج ہمارے پاس 1.2 ارب فون کنیکشن ہیں۔ آج ہمارا ملک سو کروڑ لوگوں کا ایک مربوط ملک ہے۔

اصل سوال یہ ہے کہ کنیکٹویٹی ہمارے لئے کس طرح مفید ہے؟

دوسرا چیلنج علم کا ہے۔ اور علم کو عوامی دائرہ اختیار (پبلک ڈومین) میں لانے کے لئے، اور اطلاع کو جمہوری کرنے کے لئے، آپ کو کنیکٹویٹی کی ضرورت ہے۔ اسی لئے ہم نے نالج کمیشن،حق اطلاعات، حق علم وغیرہ کی شروعات کی۔ اور جن لوگوں کے ساتھ ہم کام کر رہے ہیں ان کے لئے ان کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں تھی۔ وہ نہیں سمجھ رہے تھے کہ ہم کس بارے میں بات کر رہے ہیں۔ مجھے یاد ہے جب میں نے ٹیلی فون پر کام کرنا شروع کیا، تو اس وقت ہندوستان میں کئی محاذوں پر ٹیلی فون کو بیکار بتایا جا رہا تھا۔ وہ یہ کہ رہے تھے کہ یہ غیرملک سے لوٹنے والے نوجوان (foreign return guys) کھانا اور زراعت کی فکر چھوڑکر ہندوستان میں فون لگانے پر کیوں تلے ہیں۔

میرا ان کو جواب تھا کہ " مجھے نہیں معلوم زراعت کے مسائل کو کیسے سلجھانا ہے اور زراعت کے کام کو کیسے سلجھایا جائے اس کے لئے کسی اور کو تلاش کریں۔ میں اپنا کام کرنا جانتا ہوں۔ میں فون کی مرمت کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں، لیکن میں گارنٹی نہیں دے سکتا کہ میں یہ کر پاؤں‌گا۔ لیکن ہندوستان میں ہر چھوٹی سی چھوٹی کوششوں کی بھی قیمت ہے۔ جو آپ سب سے اچھا کر سکتے ہیں، وہ کرتے رہیں،کوئی اور کسی اور کام میں ماہر ہوں گے وہ اس کام کو کریں۔ ہم سبھی کے تھوڑے تھوڑے تعاون سے بڑھیں مقصد کی حصولیابی ہوگی۔ "

سالوں پہلے ہم نے جو خواب دیکھا تھا، آپ انہیں سچ میں حقیقت بنا رہے ہیں۔ آپ کی مدد کے بغیر، ہمارے تمام کام بےکار ہو جائیں‌گے۔ اور یہ، کوئی نہیں سمجھےگا۔

میرے لئے شفاف حکومت بہت اہمیت رکھتی ہے، اور اوپن ڈاٹا اس کی بنیاد ہے۔ جب اوباما یہاں آئے تھے، تو مجھے ان کے ساتھ آدھے گھنٹے کا وقت گزارنے کا موقع ملا۔ میں نے انہیں یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ ہم دیہی ہندوستان کی کنیکٹویٹی بڑھاتے ہوئے ہم کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے ان سے راجستھان میں رابطہ کیا اور ان کو جب بتایا کہ ہم کس طرح کی کنیکٹویٹی پلیٹفارم بنا رہے ہیں، جیسے کہ جی۔ آئی۔ ایس، یو۔ آئی۔ ڈی، ڈاٹا سینٹرس، سائبر سکیوریٹی اپیلکیشن وغیرہ، تو یہ سب سن‌کر وہ بہت حیرت زدہ ہوئے۔

انہوں نے کہا، " سیم، تم ان سب کے بارے میں کیسے سوچتے ہو؟ " میں نے ان سے کہا، " اگر ہم اس طرح نہیں سوچ سکتے تو ہم نئے ہندوستان کی تعمیر نہیں کر پائیں‌گے۔ " پرانی تکنیک سے نئے ہندوستان کی تعمیر کرنا کافی مشکل ہوگا۔

نئی تکنیکیں اور ہماری جوان قابلیت پر ہی ہماری امید ہے۔ ہندوستان کی جوان قابلیت پر میرا پختہ اعتماد ہے۔ 1984 میں جب میں نے سی۔ ڈی۔ او۔ ٹی کی تشکیل کی، تب تنظیم میں ملازمین کی اوسط

ڈاکٹر سیم پترودا کے تبصرے:

عمر 23 سال تھی۔ وہ کافی باصلاحیت، محنتی، ایماندار، پرعزم، باہمت، وفادار، وطن پرست تھے، اور انہوں نے ہی تمام چیزیں بنائی۔

لوگ کہتے تھے، " آپ صرف نوجوانوں کو ہی کیوں لے رہے ہیں؟ " میں نے کہا " کیونکہ وہ فریشر، توانا، پرجوش اور ذہنی طور پر خراب نہیں ہیں۔ "

ہندوستان میں بہت سے مسائل اور چیلنجز ہیں، اس لئے جب لوگ مجھے ہندوستان کے مسائل کے بارے میں بتاتے ہیں، تو میں ان سے کہتا ہوں، " ہندوستان میں مسائل کو تلاش کرنے کے لئے آپ کو خصوصی قابلیت کی ضرورت نہیں ہے۔ " اور نہ ہی ان کے حل کرنے کے لئے آپ کو قابلیت کی ضرورت ہے۔ آپ کو صرف بہادر لوگوں کی ضرورت ہے، جو آپ کو کچھ کرکے دینے کو تیار ہیں، اور جو ہندوستان کے لوگوں کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔

ابھی ہمیں طویل راستہ طے کرنا ہے۔ اگلے 50 سال کے لئے کام پڑے ہوئے ہیں۔ میں پچھلے 40 سال سے کہتا آ رہا ہوں، " دنیا کے روشن خیال لوگ امیروں کے مسائل حل کرنے میں مصروف ہیں، حقیقت میں جن کے پاس کوئی مسئلہ ہے ہی نہیں۔ "

بالآخر غریبوں کے مسائل حل کرنے کے لئے مناسب قابلیت کی خدمت نہیں لی جاتی ہے۔ ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جو دیگر ممالک کے مقابلے میں قابلیت سے معمور ہے، جس سے غریبی دور کی جا سکتی ہے۔ ہندوستان واحد ایسا ملک ہے جس میں 40 کروڑ لوگ غریبی ریکھا سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں اور یہاں کے کامیاب شدہ حل کے طریقوں کو دوسرے ممالک کی غریبی مٹانے کے لئے بھی کیا جا سکتا ہے۔

ہمارا ملک عدم مساوات کا ملک ہے۔ ہندوستان کے بارے میں میں جو بھی کہوں، آپ اس سے بالکل برعکس کہ سکتے ہیں، اور آپ پھر بھی 100 % صحیح مانے جائیں گے۔ یہی ہندوستان کی خوبصورتی ہے۔ سماجی تنوع اور تجدید (انّوویشن) کے لئے بہت ہی زرخیز زمین ہے۔ سب سے زیادہ تنوع ہندوستان میں ہی پایا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں رہنے والے لوگ دکھنے میں ویسے نہ ہو، جیسا کہ ایک عام ہندوستانی دکھائی دیتا ہو۔

مجھے یاد ہے ایک بار جب میں میکسیکو میں ہندوستان کے سفیر سے ملنے کا انتظار کر رہا تھا۔ جہاں میں کلیدی خطیب تھا، 500 لوگوں کو خطاب کرنے کے لئے۔ تبھی کسی نے مجھ سے کہا، " ہندوستانی سفیر آ رہے ہیں " میں ان کو لینے پہنچا، لیکن وہ مجھے نہیں ملے۔ آخرکار میں نے کہا، " کہاں ہیں وہ؟ " تب ایک شخص نے بتایا، " وہ سامنے کی لائن میں بیٹھے ہیں اور آپ کا ہی انتظار کر رہے ہیں۔ "

چونکہ وہ شمال مشرقی ہندوستان سے تھے، اس لئے کچھ چینی کی طرح دکھ رہے تھے۔ اور میں نے اپنے اتنے تجربے کے باوجود، میں یہ سوچ رہا تھا کہ ہندوستانی سفیر میری طرح ہی دکھنا چاہئیے۔

ہندوستان کی یہی خوبصورتی ہے۔ یہاں کئی تہوار اور تقریب منائے جاتے ہیں۔ لیکن آج میں ہندوستان کی طرف دیکھتا ہوں تو مجھے کئی بار تفکرات گھیر لیتی ہیں۔

جب لوگ اطلاعات کو پہرے میں محفوظ رکھنا چاہتے ہیں، جب لوگ سوشل میڈیا پر جھوٹ کو پھیلاتے ہیں، کسی کی آزادی پر حملہ کرتے ہیں، اس سے برا اثر پڑتا ہے۔ یہ سبھی کی زندگی سے جڑے معاملے ہیں جہاں آپ کی ضرورت ہے۔ سبھی کے مفاد کے لئے آپ کو کم سے کم سائبر اسپیس میں تو یہ اعتماد بناکر رکھنا ہی ہوگا۔ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ پروگرام ایک خاص خطے کا ہے، یا براہمن یا ہندو یا مسلم کا ہے، اس میں کوئی چھوت چھات یا فرق نہیں کرنا چاہئیے۔

ہم ہر طرح سے ممکنہ طور پر شامل ہیں۔ اطلاعات پر سبھی کا حق ہے۔ آج کل ہندوستان میں،جس طرح کے مباحثے چل رہے ہیں وہ نچلی سطح کے ہیں۔ ہمیں واقعی ہندوستان میں مذاکرات کی سطح اوپر اٹھانے کی ضرورت ہے۔

میں آج کل ایک کتاب لکھ رہا ہوں۔ کچھ سال پہلے میں نے اپنی زندگی پر ایک کتاب لکھی تھی۔ میں نے وہ کتاب اپنی پوتی کے لئے لکھی تھی، جو ابھی صرف 6 سال کی ہے اور فرانسسکو میں رہتی ہے۔ جو ایک دن بڑی ہوگی اور پوچھےگی، " یہ بوڑھا شخص کون ہے جو 100 سال یا 75 سال پہلے امریکہ آیا تھا؟ "

اور اس کے والد، جس کی پیدائش اور جس کی پرورش ریاست ہائے متحدہ مریکہ میں ہوئی، جو کچھ بھی اس کو کہیںگے وہ بالکل بھی الگ ہوگا، کیونکہ اس کے والد نہیں جانتے ہیں کہ میں نے کس طرح کی غریبی دیکھی ہے۔ وہ یہ بھی نہیں سمجھ سکتا کہ میری پیدائش ہندوستان کے چھوٹے سے آدیواسی گاؤں میں ہوئی تھی، جہاں اس کی ماں نے اپنے گھر پر ہی 8 بچّوں کو جنم دیا۔ اس وقت نہ کوئی ڈاکٹر، نرس، ہوسپیٹل یا فارمیسی، کچھ بھی نہیں تھا۔ اور نہ کوئی اسکول تھا۔ اگر میں ان سے یہ بتاؤں بھی تو، وہ میرے اوپر یقین نہیں کریںگے۔

یہ حقیقت اور نہیں رہ سکتی۔ اسی ہندوستان کو ہمیں بدلنا ہے۔ اگر ہم 40 کروڑ غریبی ریکھا سے نیچے رہنے والے لوگوں کو، ان کی غریبی سے آزاد کرانے کے لئے تکنیک کا استعمال نہیں کرتے، تو ہم نے اپنا کام نہیں کیا۔

ہم ایسا ہندوستان نہیں چاہتے ہیں، جہاں کئی ارب پتی ہوں۔ اگر وہ ہیں، تو وہ اور بھی طاقتور ہوںگے۔ میں ان کے خلاف نہیں ہوں۔ لیکن میں ہندوستان میں ہر چیز بدلنے کے لئے تکنیک کا استعمال کرنا چاہتا ہوں، جو صرف علم سے ہی ممکن ہے۔

صرف آپ جیسے لوگ ہی یہ کر سکتے ہیں، جو صرف کھلا پن سے ہی ہو سکتا ہے۔ میرے مطابق اطلاعات سے کھلا پن آتا ہے، پہنچ بڑھتی ہے، ذمہ داری، نیٹ ورک، جمہوریت اور لامرکزیت آتی ہے۔ یہ تمام باتیں گاندھیائی نظریہ پر مبنی ہیں۔

اگر آج گاندھی جی ہوتے، تو وہ آپ سے ملکر بہت خوش ہوتے۔ میں احمد آباد میں پرسوں ایک لیکچر دینے جا رہا ہوں۔ دراصل کارل اور میں پچھلے 2 اکتوبر کو سابرمتی آشرم میں تھے اور ہم نے، اس اطلاعات اور کنیکٹویٹی کے زمانے میں، گاندھی جی کے خیالات پر توجہ مرکوز کی اور لوگوں کو یہ بتایا کہ گاندھی جی کے خیالیات، نسل انسانی کی پوری تاریخ کے باوجود، آج کے تناظر میں زیادہ بامعنی ہیں۔

ڈاکٹر سیم پترودا کے تبصرے:

جب میں آپ کو دوسری کتاب کے بارے میں بتا رہا تھا تو میں کچھ بھول گیا۔ میں دنیا کی تخلیق نو پر کتاب لکھ رہا ہوں۔ ہم نے جو دنیا تخلیق کی ہے وہ آج بالکل پرانی ہو چکی ہے۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے یو۔ این، عالمی بینک، ناٹو، آئی۔ ایم۔ ایف، جی۔ ڈی۔ پی، جی۔ این۔ پی، آدمی کی سالانہ آمدنی، ادائگی توازن، جمہوریت، انسانی حقوق، سرمایہ داری، اخراجات اور جنگ وغیرہ جیسے اداروں اور اصولوں کی تشکیل کی۔

ان تمام چیزوں کا اب کوئی معنی نہیں ہے۔ جی۔ ڈی۔ پی کی اب کوئی اہمیت نہیں ہے۔ لیکن ہم اس کی تقلید آج بھی کرتے ہیں۔ آج کے تمام میجرمینٹس بگ ڈاٹا، کلاؤڈ کمپیوٹنگ، اینالیٹکس سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ تب یہ ممکن نہیں تھا، اس لئے آپ نے اس کو ' مجموعی گھریلو مصنوعات ' کہا (gross domestic product) اور سبھی لوگ متّفق ہو گئے۔ آج کچھ بھی تلاش کر سکتے ہیں، اور کئی چھوٹی چھوٹی اطلاعات تک پہنچ سکتے ہیں، کیونکہ آپ کے پاس تجزیہ کرنے کے لئے بہت ڈاٹا ہیں۔

مجھے اس بات سے بےحد خوشی ہے کہ کوئی ہے جو کورٹ سے ڈاٹا لےکر ان کو ویب پر ڈال رہا ہے۔ میں سات سال تک اپنے سبھی چیف جسٹس سے جھگڑا کیا۔ جب بھی کسی نئے جج کی تقرری ہوتی، تو میں ان کو اگلے دن ہی کال کرتا اور ان کے گھر پر جاتا۔ ہم چائے لیتے اور انھیں قائل کرنے کی کوشش کرتے کہ انصاف حاصل کرنے میں 15 سال کیوں لگ جاتے ہیں؟ ہم تمام رپورٹوں کو کمپیوٹرائز کیوں نہیں کر سکتے ہیں اور صرف 3 سال میں ہی انصاف کیوں نہیں دلا سکتے ہیں؟ وہ کہتے، " بالکل سیم، میں آپ سے متّفق ہوں ؛ پترودا جی، ہم سبھی آپ کے ساتھ ہیں، اس کو کرتے ہیں، یہ بہترین خیال ہے۔ " لیکن اس کے بعد کچھ بھی نہیں ہوتا۔

اوسطاً ہر آٹھ مہینے میں دوسرے نئے چیف جسٹس آتے ہیں۔ تو میں ان کے پاس دوبارہ جاتا اور وہ کہتے، " آپ صحیح کہتے ہیں، ہم یہ جلدہی کریں‌گے۔ " سبھی اچھے منصوبوں کے ساتھ یہ کہتے۔ ان کا منشا تو صحیح ہوتا تھا، لیکن وہ کچھ نہیں کر پاتے تھے۔

ہندوستان میں ایک کورٹ مقدمہ کے تصفیے میں 15 سال کیوں لگ جاتے ہیں؟ آپ کی مہارت کے مطابق یہ ایک سال میں، یا دو سال میں، یا تین سال میں حل کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے تبدیلی کے لئے آپ کو ہرجگہ پر آئی۔ ٹی کا استعمال کرنے کی ضرورت ہوگی۔ آپ یہاں، اس سماج کے، پورے تانا باناکو بدلنے کے لئے ہیں۔ گھر سے آفس، پولس سے کورٹ، حکومت سے تعلیم، صحت خدمات، زراعت اور بنیادی طور پر آپ کا واحد اوزار " اطلاعات " ہوگا۔ اطلاعات میں ہمیں، علم، حکمت اور عمل کو جوڑنا ہوگا اور ساتھ ساتھ اس کے لئے، جرأت مند اور جوان لوگوں کو بھی منسلک کرنا ہوگا۔

ہندوستان میں آپ مجھے یا کسی کو بھی جو غالباً 45 سے زیادہ ہے، خارج کر سکتے ہیں۔ دراصل ان میں اس دنیا کو سنبھالنے کی قابلیت باقی نہیں ہے۔ ہندوستان میں تمام ماضی کی بات کرتے ہیں، مستقبل کی بات کوئی بھی نہیں کرتا۔ یہاں رام کی تاریخ کی بہت بات کی جاتی ہے، تو کوئی فوراً ہنومان کی بات کرنے لگتا ہے اور کوئی کسی اور خدا کی بات کرنے لگےگا، سب کہتے ہیں کہ یہ ہماری وراثت ہے۔

کوئی بھی مستقبل کی بات نہیں کرتا ہے۔ ہماری وراثت اہم ہے۔ ہمیں ہماری وراثت، آرٹ، ثقافت، موسیقی پر فخر ہے، اور ہم ان میں سے بہت کچھ کو کمپیوٹرائز کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

15 سال پہلے ہم نے 10 لاکھ مخطوطات (مینواسکرپٹس) کو ڈیجیٹائز کیا۔ 15 سال، 40 سال، یا 37 سال پہلے، ہم نے کپیلا وتسائن کے ساتھ اندرا گاندھی انسٹی ٹیوٹ میں مختصر فلم (مائکروفلم) میں اپنے آرٹ کو اسٹور کیا۔ اب یہ سبھی کارنامے ایک ایسے مقام پر محفوظ ہیں، اور جہاں ان پر اور کئی کام ہو سکتے ہیں۔ پہلے ہمارے پاس مناسب اوزار / ٹولس نہیں تھے، لیکن اب چیزوں کو اسٹور کرنا بہت ہی سستا ہو چکا ہے۔

ایک مثال دیتا ہوں ایک وقت، میں نے 16 ڈالر میں 6 بٹ RAM خریدا تھا۔ امید ہے کہ آپ میں سے کچھ اس کو سمجھ پائیں گے۔ میں نے چار انپٹ نینڈ (NAND) گیٹس خریدے تھے، جن میں ہر ایک کی قیمت 37 ڈالر تھی۔ جب انٹیل نے پہلا مائکروپروسیسر ڈیزائن کیا، تب میں وہیں پر تھا۔ انٹیل کے تمام فاؤنڈرس، باب نوسے، لیسٹر، ہوگن، گورڈن مور، میرے دوست ہیں۔ جس کے لئے میں نے جو پہلا فور-بٹ پروسیسر (four-bit processor) کا استعمال کیا تھا وہ ٹیلیفونی تھا۔

ہم نے سوچا تھا کہ یہ ایک معجزہ ہے۔ اور ہم نے سوچا، " اے خدا، یہ کتنا طاقتور آلہ ہے۔ "

اب دیکھئیے کہ آپ کے پاس کیا ہے۔ آپ کے پاس گیگابٹس (Gigabits) اور ٹیرابٹس (Terabits) ہے، اور آپ کے سیل فون میں بہت ساری پروسیسنگ پاور ہے، اور یہ ہے جو ہندوستان کو بدل رہی ہے۔ لیکن آپ کو اس کو اسی طرح بدلنا چاہئیے جس طرح سے آپ اس کو بدلنا چاہتے ہیں، نہ کسی ریاست ہائے متحدہ ا مریکہ میں بیٹھے ایسے شخص کے مطابق جو اس کو اپنے مطابق بدلوانا چاہتا ہے۔ ہمیں مقامی (لوکل) موضوعاتی مواد (کنٹینٹ)، مقامی ایپلکیشن، مقامی حل، اور ترقی کی ساخت کی ضرورت ہے۔ ہندوستانی نظریے کی ضرورت ہے، نہ کہ ترقی کی ساخت کے مغربی نظریے کی۔

یہ بہت غلط ہے کہ ہرکوئی ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی طرح بننا چاہتا ہے۔ یہ ماڈل، نہ تو بڑے پیمانے پر استعمال کیا جا سکتا ہے، نہ پائیدار ہے، نہ اس کو اپنے لئے دوبارہ ڈیزائن کیا جا سکتا ہے، نہ یہ طویل وقت تک چل سکتا ہے۔ ہمیں ترقی کا ہندوستانی ماڈل تیار کرنا چاہئیے، اور گاندھی جی یہی چاہتے تھے۔

جب میں نوجوانوں سے بات کر رہا تھا، تو میں نے کہا، " کیا آپ ہر ایک ضلع کے لئے ڈاٹا سیٹ لا سکتے ہیں؟ " میں ہر ایک ضلع کے لئے بس یہ چاہتا ہوں کہ سب کچھ آن لائن دستیاب ہوں۔ عدالت کے معاملے، پولس، استاد، اسکول، ہسپتال، ڈاکٹر سبھی کے۔ مجھے ہندوستان کے قومی ڈاٹا بیس کی اتنی پرواہ نہیں ہے۔ ہاں، یہ بہت اہم ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ یہ ضروری نہیں ہے۔ لیکن میں ضلعی سطح پر کام کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ضلعی سطح پر مجھے 500 اساتذہ کی ضرورت ہے، تو مجھے دلّی جا کر یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، " میں ان کی تقرری کہاں سے کروں؟ " مجھے ان کی تقرری کرنے کے لئے اسی وقت ضرورت ہے۔

ہمیں بڑی سطح پر لامرکزیت کرنے کی ضرورت ہے۔ آج ہندوستان میں اقتدار دو لوگوں کے پاس ہے، وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ۔

آج صبح میری میٹنگ بینگلور کے میئر کے ساتھ تھی، اور میں نے کہا، " پہلی بات تو یہ کہ ہمیں میئر کو اور زیادہ پاور دینا چاہئیے۔ " ہندوستان میں میئر کے پاس کوئی حق نہیں ہوتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ میئر کون ہے۔ وہ صرف ایک سال کے لئے میئر ہوتے ہیں۔ سننے میں تھوڑا عجیب لگتا ہے۔

ڈاکٹر سیم پترودا کے تبصرے:

ایک سال میں تو یہ بھی پتا نہیں چلتا کہ باتھروم کہاں ہے۔ آپ کو پتا لگانے میں تین سے چار سال لگتے ہیں کہ آپ کا کام کیا ہے۔ یہ ایک سال والی پالیسی کے پیچھے وجہ یہ ہے کہ ہم آپ کو چیزوں کو سمجھنے کے لئے وقت نہیں دیتے ہیں۔ ہم صرف وہی کر سکتے ہیں، جو ہم کر رہے ہیں اور اس لئے تمام چیزیں ایسی ہیں۔ اس لئے میں نے ان سے یہ کہا کہ میئر کا میعاد عہد پانچ سال کے لئے متعین کیا جائے، اس کے لئے کوشش کی جانی چاہئیے۔ ضلع میں بھی یہی بات نافذ ہوتی ہے۔ ضلع کا سربراہ کون ہوتا ہے؟ کلکٹر۔ ضلعی سطح پر رائےکنندگان نہیں ہے۔ طاقت کا اصل میں لامرکزیت کے لئے جو کچھ بھی آپ کر رہے ہیں اس کے ذریعے ہم ضلعی سطح کی ترقی کے ماڈل کو کیوں نہیں اپناتے ہیں؟

میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں‌گا، لیکن میرے پاس کئی مشورے ہیں، جو میں آپ سے اشتراک کرنا چاہتا ہوں، میں آپ سے منسلک رہنا چاہتا ہوں۔ آپ جو کر رہے ہیں اس پر مجھے بہت فخر ہے۔ میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ جانتا اور پہچانتا ہوں کہ میں گزشتہ عہد کا شخص ہوں، میں اس کی عزّت کرتا ہوں، لیکن میں پھر بھی کام کرنا چاہتا ہوں اور مصروف رہنا چاہتا ہوں۔ میرا دن صبح 8 بجے شروع ہوتا ہے اور میں سنیچر، اتوار ہر دن 11، 12 بجے رات تک کام کرتا ہوں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ کیسے کیا جاتا ہے۔ میں کبھی چھٹی نہیں لیتا، میں نے پچھلے 50 سال میں فرصت نہیں لی ہے۔ ایسا اس لئے ہے کیونکہ یہاں ہندوستان میں بہت کام ہے۔ سمندر کنارے پر جاکر شراب پینے سے اچھا ہے، کام میں مصروف رہنا ہے۔ چھٹیاں لینا مجھے پسند نہیں ہے۔

اتوار کی دوپہر میں آپ سبھی سے مل‌کر مجھے بہت اچھا لگا۔ اور واقعی مجھے بہت اچھا لگا کہ آپ اتوار کی دوپہر میں یہاں آئے ہیں، کیونکہ یہی وقت میرے لئے دستیاب تھا۔ اس لئے میں نے کارل کو کہا، جو میرا دوست ہے اور ایک دلچسپ شخص ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کارل کو جانتے ہیں یا نہیں، لیکن آپ کو انہیں گوگل پر سرچ کرنا چاہئیے۔ کارل میرا بہت قریبی دوست ہے، وہ اور میں تمام طرح کی جنونی چیزیں کرتے رہتے ہیں۔

ہم نے حال ہی میں بریوسٹر کاہلے کے ساتھ، سین فرینسسکو میں ایک انٹرنیٹ آرکائیو شروع کیا ہے، جہاں ہم نے ہندوستان کی 450 ہزار کتابوں کو انٹر نیٹ پر ڈالا ہے۔ حکومت ہند نے گھبراکر کہا، " رکیے، آپ یہ کیسے کر سکتے ہیں؟ یہ ابھی بھی کاپی رائٹ کے تحت ہے۔ " ہم نے کہا، " فکر نہ کریں۔ جب وہ ہم پر مقدمہ کریں‌گے تب ہم فیصلہ لیں‌گے کہ ہم کیا کریں۔ " کیونکہ حکومت ہند کو ہمیں یہ نہیں بتانے کا حق ہے کہ ہمیں کیا پڑھنا چاہئیے اور کیا نہیں پڑھنا چاہئیے۔

آپ کو، ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو عالمی سطح پر سسٹم کا مقابلہ کر سکے۔ ایک وقت کارل اور میں نے ہندوستانی معیارات بیورو کا سارا ڈاٹا آن لائن کرنے کا فیصلہ کیا۔ مجھے نہیں پتا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ انڈین اسٹینڈرڈز بیورو کا ایک معیار، ہندوستان میں 14 ہزار روپیے اور غیرملک میں 1.4 لاکھ روپیے پر خریدنا پڑتا ہے۔ یہ ہماری حفاظت کا معیار ہے، آگ کا معیار، جو ہمارے قانون ہیں، لیکن ایک شہری کے طور پر آپ کی رسائی ان تک نہیں ہے، لیکن آپ سے توقع کی جاتی ہے کہ آپ ان پر عمل کریں۔ یہ تھوڑا عجیب ہے۔

جب آپ ان اطلاعات کو آن لائن کرتے ہیں، تو حکومت کہتی ہے، "اوہ، انتظار کریں، آپ ایسا ابھی نہیں کر سکتے۔" جواب، بدقسمتی ہے۔ ہم یہ کرنے جا رہے ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ نوجوان طبقہ ایسا نظریہ اپنائیں اور جنگجوؤں کی طرح برتاؤ کریں۔ اپنے کو کمتر نہ سمجھیں۔ کوئی بھی آپ کو یہ نہ کہے کہ آپ فلاں کام نہیں کر سکتے ہیں۔ آپ گاندھی کی طرح لڑیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ آپ اپنے چچا زاد بھائی (ملکی باشندے) کے لئے لڑ رہے ہیں، اور یہ لڑائی تو اور بھی مشکل ہے۔ آپ کو میری مبارکباد، مجھے یہ وقت دینے کے لئے شکریہ۔

میں کارل سے یہ سننے کا انتظار کر رہا ہوں، اس کے بعد ہم تفصیلی گفتگو کریں‌گے۔ مجھے معلوم ہے کہ مجھے 15 منٹ دیے گئے تھے، غالباً میں نے 5 منٹ زیادہ ل۔ لیکن مجھے آپ جیسے ناظرین کہاں ملیں‌گے؟ مجھے آپ سے محبت ہے۔

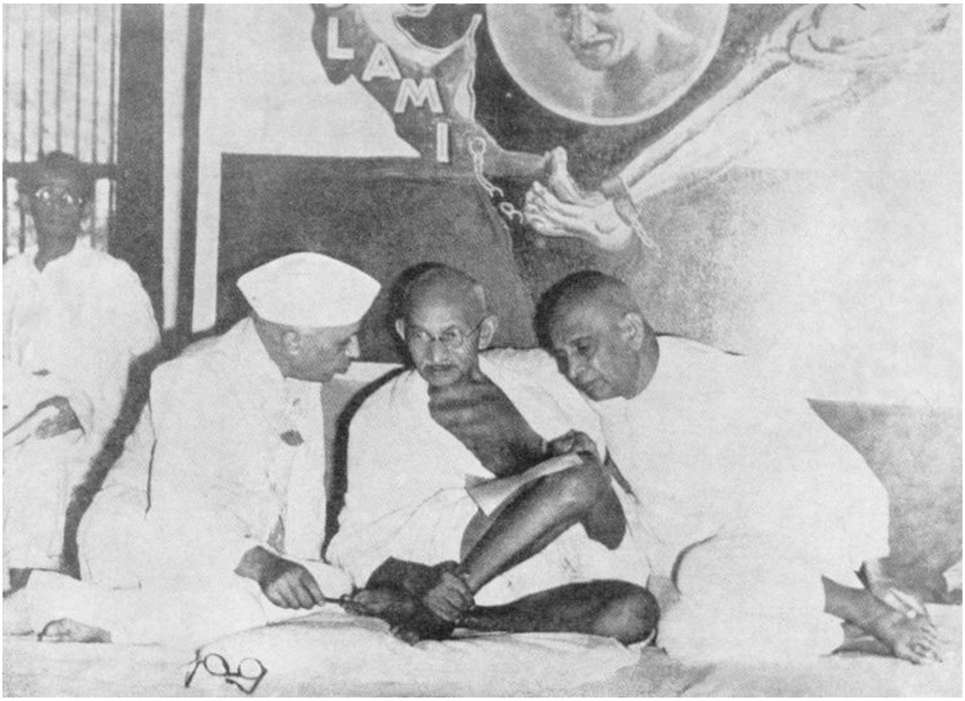

سی- ڈبلیو- ایم- جی، جلد 84 (1946)، p- 161، جواہرلال نہرو اور سردار پٹیل کے ساتھ-

سی- ڈبلیو- ایم- جی، جلد 86 (1947)، p- 224، ' آور اے بیمبو برج اکروس اے لگون '

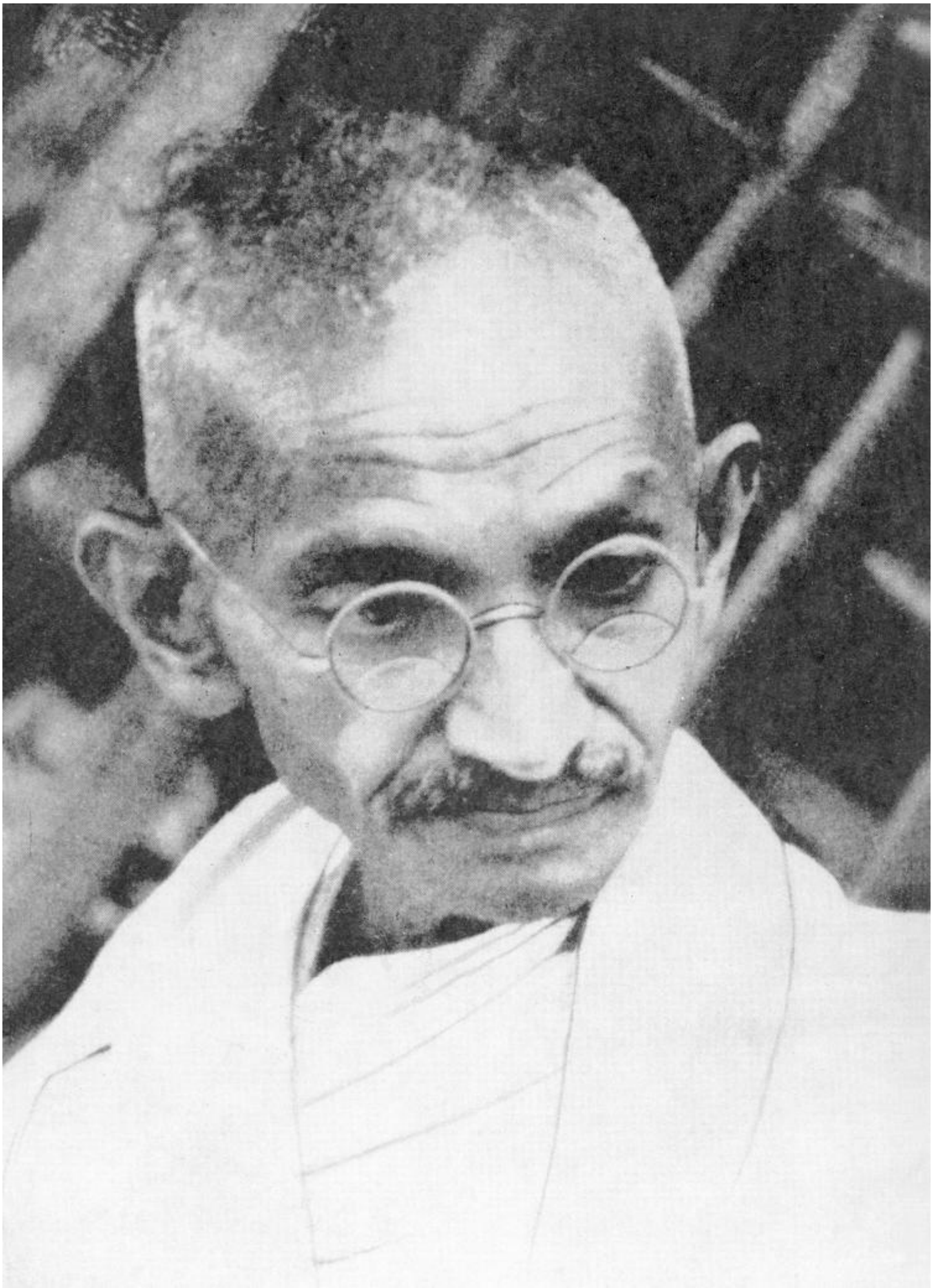

سی- ڈبلیو- ایم- جی، جلد 38 (1928-1929)، فرنٹسپیس-

سی- ڈبلو- ایم- جی، جلد 86 (1947-1946)، فرنٹسپیس، کیپشن ریڈس "اکلا چلو- "

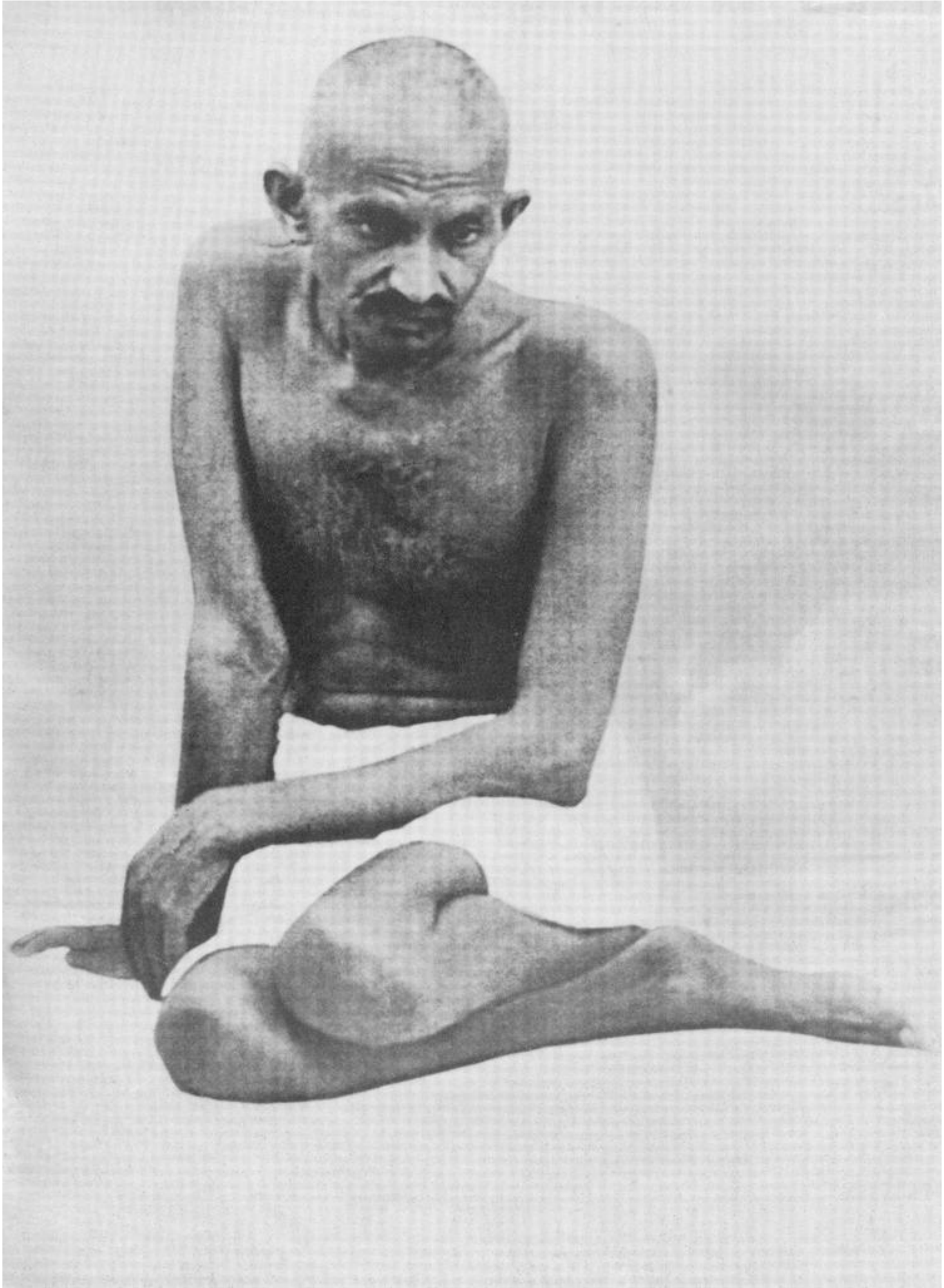

سی- ڈبلیو- ایم- جی، جلد 100، فرنٹسپیس، ' گاندھی فکرمند تاثر میں '، سابرمتی آشرم، 1931-

حق اطلاعات، حق علم : کارل مالامود کے تبصرے

' ہیز گیک گیک اپ ' (مہمان مفکر کے ذریعے عوامی تقریر)، نیوما (NUMA) بینگلورو، 15 اکتوبر، 2017

شکریہ، سیم کیا آپ مجھے سن سکتے ہیں؟ ہاں، یہ ایک بہترین سہولت ہے۔

ہماری میزبانی کرنے کے لئے میں نیوما کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور خاص طورپر، اس تقریب کا انعقاد کرنے کے لئے ' ہیز گیک ' کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خاص کر سندھیا رمیش نے، جنہوں نے، تمام چیزوں کو بہتر طریقے سے منعقد کیا ہے۔ ہمارا اتنا اچھاتعارف دینے کے لئے پرنیش آپ کا شکریہ، اور اتنی اچّھی معلومات افزا پیشکش کے لئے شرینواس اور ٹی۔ جے آپ کا بھی شکریہ۔ ساتھ ہی میں سیم کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں‌گا جنہوں نے دوبارہ مجھے ہندوستان میں مدعو کیا۔

یہاں آنا میری خوش قسمتی ہے۔

میرا پیشہ عجیب ہے۔ میں ایک عوامی پرنٹر ہوں۔

آپ نے نجی پرنٹر کے بارے میں سنا ہوگا، ہے نا؟ وہ ہالی ووڈ میں ناول لکھتے ہیں، اور ان چیزوں کو شائع کرتے ہیں۔

عوامی پرنٹر کا آغاز سالوں پہلے ہوا ہے۔ اس وقت ایک عوامی پرنٹر تھا، جس کا نام اشوک تھا۔ جو سبھی کا من پسند حکمراں تھا، جنہوں نے حکومت کی بنیاد رکھی اور فرمان جاری کیے اور ان کو پورے ہندوستان میں پھیلایا تھا۔ انہوں نے ایسا اس لئے کیا تاکہ لوگ قانون اور مذہب کو جان سکیں، اور یہ بھی جان سکیں کہ جانوروں کے ساتھ صحیح سلوک کرنا چاہئیے۔ مختلف مذہبوں کے تئیں مناسب طریقے سے عزّت کی جانی چاہئیے۔

کچھ سالوں پہلے روم میں، لوگوں نے اپنے حکمرانوں کے خلاف بغاوت کی تھی اور کہا تھا کہ " آپ کو قوانین لکھنے ہوں گے۔ آپ ایسا کر نہیں سکتے کہ ہم جب بھی عدالت جائیں آپ ایک قانون بنا دیں۔ " انہوں نے رومن قانون کی 12 جدول لئے اور پھر انہیں پیتل کی دھات پر اور لکڑی کے تختے پر درج کرایا اور ان کو رومن سلطنت کے بازار میں رکھوایا تاکہ لوگوں کو قانون کا علم ہو سکے۔

ایسا اس لئے کیا گیا تھا کیونکہ عوامی اشاعت ایسی چیز ہے، جس سے ہم سبھی وابستہ ہیں۔ یہ ذاتی اشاعت سے مختلف ہے جہاں پر آپ، کچھ پیسہ کمانے کے لئے کام کرتے ہیں، اور پھر یہ ہو سکتا ہے کہ 70 سالوں کے بعد، یا اس دن اور اس وقت اور 150 سالوں کے بعد، یہ عوامی ڈومین میں شامل ہو جائے۔ لیکن عوامی اشاعت ایسی چیز ہے، جو ہم سب کے پاس ہے۔ اور میں، متحدہ امریکہ میں، یہ کام 37 سالوں سےکر رہا ہوں، تمام چیزیں، تہذیبی دستاویزوں سے لےکر قانونی دستاویزوں تک۔

میں نے 6،000 سرکاری ویڈیوز لیا ہے، جن کو حکومت نے آن لائن کر دیا تھا۔ میں نے ان کو کاپی کیا اور ان کو یوٹیوب پر ڈال دیا، جن کو 5 کروڑ سے زیادہ دیکھنے والے ملے۔ یہ ویڈیوز اب بھی وہاں موجود ہیں۔

مثال کے لئے، ' دی سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن ' سے، کسی عوامی کارپوریشن کی آئی۔ پی۔ او رپورٹ حاصل کرنے کے لئے 30 ڈالر کی قیمت ادا کرنی ہوتی ہے۔ ہم نے اس کو مفت رکھا ہے۔ اور اب، لاکھوں لوگ ان اطلاعات کا استعمال کر رہے ہیں۔

تقریباً پانچ سال پہلے، میں نے ہندوستانی ڈاٹا پر کام کرنا شروع کیا۔ میں نے متحدہ امریکہ میں کام کرنا جاری رکھا لیکن ہندوستان میں ایسے دو مقامات ہیں، جہاں پر اب میں اپنا کام کرتا ہوں اور میں نے پانچ مجموعہ تیارکر رکھا ہے۔

سب سے پہلے : وزارت اطلاعات کے پاس تصویروں کا بہت بڑا مجموعہ ہے، جو آن لائن ہے۔ لیکن وہ مخفی ہیں۔ آپ ان کا پتا نہیں لگا سکتے۔ آپ انڈیکس پیج کو دیکھ سکتے ہیں، جہاں پر ہزاروں تصویریں ہیں۔ آپ کو اصلی تصویر دیکھنے کے لئے وہاں پر کلک کرنا ہوگا۔ اس لئے میں نے ان کو جمع کیا ہے، 12،000 تصویروں کو ' فلکر ' سے منسلک کیا ہے۔ یہ بہترین چیزیں ہیں۔ یہ ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کے سال 1947، 1948 اور 1949 کے یوم جمہوریہ تقریبات کی تصویریں ہیں۔ کرکٹ کھیلتے ہوئے ہزاروں لوگ، اولمپک، جانور، ہندوستان کے مندروں کی تصویریں ہیں-یہ تمام تصویریں بےحد ہی خوبصورت ہیں۔ وہاں پر، ایسی اور کئی تصویریں ہونی چاہئیے اور وہ بھی اچھے رجولیوشن میں ہونی چاہئیے۔

دوسرا، ہندوستانی معیار بیورو : ' دی بلڈنگ کوڈ آف انڈیا '، قیمت 14،000 روپیے۔ ہندوستان میں ہرایک سال انجینئرنگ میں 650،000 طلبہ ہوتے ہیں، جن کو اس دستاویز کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے ان کو کتب خانہ جانا پڑتا ہے اور ایک خاص CD-ROM لینا پڑتا ہے یا ان کو وہاں سے ایک خاص کتاب لینی پڑتی ہے۔ ہم نے ان کو آن لائن کر دیا ہے اور اب ان کو ہر مہینہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ دیکھنے (ویوز) آتے ہیں۔

اصل میں، حکومت ہند نے ہم پر کوئی مقدمہ نہیں چلایا ہے۔ ہم پر ریاست ہائےمتحدہ امریکہ، اور یوروپ میں مختلف تنظیمات کے ذریعے مقدمہ چلایا گیا ہے، لیکن ہندوستانی معیار بیورو نے ہمیں زیادہ مصنوعات بیچنے سے منع کر دیا اور اسی وجہ میں نے ان کو ایک خط بھیجا۔ میں نے ان سے معیار حاصل کرنے کے لئے سالانہ 5،000 ڈالر کی ادائگی کی۔ اس کو کچھ سالوں تک چلایا اور انہوں نے مجھے تجدید کے لئے نوٹس بھیجا۔ میں نے کہا کہ " ضرور، میں تجدید کرانے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن میرے پاس سارے معیارات ہیں۔ کیا میں ان کا ایچ۔ ٹی۔ ایم۔ ایل (html) آپ کو دوں؟ "

جیسا کہ ہم نے بہت سارے معیارات کو ہندوستان میں بھیجا، اور ان کو ایچ۔ ٹی۔ ایم۔ ایل (html) میں پھر سے ٹائپ کیا، ڈائگرام کو ایس۔ وی۔ جی (SVG) میں ری ڈرا کیا، فارمولوں کو MathML میں کوڈ کیا۔ تاکہ آپ اس کو اپنے فون پر دیکھ سکیں، اس کا ڈائگرام لے سکیں، اس کو بڑا بنا سکیں، اور اس کو اپنے دستاویزوں پر چپکا سکیں۔

اب ہم مفاد عامہ کے لئے حکومت ہند پر مقدمہ کر رہے ہیں۔ شرینواس کوڈالی میرے معاون درخواست گزار ہیں۔ میرے دوست، سشانت سنہا، جو یہاں موجود ہیں، اور جو حیرت انگیز رسالہ ' انڈین قانون ' نکالتے ہیں جو عدالت کے تمام معاملوں کے بارے میں ہے۔ وہ میرے معاون درخواست گزار ہیں۔ نیشیتھ دیسائی اور ان کے معاون، عدالت عالیہ دلّی میں،مفت میں ہماری نمائندگی کر رہے ہیں۔ سلمان خورشید اس معاملے میں ہمارے سینیئر وکیل ہیں۔

کارل مالامود کے تبصرے :

دوبارہ ہمیں نومبر میں عدالت میں پیش ہونا ہے۔ اس سے متعلق کاغذی کام ختم ہو گئے ہیں اور مرکزی حکومت چوتھی بار بھی اپنا رد عمل دینے میں ناکام رہی ہے۔ ہم زبانی بحث کے ذریعے اس مقدمہ کو جیتنے کی امید کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں سرکاری حق اطلاعات، آئین پر مبنی ہے۔ یہ معیارات سرکاری دستاویز ہیں، جنہیں قانون کی طاقت حاصل ہے۔

تیسرا مجموعہ، سرکاری گزٹ کا ہے، جس کے بارے میں شرینواس نے ابھی بات کی ہے۔ ہم نے ابھی ان پر کام کرنا شروع کیا ہے۔ ہم نے ابھی ' ہندوستان کے سرکاری گزٹ ' کو شروع کیا ہے۔ اب مجھے کرناٹک، گوا، دلّی اور دیگر کئی ریاستوں کا سرکاری گزٹ مل گیا ہے۔ ہم ان کو اپلوڈ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں اور یہ پتا لگانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ باقی ماندہ سرکاری گزٹ کو کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

چوتھا مجموعہ ' ہند سوراج ' ہے۔ میں ایک دن سیم سے ملنے گیا اور انہوں نے پوچھا کہ " کیا آپ کے پاس پین ڈرائیو ہے؟ "

" کیا؟ " پھر میں نے انہیں یو۔ ایس۔ بی ڈرائیو دیا۔ اس کو انہوں نے کمپیوٹر میں لگایا اور پھر تقریباً 15 منٹ کے بعد مجھے وہ واپس کر دیا۔ میں نے پوچھا کہ " یہ کیا ہے؟ "

انہوں نے جواب دیا کہ " مہاتما گاندھی کے مرتبہ کردہ کام ہیں، تمام 100 جلدیں، جو 50،000 صفحات کی ہیں۔ " میں نے پوچھا، " آپ نے اس کو کہاں سے حاصل کیا؟ "

" یہ مجھے آشرم نے دیا "

" اچھا، اب وہ اس کا کیا کریں‌گے؟ "

سیم نے کہا کہ "وہ ان کو ویب سائٹ پر ڈالیں‌گے۔"

دوبارہ میں نے پین ڈرائیو کو دیکھا اور پوچھا، " کیا میں اس کو ویب سائٹ پر ڈال سکتا ہوں؟ "

سیم نے اعتماد سے کہا " ہاں، ضرور! "

" کیا وہ ناراض نہیں ہوں‌گے؟ "

" نہیں، کوئی اس کی پرواہ نہیں کرےگا "

اس لئے میں نے ان کو انٹرنیٹ پر ڈال دیا۔ میں نے یہ فیصلہ اسی وقت لے لیا تھا جب ہم اس مجموعہ کے 100 جلدوں پر کام کر رہے تھے۔ آپ ان کو سرچ کر سکتے ہیں اور اس کو ای-بک کے طور پر ڈاؤن لوڈ بھی کر سکتے ہیں۔ میں دوسرے سرکاری سرور پر بھی گیا۔ مجھے ان میں جواہر لال نہرو کے ذریعے کئے گئے کچھ منتخب کام ملے۔ لیکن ان میں تین جلدیں غائب تھیں۔ میں نے ان تینوں جلدوں کو تلاش کیا۔ وہ تمام انٹرنیٹ پر موجود تھیں۔

اب ہمارے پاس نہرو جی کے کام کا مکمل مجموعہ ہے۔ ڈاکٹر بھیم راو امبیڈکر کا مکمل کام مہاراشٹر سے وابستہ سرور پر موجود تھا۔ لیکن ان میں سے بھی چھ مروجہ حصے غائب تھے۔ میں نے سرور سے دستاویز لئے اور باقی حصوں کو حاصل کیا۔ اب ہمارے پاس امبیڈکر جی کے کاموں کا مکمّل مجموعہ ہے جو مجموعہ ہند سوراج میں ' انٹرنیٹ آرکائیو ' پر ہے۔

اس میں مہاتما گاندھی کے ذریعے آل انڈیا ریڈیو پر دی گئی 129 تقریریں بھی موجود ہیں۔ ان کی عمر کے آخری سال، ہرایک دن، وہ دعائیہ جلسہ کے بعد تقریر کرتے تھے۔ اس طرح آپ گاندھی جی کی حیرت انگیز زندگی کے آخری سالوں میں ان کے ذریعے کی گئی تقریریں سن سکتے ہیں۔ آپ ان کے مرتبہ کردہ کام کو دیکھ سکتے ہیں۔ ان کی تقریروں کا انگریزی نسخہ کو بھی دیکھ سکتے ہیں اور پھر آپ ان کے اگلے دن پر جائیں۔اگلے دن ان کے ذریعے لکھے گئے خطوط کو دیکھ سکتے ہیں۔ اگلے دن ان کے ذریعے کی گئی تقریروں کو سن سکتے ہیں۔ یہ ان کی زندگی کو، روزانہ مسلسل دیکھنے کا شاندار طریقہ ہے۔

ہم نے دوردرشن آرکائیو کو دیکھا۔ اس میں نہرو جی کے ذریعے کی گئی ہندوستان کی تلاش، دی ڈسکوری آف انڈیا کی 1980 دہائی کی سریز کو پوسٹ کیا۔ اب وہ سارے ایپی سوڈ انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ ہم نے ان میں سے کچھ ایپی سوڈ کے تیلگو اور اردو زبانوں کے ذیلی عنوانات بھی تیار کئے۔ اس کے ذیلی عنوانات کے طور پر ہمارے پاس پانچ زبانیں دستیاب ہیں۔ ان تمام کاموں کو ہم اسی شکل میں کرنا چاہیں گے۔

لیکن میں ' ڈجیٹل لائبریری آف انڈیا ' کے بارے میں بات کرنا چاہوں گا کیونکہ یہ موجودہ دور کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ جس پر ہم کام کر رہے ہیں۔ وہاں پر ایسا سرکاری سرور تھا جس میں 550،000 کتابیں موجود تھیں۔ کم سے کم اتنی تو تھی ہی جتنا انہوں نے کہا تھا۔

ایک سال پہلے کی بات ہے۔ میں سیم کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ہم نے صرف ایک ہفتہ میں پورے ہندوستان کا تھکا دینے والا دورہ مکمل کر لیا تھا۔ میری طبیعت خراب تھی۔ ہم ریاست ہائے متحدہ امریکہ واپس جانے کے لئے اپنی دیر رات کی فلائٹ کا انتظار کر رہے تھے۔ سیم سے ملنے بہت لوگ آ رہے تھے۔ میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا اور مجھے ڈجیٹل لائبریری آف انڈیا دکھی۔

میں نے دیکھا تو مجھے ایسا لگا کہ وہاں سے چیزیں نکالی جا سکتی تھیں۔ وہاں پر بہت ساری کتابیں تھیں۔ ان کو دیکھنا آسان نہیں لگ رہا تھا۔ اس لئے میں نے ایک چھوٹی سی اسکرپٹ لکھی اور وہ کام کر گیا۔ جب ہم ہوائی جہاز کا سفر پورا کرکے گھر گئے اور اپنے سرور کو دیکھا۔ میں اس بات کو لےکر مطمئن ہو گیا کہ ہم نے کچھ کتابوں کو جمع کر لیا ہے۔ اگلے تین مہینوں تک، میں نے ان کی کتابوں کو غصب کرکے اپنے سرور پر ڈالنا شروع کر دیا۔

اس کام میں تھوڑا وقت لگا۔ یہ ڈاٹا تقریباً 30 ٹیرابائٹ کا تھا۔ میں نے ان کے 463،000 کتابوں کو حاصل کرنے میں کامیاب رہا۔ جن میں سے کچھ مجھے نہیں مل پائیں اور کچھ کتابوں کے URL ادھورے تھے، لیکن ہمیں 463،000 PDF فائلیں حاصل ہوئیں۔

یہ پچھلے سال (2016) کا دسمبر کا مہینہ تھا اور میں نے جنوری میں اس کو ' انٹرنیٹ آرکائیو ' پر اپلوڈ کر دیا۔ جب آپ اتنی زیادہ مقدار میں کام کرتے ہیں اور ان کو اپلوڈ کرتے ہیں، تب ایسی چیزوں

کو اپلوڈ ہونے میں وقت لگتا ہے۔ اب میں نے اس مجموعہ کو باریکی سے دیکھنا شروع کیا ہے۔ میں تب تک اس کے بارے میں حقیقی طورپر کچھ نہیں بتا سکتا جب تک مجھے ڈاٹا نہ مل جائے۔

یہاں 50 مختلف زبانوں کی کتابیں دستیاب ہیں۔ میرا یقین ہے کہ یہاں 30،000 کتابیں سنسکرت زبان میں ہیں۔ جہاں دس ہزار کتابیں گجراتی، بنگالی، ہندی، پنجابی اور تیلگو وغیرہ زبانوں میں دستیاب ہیں۔ اس مجموعہ میں تقریباً آدھی کتابیں انگریزی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں دستیاب ہیں، لیکن پھر بھی یہ حیرت انگیز مجموعہ ہے۔

ابھی، اس میں بھی کئی مسائل ہیں۔ جب میں نے ان کو ' مرر سرور ' پر کاپی کرنا شروع کیا تو تقریبا 500 مرتبہ سسٹم نے غلطی (ایرر) بتائے۔ کئی مرتبہ پروگرام رکا، کئی مرتبہ میری اسکرپٹ بھی۔ اگلے دن پھر میں جاتا اور اپنی اسکرپٹ چلاتا۔ اس طرح مجھے بہت سے ڈاٹا حاصل ہوئے۔ اور پھر کئی مرتبہ ان کا DNS بھی کام کرنا بند کر دیتا۔ ان کا DNS لگاتار ڈاؤن ہوتا رہتا تھا۔

اگر آپ DNS کو نام سے تلاش کریں گے تو یہ بتائےگا کہ " ہوسٹ نہیں ملا، " اور ایسی دقت بار بار آئےگی۔ میں نے آئی۔ پی ایڈریس کو ' ہارڈ کوڈ ' کرنا شروع کیا کیونکہ میرے پاس دستاویزوں کو حاصل کرنے کا صرف یہی ایک طریقہ بچا ہوا تھا۔ وہاں پر، خراب ہوسٹنگ کے علاوہ دیگر مسائل بھی ہیں۔ میٹاڈاٹا ایک غیرمنظم شکل میں ہے۔ زیادہ تر عنوان ٹوٹے ہوئے ہیں۔ کچھ اسکیننگ، صحیح طریقے سے ہیں اور کچھ نہیں ہیں۔

یہاں پر کئی نقلی کاپیاں دوبارہ ڈالی ہوئی ہیں لیکن پھر بھی یہ بےمثال مجموعہ ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہاں پر ایسی کچھ کتابیں تھیں، جو کاپی رائٹ کی بنیاد پر بہت دلچسپ لگ رہی تھیں۔ میں نے ان کو دیکھا اور کہا کہ" ان میں سے کچھ کتابیں حال میں ہی چھپی ہوئی ہیں۔ "لیکن میں نے نیچے کاپی رائٹ والے مقام پر " اس پر کاپی رائٹ نہیں ہے " لکھا ہوا دیکھا۔ اس لئے میں نے سوچا " ان کو ضرور ہی پتا ہوگا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ "

میں آرکائیو پر کچھ ایسا کرتا ہوں کہ میں ان کو انٹرنیٹ پر ڈالتا ہوں۔ اگر لوگ اس کی شکایت کرنا شروع کرتے ہیں تو آپ کہ سکتے ہیں " ٹھیک ہے، میں اس کو ہٹا دیتا ہوں۔ " اس لئے میں نے اس کو انٹرنیٹ پر ڈال دیا ہے اور وہ اس سال کی فروری سے آن لائن ہے۔ ہمیں ابتک، اس مجموعہ کو آٹھ لاکھ لوگ دیکھ چکے ہیں۔

یہ مجموعہ آن لائن موجود ہے۔ گوگل نے اسے دیکھنا شروع کر دیا ہے۔ لوگ بھی اس کو دیکھتے ہیں۔ تقریباً آدھے درجن لوگوں نے ہمیں خط لکھا ہے اور کہا ہے کہ " اہا! آپ کے پاس میری کتاب ہے! " اگر کسی نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ڈی۔ ایم۔ سی۔ اے (DMCA) معیار کے بارے میں اعتراض کیا تو ہمارا جواب ہے کوئی مسئلہ نہیں۔ ٹھیک ہے، ہم ان تمام کتابوں کو ہٹا دیںگے۔

یونیورسٹی آف نارتھ کیرولینا پریس نے ہمیں ایک خط بھیجا۔ ان کے پاس 35 کتابوں کی ایک فہرست تھی۔ یہ ایک بہترین خط تھا جس میں انہوں نے کہا کہ : " ہمیں اس بات سے اعتراض نہیں ہے کہ آپ کے پاس ہماری کتابیں آن لائن ہیں۔ لیکن اب ہم لوگ اپنی پرانی فائل کو آن لائن کر رہے ہیں اور اس کو بیچنے جا رہے ہیں۔ اس لئے آپ کے پاس وہ نہیں ہونی چاہئیے۔ "

ہم نے ان کی فہرست دیکھی اور پھر اپنا ڈاٹا بیس سرچ کیا۔ یہ پایا کہ ہمارے پاس ان کی کچھ اور کتابیں بھی ہیں جو انہوں نے نہیں دیکھے ہیں۔ ان کو ایک خط لکھکر یہ بتایا اور کہا کہ " یہ آپ کی کتابیں ہیں، اگر آپ کو کوئی اور مسئلہ ہے تو ہمیں مطلع کریں۔ " مجموعی طور پر ہم نے ان کی تقریباً 127 کتابوں کو، اب ہٹا دیا ہے، جو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

روس میں ایک شخص تھا، جس کو ' انٹرنیٹ آرکائیو ' پر اس کے والد کی کتاب ملی۔ وہ ایسے پروفیسر کو جانتا تھا جو ' ڈجیٹل لائبریری آف انڈیا ' میں شامل تھا۔ وہ ان پر مقدمہ کرنے والا تھا۔ اس کو بہت غصہ آیا ہوا تھا۔ اس کے چلتے جن سینیئر لوگوں نے اس منصوبے کا آغاز کیا تھا، وہ ڈر گئے اور حکومت کے پاس گئے۔ حکومت بھی پریشان ہو گئی۔ مجھے ایسے خط ملنے لگے جن میں لکھا تھا کہ " آپ کو ان تمام کتابوں کو ہٹانا ہوگا۔ آپ کو یہاں سے ہٹانا ہی ہوگا۔ "

میں نے سوچا " نہیں، میں ایسا نہیں کروں‌گا۔ " اور تب اصل میں انہوں نے اپنے سرور کو ڈاؤن کر دیا۔ اس لئے اب ہمارے پاس انٹرنیٹ پر، ' ڈجیٹل لائبریری آف انڈیا ' کی واحد نقل ہے۔ میں نے دوبارہ اس کا اندراج کیا کیونکہ وہ فکرمند تھے کہ ہم ان سے کسی نہ کسی شکل میں ان سے جڑے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا " ٹھیک ہے، یہ پبلک لائبریری آف انڈیا ہے۔ " اس لئے انہوں نے پہلے تمام کتابوں کو ہٹا دیا، اس پر آپ میٹاڈاٹا کو سرچ کر سکتے ہیں لیکن آپ کتاب نہیں حاصل کر سکتے ہیں۔

پھر انہوں نے نیچے دیکھا۔ وہاں ایک نوٹس تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ " کاپی رائٹ کی خلاف ورزی کی وجہ سے یہ ابھی دستیاب نہیں ہے۔ جلد ہی پھر دستیاب ہوگی۔ " اور میٹاڈاٹا پھر سے دستیاب ہو گیا، پر سرور ایک دم غائب ہو گیا اور کاپی رائٹ نوٹس پھر سے آ گیا۔ اور ابھی یہ پھر سے غائب ہے۔ انٹر نیٹ سے یہ مکمل طورپر غائب ہے۔

میں نے جو سمجھا وہ یہ ہے کہ سرکاری افسروں کا ایک گروپ ان 10 مختلف کتب خانے اور ان اسکیننگ مراکز میں پھیل گئے، جہاں پر وہ کتابیں حاصل کر سکتے تھے۔ وہ اس فہرست کو توجہ سے دیکھتے تھے اور فیصلہ لیتے تھے کہ ان میں سے کون سی کتاب دستیاب ہوگی اور کون سی دستیاب نہیں ہوگی۔ انہوں نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ ہمیں اس کی جانکاری دے دیں‌گے کہ کون سی کتاب دستیاب ہونی چاہئیے۔

جب وہ گھبرا گئے تو میں گیا اور سسٹم پر نظر ڈالی۔ میرا ابتدائی احساس یہ تھا کہ ہم کچھ بھی ہٹا نہیں سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ " نہیں، ہم لوگ ہر مہینے کے ایک ملین ویوز اور 500،000 کتابوں کو نہیں ہٹا سکتے ہیں۔ ہم لوگ ایسا نہیں کریں‌گے۔ "

انہوں نے کہا کہ " ٹھیک ہے، سنہ 1900 کے بعد کی تمام چیزیں ہٹا دو۔ " اور پھر انہوں نے ہمارے لئے 60،000 کتابیں چھوڑدی۔ میں نے کہا " سنہ 1900 ہی کیوں؟ " انہوں نے شاید ایسے ہی ایک آخری تاریخ طے کر لی تھی۔ اور اس لئے میں نے کہا، " ٹھیک ہے، میں سنہ 1923 کے بعد کی تمام چیزیں ہٹا دوں‌گا۔ " اور انہوں نے میرے لئے 200،000 کتابیں چھوڑی ہیں۔

میں نے پھر باقی ماندہ 250،000 کتابوں کو دیکھا اور اس فہرست کو توجہ سے دیکھا۔ ان میں سے بہت سارے سرکاری گزٹ تھے۔ یا پھر وہ مہاتما گاندھی کے کام تھے، جن کے بارے میں ہمیں پتا تھا کہ ان کا کاپی رائٹ نہیں ہے۔ یا پھر وہ دیگر چیزیں ہیں۔

کارل مالامود کے تبصرے :

اور پھر اس فہرست کو توجہ سے دیکھنے کے بعد، مجھے کل 314،000 کتابیں ملیں۔ جن کو اب آپ دیکھ سکتے ہیں۔ وہ اب بھی ہم سے کہنا چاہتے ہیں کہ ہمیں تمام چیزوں کو آف لائن رکھنا چاہئیے۔
مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ سرکاری کام نہیں ہے کہ وہ آپ کو یہ بتائیں کہ آپ کو کیا پڑھنا چاہئیے اور کیا نہیں پڑھنا چاہئیے۔

یہاں پر کچھ اور زیادہ اہم چیزیں ہیں : کاپی رائٹ کوئی ثانوی چیز نہیں ہے۔ مثال کے لئے، میں ان تمام کتابوں کو اندھا آدمی کے لئے دستیاب کرا سکتا ہوں۔ کیونکہ ایسا عالمی معاہدہ ہے، جو یہ کہتا ہے کہ جب آپ اندھا آدمی کے لئے کتاب دستیاب کراتے ہیں تو اس پر کاپی رائٹ نافذ نہیں ہوتا ہے۔ یہ کاپی رائٹ کے قانون میں ترقی یافتہ چیز ہے۔ اس میں چند نکات پر کوئی کاپی رائٹ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس وقت تک کاپی رائٹ کی مدت ختم ہو جائےگی۔ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں پتا ہے کہ یہ سب کب ہوگا۔ اس لئے ہم لوگ ان کو ہٹا نہیں رہے ہیں کیونکہ بالآخر ہم نے ان کو دستیاب کرایا ہے۔

آپ دلّی یونیورسٹی کے کیس سے تو واقف ہی ہوںگے۔ دلّی یونیورسٹی کا معاملہ کاپی رائٹ قانون سے متعلق ہے۔ یہ کہتا ہے کہ آپ اس کو تعلیم کے لئے، استاد اور طلبہ کے درمیان تعلیمی نظام کے لئے تیار کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہم ان تمام کتابوں کو یونیورسٹی احاطے کے اندر دستیاب کرا سکتے ہیں۔

کتابوں کو ہٹانا صحیح نہیں ہے۔ میٹاڈاٹا کو منظم کرکے اس کو بہتر بنانا ہے۔ ہم ترجمے پر کام کر رہے ہیں۔ بہتر او۔ سی۔ آر (OCR) تیار کر رہے ہیں کیونکہ ہم کچھ زبانوں کا او۔ سی۔ آر (OCR) کر سکتے ہیں لیکن کچھ کا نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کو بہتر بنانا ہے۔ کاپی رائٹ معاملوں کا رد عمل دینا ہے۔

جب ڈجیٹل لائبریری آف انڈیا (DLI) کا سرور آن لائن تھا تو میں نے ان چیزوں پر توجہ دینا شروع کیا۔ تب اصلا میں نے ان کو لکھنا شروع کر دیا جب میں ان چیزوں کی نقل لے رہا تھا۔ مجھے کوئی رد عمل نہیں ملا۔ آخر میں ایک مشہور پروفیسر میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ، " تم نے اس کو ہم لوگوں سے صلاح کئے بغیر ہی کر ڈالا " تو میں نے کہا، " یہ ڈاٹا سال 2015 سے رکھا ہے۔ "

ہم نے اندازہ لگایا کہ وہاں کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ ہم کسی سے بات کرنا چاہتے تھے پر کسی نے بات نہیں کی۔ اس لئے میں نے آگے بڑھکر اس کو حاصل کر لیا۔

اتناہی نہیں، یہ کتابیں ہیں۔ انٹرنیٹ پر اس کو ڈالنے کے بعد میں آپ کے سرور کو ہیک نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر یہ عوامی ڈاٹا ہے، جس کا جاری عمل حکومت کے ذریعے کیا جاتا ہے تو مجھے اس کو حاصل کرنے اور دیکھنے کا حق ہے۔ اگر کاپی رائٹ کا کوئی معاملہ سامنے آتا ہے تو میں اس کی ذمہ داری سنبھال سکتا ہوں۔ ہم لوگ ایسے مسائل کے حل کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے اس کتب خانہ کو آن لائن کر دیا گیا ہے۔

اب، آپ پوچھ سکتے ہیں کہ " یہ چیزیں کیا اہمیت رکھتی ہیں؟ ہمیں پبلک پرنٹنگ کی ضرورت کیوں ہے؟ " آج دنیا کی حالت خراب ہے۔ اس کے بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں میں نہیں جانتا۔ لیکن، آمدنی کی عدم مساوات نے غریبی، بیماری، بھوک کے مسائل میں اضافہ کیا ہے۔ ہندوستان میں اشیائےخوردنی کی کثرت ہے پھر بھی یہاں 20 کروڑ لوگوں کے پاس کھانے کے لئے کھانا نہیں ہے۔

ہم ان مسائل کا حل کر سکتے ہیں۔ آب وہواکی تبدیلی جیسی چیزیں ہمارے سیارے کے تئیں جرم کرنے جیسا ہے۔ آپ گلوبل وارمنگ کو دیکھ سکتے ہیں، یہ ناممکن بات نہیں ہے، یہ سچ ہے۔ یہ سائنس ہے۔

عدم رواداری کو ہی لیں۔ دوسری ذات اور مذہب کے لوگوں کے تئیں تشدد کرنا۔ خواتین اور بچّوں کے خلاف تشدد کرنا۔ عدم رواداری کا جذبہ رکھنا۔ خیالات کے تئیں عدم رواداری۔ بینگلور میں گوَری لنکیش کا قتل جیسی خوف ناک واردات۔

غلط خبر؟ فیس بک پر نسل پرستی پھیل رہی ہے؟ لوگ غلط خیالات کا اشتراک کرتے ہیں، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہمارے صدر کو انتخاب میں جیتنے میں مدد کرتے ہیں؟ سوال یہ اٹھتا ہے کہ ایسی صورت حال میں آپ کیا کر سکتے ہیں؟

میرا یہ یقین ہے کہ ہرایک نسل کو کسی نہ کسی شکل میں مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ اگر آپ تکنیکی ہیں اور 1960 کی دہائی کے ابتدائی دور کے ہیں تو آپ سیم کی عمر کے ہیں۔ آپ کو ڈجیٹل فون کا بٹن، یا کمپیوٹر کی ایجاد کرنے میں مدد کی ہوگی۔ اگر آپ 1950 کی دہائی کے ہیں تو آپ شاید ایرو اسپیس/خلا میں کام کر رہے ہوںگے۔ کچھ چیزیں سماجی مسائل سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ایسی کئی چیزیں ہیں جو ہم کر سکتے ہیں۔ اگر آپ 1880 کی دہائی کے ہیں تو آپ نادانستہ غلامی کے خلاف لڑائی لڑ رہے ہوںگے۔ آپ گاندھی جی کے پیروکار بنے ہوںگے۔

میرا یہ یقین ہے کہ ہمارے دور میں دستیاب مواقع ہیں، علم تک ہماری پہنچ کو عوامی بنانا، یہی وہ غیردستیاب وعدہ ہے جسے پورا کرنا ہے۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جس کو ہم کر سکتے ہیں۔ ہم اس کو انجام تک پہنچا سکتے ہیں۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ جمہوریت کا جاری عمل عوام کے ذریعے ہوتا ہے۔

شہریوں کو تمام چیزوں سے واقف کرانا جمہوریت کی کنجی ہوتی ہے۔ میں تبدیلی میں یقین رکھتا ہوں۔ آج ہم گلوبل وارمنگ کا حل نہیں نکال پا رہے ہیں۔ لیکن اگر ہم یہ سمجھ جائیں کہ ہمارے ماحولیات کے ساتھ کیا ہو رہا ہے تو میرا یقین ہے کہ ہم اس کے لئے کام کرنا شروع کر دیںگے۔ میں مانتا ہوں کہ تبدیلی کے لئے دو چیزیں ہونی چاہئیے۔ گاندھی جی نے ہم سے کہا تھا کہ تبدیلی کی ایک کنجی محبت ہے۔ جب آپ نازی (Nazis) کو دیکھیں تو ان پر ہاتھ نہیں اٹھائیں۔ اس تناظر میں، موجودہ دور میں، ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہو رہے بحث و مباحثے جو مجھے پسند نہیں ہے، وہ بہت قدامت پسند، ہے نا؟ پھر دوسری طرف لوگ ہیں جو بولتے ہیں کہ " نازیوں کو ختم کرو۔ "

حل یہ نہیں ہے۔ گاندھی اور کنگ دونوں نے ہمیں بتایا تھا کہ اس مسئلہ کا حل پیار ہے۔ انہوں نے ہمیں کچھ اور بھی بتایا تھا۔ یہاں ہم جسٹس راناڈے کے خیال کو یاد کرتے ہیں، ' اگر ہمیں دنیا کو بدلنا ہے تو ہمیں خود کو تعلیم یافتہ کرنا ہوگا، اور ہمارے حکمرانوں کو بھی تعلیم یافتہ کرنا ہوگا۔ '

کنگ اور گاندھی دونوں نے یہ بات قبول کیا تھاکہ ستیہ گرہ سے پہلے انہوں نے خود کو تعلیم یافتہ کرنے میں کافی وقت لگایا تھا اور اس کے بعد اپنے حکمرانوں کو تعلیم یافتہ کیا تھا۔ گاندھی جی کے ڈانڈی جانے سے پہلے انہوں نے اس آشرم میں کافی وقت گزارا تھا، خود کو اور اپنے ساتھ چل رہے دوستوں کو تربیت یافتہ کیا تھا۔ انہوں نے حکومت کو عرضی بھیجی تھی اور اس میں کہا تھا، " میں یہ کرنے جا رہا ہوں۔ " اس لئے میرا بھی یہ یقین ہے کہ تعلیم اور محبت، اہم چیزیں ہیں۔ روندرناتھ

کارل مالامود کے تبصرے :

ٹیگور بھی یہی محسوس کرتے تھے۔ گاندھی جی بنیادی تعلیم کو ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے کیونکہ وہ برٹش اسکولوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ٹیگور نے ان کے ' سچ کی ' تشہیر کی اور انہوں نے کہا کہ " ہمارے ذہن کو علم کی سچائی قبول کرنا چاہئیے۔ اسی طرح ہمارے دل کو، محبت کے سچ کو سیکھنا چاہئیے۔ " آپ کو یہ دونوں کام کرنا ہوگا۔

میرا یہ یقین ہے کہ غلط خبروں کے مسا ئل کا حل علم سے ہوتا ہے۔ آپ غلط خبروں کو روک‌کر ان کا حل نہیں نکال سکتے۔ لیکن آپ بہتر خبریں حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ سچّی خبریں حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر آپ اقتصادی مواقع کے مسائل کا حل کرنا چاہتے ہیں، تو اس میں ہمیں مدد کرنی ہوگی، کیونکہ اس کو صرف ایک شخص نہیں کر سکتا ہے۔

گاندھی جی " بریڈ لیبر (bread labor) " کے بڑے مداح تھے۔ جس کو بائیبل سے لیا گیا تھا اور ان کے مطابق، ان کا بریڈ لیبر، ان کی پرنٹنگ کا کام تھا۔

جب وہ فینکس آشرم گئے تو سبھی کو ان کی پرنٹنگ پریس کا استعمال کرنا پڑتا تھا۔ روزانہ، سبھی لوگ پرنٹنگ پریس پر کام کرتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے چرکھے کا استعمال شروع کیا۔ اگر آج گاندھی جی زندہ ہوتے تو وہ کہ سکتے تھے کہ روزانہ اوپن سورس سافٹ ویئر کی کوڈنگ کرنا، بریڈ لیبر کی طرح ہے۔ اصل میں ایسا ہی ہے۔ یہ انسانی محنت ہے اور یہ آپ کی دنیا کو بہتر بنا سکتا ہے۔ اس سے آپ حقیقت میں کچھ کر رہے ہوں‌گے۔

گاندھی نے جو دوسری چیز ہمیں بتائی ہے وہ عوامی کام ہے۔ جس میں ہمیں کافی وقت گزارنا چاہئیے۔کسی کاروبار کا ہونا اچھا ہوتا ہے، پیسے کا ہونا اچھا ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم اپنی حکومت چاہتے ہیں جیسا ہم جمہوریت میں کرتے ہیں تو ہمیں اس کا اہم حصہ بننا ہوگا۔

جو بھی معیارات میں نے شائع کیا ہے ان پر ایک کور شیٹ تھی۔ اس پر ہاتھی بنا تھا اور اس پر ' لوگو ' بھی تھا، اور دیگر زیورات تھے۔ لیکن اس کے نیچے نیتی شتکاما کا حوالہ تھا اور جس پر لکھا تھا کہ " علم ایک ایسا خزانہ ہے جس کو کوئی چرا نہیں سکتا۔ " میں اس سے پوری طرح سے متّفق ہوں۔ علم کو ساجھا کرنا چاہئیے اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ ہمارے لئے موقع ہے۔ اس لئے آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اب میں اور سیم لوگوں کے سوالات کے جواب دیں‌گے۔

سی ڈبل ایم جی جلد 87 (1947)، پر- 193، صبح میں عبدالغفّار خاں کے ساتھ ٹہلتے ہوئے-

سی ڈبل ایم جی جلد 90 (1947-1948)، پر- 449، دعائیہ مجلس میں پہنچتے ہوئے

سی ڈبل ایم جی جلد 88 (1947)، فرنٹسپیس، لاہور اسٹیشن پر، کشمیر جانے کے راستے پر۔

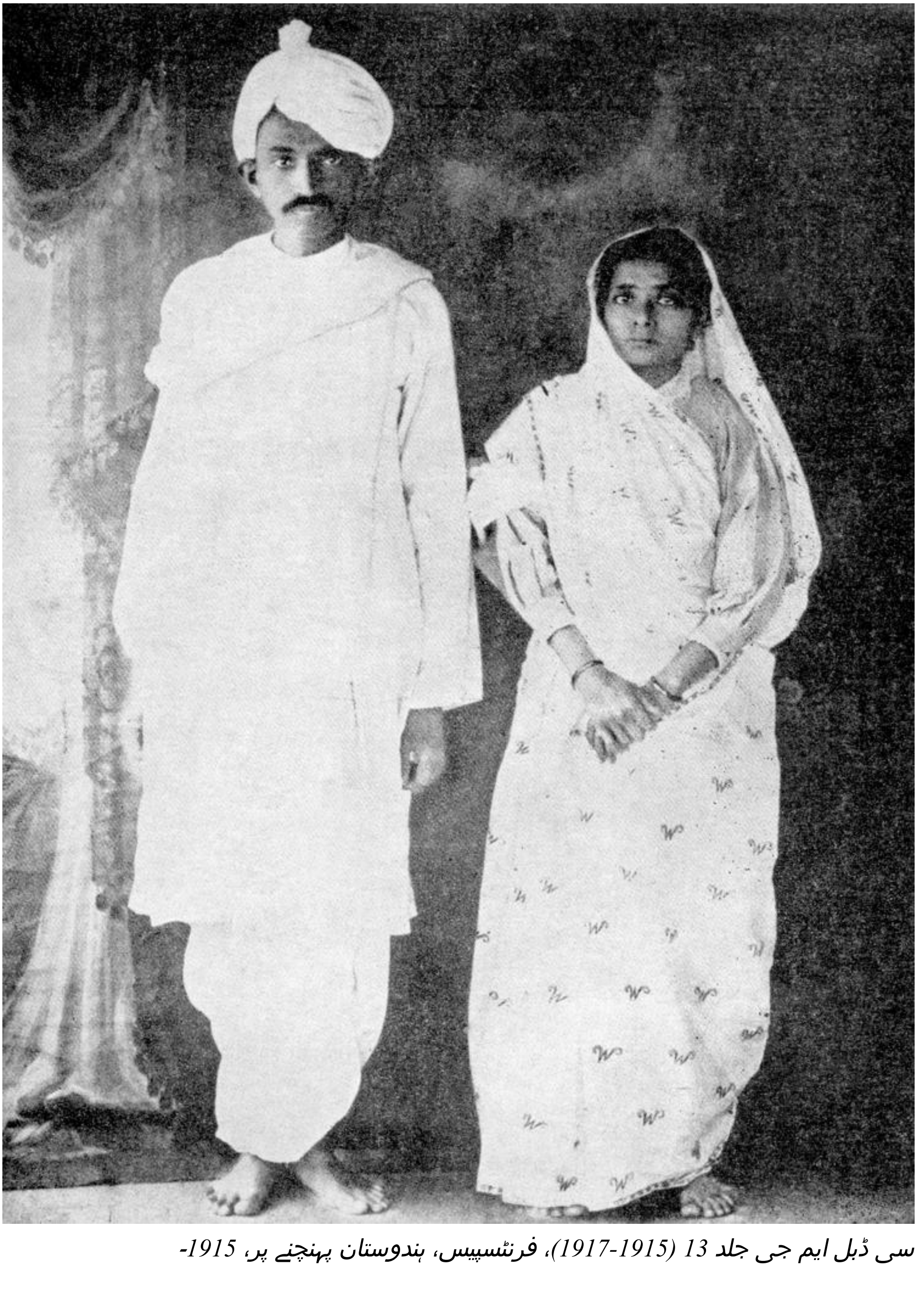

سی ڈبل ایم جی جلد 13 (1915-1917)، فرنٹسپیس، ہندوستان پہنچنے پر، 1915-

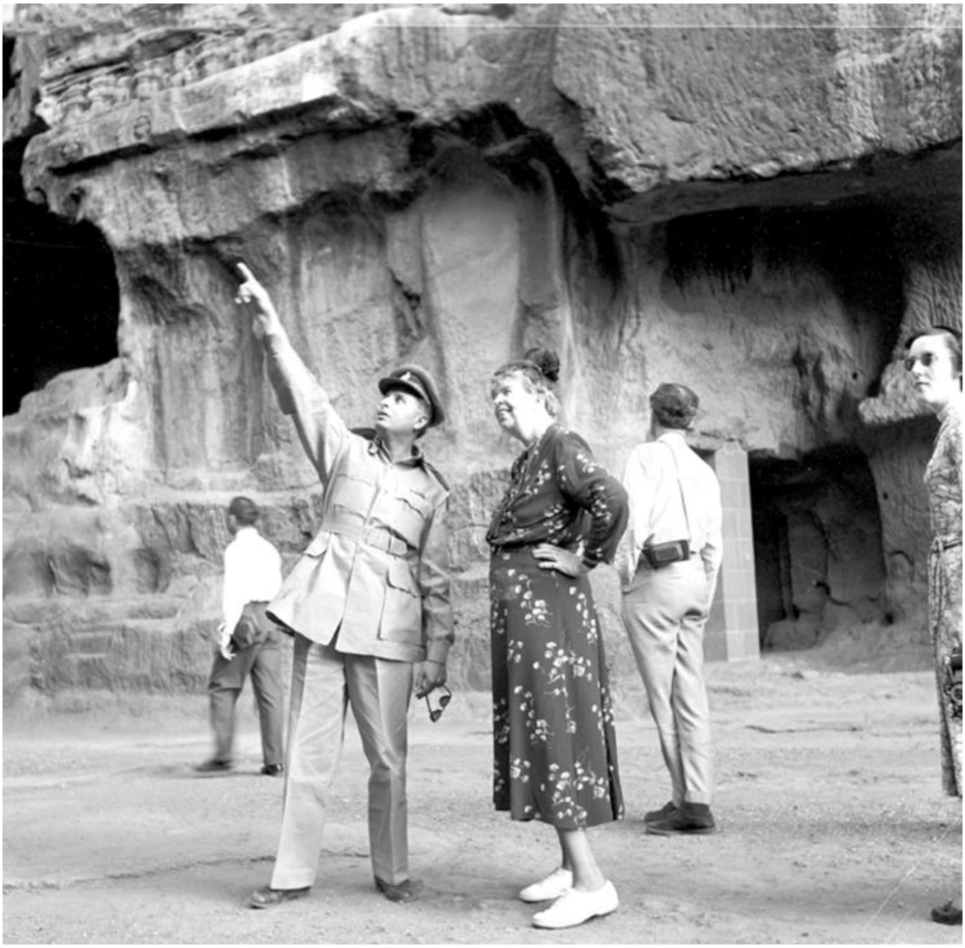

محترمہ- ایلینور روزویلٹ کو، ایلورا کے غاروں کی چاروں طرف سے گھمایا گیا، جہاں وہ 9 مارچ،1952 کو گئی تھیں-

میسور ہوائی اڈہ پر محترمہ ایلینور روزویلٹ کا استقبال، شری- ایچ- سی دسپّا، میسور کے وزیر مالیات و صنعت کے ذریعے کیا گیا-

شری- ایلینور روزویلٹ، مرکزی ادارہ برائےاشیائےخوردنی تکنیکی ریسرچ، میسور کی ایک تجربہ گاہ میں، جہاں وہ 7 مارچ، 1952 کو گئی تھیں-

شری- ایلینور روزویلٹ، مہارانی گرلس اسکول، جئے پور میں گھومتی ہوئیں، جہاں وہ 13 مارچ، 1952 کو گئی تھیں-

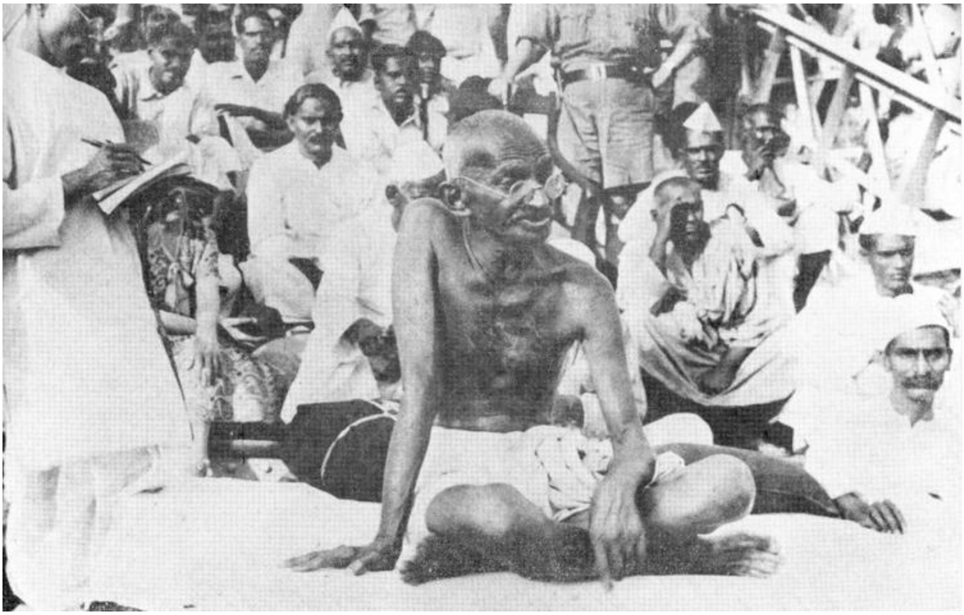

سی ڈبل ایم جی جلد 57 (1934)، فرنٹسپیس

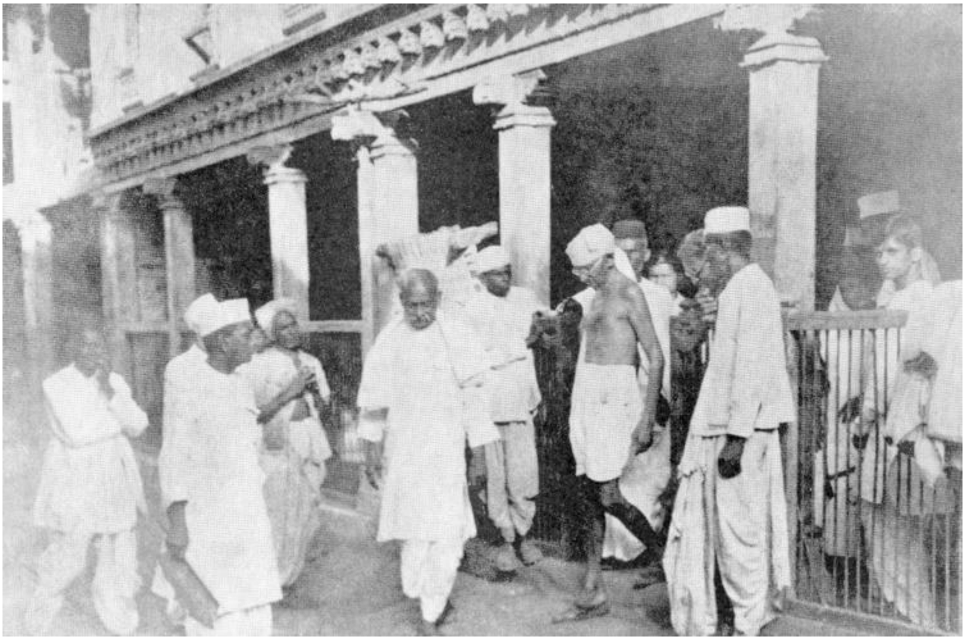

سی ڈبل ایم جی جلد 61 (1935)، فرنٹسپیس، پلیگ متاثر گاؤں کادورہ، گاؤں بورساڈ-

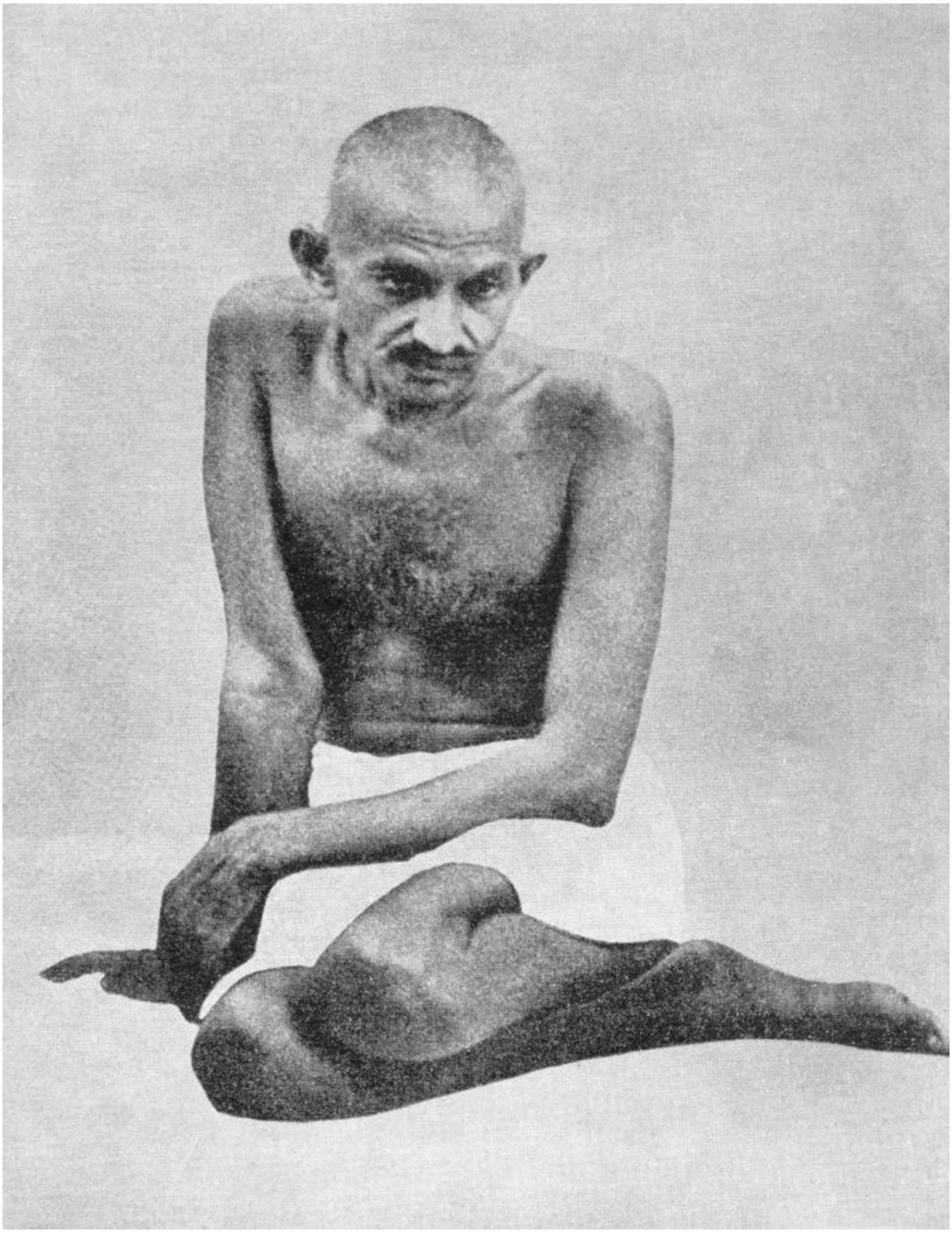

سی ڈبل ایم جی جلد 24 (1924)، فرنٹسپیس، گاندھی جی 1924 میں-

انٹرویو : ' اس چھوٹی سی یو ایس بی میں 19،000 ہندوستانی معیارات ہیں۔اس کو عام کیوں نہیں کیا جانا چاہئیے؟ '

دی وائر، انوج شر ینواس، 26 اکتوبر، 2017 (دی وائر کی اجازت کے ساتھ شائع کیا گیا)

ہندوستانی معیار بیورو کے ذریعے اطلاع دی گئی کوڈ اور اصول و ضوابط پر قانونی تفتیش کرکے اسے بطور مفت عوام کے لئے دستیاب کرانے والے اور Public.Resource.Org کے بانی کارل مالامود کے ساتھ انٹرویو

[انوج شرینواس] آداب، اور آج دی وائر کی بحث ' ہر کسی کو عوامی معلومات فراہم کرنا' میں آپ کا استقبال ہے۔ میرا نام انوج شرینواس ہے۔ آج ہمارے مہمان کارل مالامود ہیں۔

کارل کے بارے میں جس طرح بیان کیا جاتا ہے ان کو 'انٹرنیٹ کے اون انسٹیگیٹر (Internet's own instigator)' سے لےکر ' امریکہ کے غیر رسمی عوامی پرنٹر (امریکہ کا ان آفسیل پبلک پرنٹر-America's unofficial public printer) ' کے طور پرجانا جاتا ہے۔یہاں 'انٹرنیٹ کے اون انسٹیگیٹر' سے مراد ایک ایسے شخص سے ہے جو سرکاروں کو اپنے خلاف خود اکساتا ہو یا کاروائی کرنے کی دعوت دیتا ہو۔ 25 سالوں سے کارل کا مشن رہا ہے کہ انٹرنیٹ کا استعمال کرکے لوگوں تک، جتنا ممکن ہو سکے زیادہ سے زیادہ معلومات مفت پہنچانا ہے۔ گزشتہ دس سالوں میں، ان کے کئی کام قانون، اور قانونی کوڈ معیارات پر مرکوز رہے ہیں۔ اکثر یہ انہیں سرکاری افسروں کے خلاف لا کھڑا کرتا ہے، جو لوگ ان معلومات کو مختصر اور محدود طریقے سےمنظم یا نشر کرنا چاہتے ہیں۔

کارل، آج ہمارے ساتھ اس موضوع پر بحث کرنے کے لئے آپ کا شکریہ۔

[کارل مالامود] مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔

[انوج شرینواس] ہمارے ان ناظرین کے لئے جو آپ کے کام سے واقف نہیں ہیں، کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ جو معلومات عوامی ہونا ضروری ہے ان کو عوام کے لئے عام کرانا، اور اس کو عوام تک دستیاب کرانے کا عام طریقہ کیا ہے جسے عام لوگ کر سکتا ہے۔

[کارل مالامود] اچھا، میں جن چیزوں کے ساتھ کام کرتا ہوں وہ ایسی معلومات ہے، جس سے زیادہ تر لوگ متّفق ہیں کہ اس کو عوامی کیا جانا چاہئیے، لیکن کسی سبب سے ایسا نہیں کیا جا رہا ہے۔ جمود کی وجہ سے، یہ ایک فیس کی تجوری میں بند ہے، یا سرکاری ایجنسی مسئلہ کو سلجھانے میں تتکنیکی طور پر اہل نہیں ہے، یا کوئی شخص اس کا فروخت کننده بننا چاہتا ہے، اور ان معلومات کو خصوصاً اپنے ہی قبضے میں رکھنا چاہتا ہے۔ امریکہ کے پیٹینٹ ڈاٹا بیس کی طرح ہی، میں بھی صرف بڑے ڈاٹابیسوں کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ میں نے اس معاملے میں، ان کے تمام ڈاٹا خرید لئے ہیں جب پیٹینٹ دفتر اس کو بیچ رہا تھا۔ ان ڈاٹا کو خریدنے میں ہزاروں ڈالر لگے تھے، اور اس کے لئے پیسہ میں نے لوگوں سے مانگکر جمع کیا تھا۔ میں نے اس کو خریدا، اور پھر میں نے اس کو انٹرنیٹ پر ڈالا، لاکھوں لوگوں نے اس کا مفت استعمال کرنا شروع کر دیا، اور میں پیٹینٹ دفتر کے

دروازے پر دستک دینے لگا اور کہا، " آپ کو معلوم ہے یہ آپ کا کام ہے، اور آپ کو اس کو کرنا چاہئیے۔ "

مجھے پیٹینٹ کاروبار یا کسی دیگر کاروبار میں نہیں جانا ہے۔ میرا ہمیشہ یہ مقصد رہا ہے، حکومت کو بہتر بنانا، ان کو یہ دکھانا کہ لوگ اصل میں ان معلومات کے تئیں دلچسپی رکھتے ہیں۔ پیٹینٹ ڈاٹا بیس کے بارے میں، پیٹینٹ کمشنر نے مجھ سے کہا تھا کہ انہوں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ عام امریکیوں کو ان معیارات کی پرواہ ہوگی۔ اسے انٹرنیٹ پر ڈال دینے کے بعد ؛ لاکھوں لوگوں نے اس کا استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔

[انوج شرینواس] کچھ معاملوں میں، مثال کے طورپر یہ ممعلومات عوام کے لئے دستیاب ہیں ؛ لیکن ایک طےشدہ فیس پر دستیاب ہیں۔ جب سرکاری ایجنسی کی بات آتی ہے، تو آپ اس سے کیسے نمٹتے ہیں، جو اس سے پیسہ بناتے ہیں؟

[کارل مالامود] ہاں، کسی بھی سرکاری ایجنسی، یا غیر سرکاری تنظیم کے لئے آمدنی بہت اہم ہوتی ہے۔ پیٹینٹ دفتر کے معاملے میں، وہ ہر سال 4 کروڑ ڈالر کا پیٹینٹ بیچ رہے تھے۔ آپ جانتے ہیں، پیٹینٹ کا پورا مقصد کیا ہے۔ یہ واحد ڈاٹا بیس ہے جو خاص طورپر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے آئین میں شامل ہے۔ یہ فروخت کے لئے نہیں ہے۔ وہ کسی دیگر کاموں میں استعمال کر کے پیسہ کما سکتے ہیں، اور وہ در اصل، انہی ڈاٹا کو زیادہ بہتر بناکر فروخت کر سکتے ہیں۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ ایک بار جب میں نے یہ خرید لیا، تو کیا میں اس کو پھر سے دیگر روپ میں شائع کرنے کا اہل ہوں، جس سے یہ بہتر اور زیادہ مفید ہو؟ مجھے اس بات سے کوئی دقت نہیں ہے کہ اپنی خدمت کے لئے کوئی فیس لے۔ تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ ان ممعلومات کا استعمال کرنے کے لئے، اس کو بہتر بناکر رکھنے کے لئے، اپنے دوست شہریوں کو مطلع کرنے کے لئے، اس کے ساتھ کچھ اور کرنے کے لئے، کیا آپ کو لائسنس کے بغیر اجازت ہے؟

[انوج شرینواس] یہ سچ ہے۔ پچھلے دو سالوں میں آپ کا کچھ کام، ہندوستان میں بھی مزید بڑھا ہے۔ جیسا کہ میں اس کو سمجھتا ہوں، مثال کے طور پر، آپ ہندوستانی معیار بیورو کے ساتھ قانونی لڑائی میں ہیں۔ کیا آپ اس کے بارے میں ہمارے ساتھ تھوڑی بات چیت کر سکتے ہیں کہ اس کی شروعات کیسے ہوئی؟

[کارل مالامود] یہاں کئی قسم کے قانون، حقوق اور قانونی مواد دستیاب ہیں۔ ان میں سرکاری فرمان، قانون سازمجلس کے کام، سرکاری اصول ہیں ؛ لیکن حفاظتی معیارات ہماری جدید دنیا کے اہم قوانین میں سے ہیں۔ نیشنل بلڈنگ کوڈ آف انڈیا، ٹیکسٹائل مشینری کے لئے معیارات جو مزدوروں کو محفوظ رکھتا ہے، یا جراثیم کش کو محفوظ طریقے سے استعمال کو لےکر ہیں۔ ان تمام ہندوستانی معیارات سرکاری گزٹس میں نظر آتے ہیں۔ ان کے پاس قانون کی طاقت ہے۔بہت سے معاملات میں، آپ ہندوستان میں مصنوعات تب تک فروخت نہیں کر سکتے ہیں، جب تک کہ وہ تصدیق شدہ نہ ہوں ؛ اور جب تک وہ معیارات کے عمل کو پورا نہیں کرتے وہ بی آئی ایس کے ذریعے تصدیق شدہ نہیں کئے جا سکتے ہیں۔ وہ تمام سرکاری اشاعتیں ہیں۔

اس کے باوجود، یہ صرف ایک کاپی رائٹ سے متعلق نوٹس نہیں ہے۔ یہ ایک نوٹس ہوتا ہے کہ آپ ہماری اجازت کے بغیر ان چیزوں کی نقل نہیں کر سکتے ہیں ؛ اور وہ اس کو بیچتے ہیں۔ ہندوستان میں نیشنل بلڈنگ کوڈ کی قیمت 14،000 روپیے ہے۔ یہ ایک کتاب کے لئے بہت زیادہ قیمت ہے، جن

اس چھوٹی سی یو ایس بی میں 19،000 ہندوستانی معیارات ہیں۔ ' :

کو ہندوستان کا ہر انجینئرنگ طالب علم پڑھنا چاہتا ہے۔ اگر آپ اس کو کسی دوسرے ملک میں خریدتے ہیں، تو اس کی قیمت تقریباً 1.4 لاکھ روپیے ہے، جو دس گنا زیادہ ہے۔ اگر آپ ہندوستان کے ساتھ کاروبار کرنا چاہتے ہیں، تو آپ کے لئے یہ جاننا ضروری ہوگا کہ ہندوستان کی سلامتی سے متعلق قوانین کیا ہیں۔

[انوج شرینواس] صحیح کہا آپ نے، یہ سچ ہے۔ 2013 میں، آپ نے کچھ ڈاٹا لئے اور اس کو عام کر دیا ؛ لیکن بی آئی ایس ایسا کرنے سے خوش نہیں تھا۔

[کارل مالامود] ہاں، بی ایس آئی نے اس حقیقت کو نظر انداز کیا۔ پہلے‌پہل یہ ہوا کہ میں نے کئی ہندوستانی معیارات خریدے۔ میں چوری چھپے کام نہیں کرتا ہوں۔ میں نے سیم پترودا صاحب سے بات کی۔ وہ اس وقت حکومت میں شامل تھے اور منموہن سنگھ کے لئے کام کرتے تھے۔ میں نے ان سے کہا، " پترودا صاحب، میں آپ سے ملنے آیا ہوں۔ " میں گیا اور ان سے ملا اور میں معیارات کی کاپیاں لے گیا۔ میں نے صورت حال کی وضاحت کی اور کہا، " میں ان کو انٹرنیٹ پر ڈالوں‌گا، آپ اس کے بارے میں کیا سوچتے ہیں؟ " انہوں نے کہا، " ہاں، یہ اچھا ہے۔ " میں نے کہا، " اچھا، آپ یہ جانتے ہیں کہ ہندوستانی معیار بیورو ایسا کرنے سے ناراض ہو سکتا ہے۔ " ان کا کہنا تھا، " یہ اہم معلومات ہے۔ یہ دستیاب ہونا چاہئیے۔ " انہوں نے اس پر ےوجہ نہیں دی۔ میں نے تمام 19،000 معیار لے لئے اور ان کو انٹرنیٹ پر ڈال دیا۔ میں نے معیارات کی ڈی وی ڈی کے لئے، ایک سال کے لئے، 5،000 ڈالر کی ادائگی کی۔ پھر، میری رکنیت کی تجدید کرانے کا وقت آ گیا۔

[انوج شرینواس] ضرور

[کارل مالامود] میں نے ان کو ایک خط بھیجا۔ میں نے کہا، " ہاں، یہ ایک خرید سے متعلق آرڈر ہے۔ مجھے اپنی رکنیت تجدید کراکر خوشی ہوگی۔ ویسے، یہاں تمام معیارات ہیں، اور ہم نے ان میں سے 971 معیار لئے ہیں، اور ہم نے ان کو ایچ۔ ٹی۔ ایم۔ ایل (HTML) میں بدل دیا ہے۔ ہم نے ایس۔ وی۔ جی گرافکس کے طور پر ڈیزائن کو دوبارہ تیار کیا ہے۔ ہم نے ذرائع کو میتھ ایم۔ ایل (MATHML) کی شکل میں رکارڈ کیا۔ کیا آپ ان تمام اطلاعات کی کاپیاں لینا چاہیں‌گے؟ " مجھے ایک خط ملا، جس میں بنیادی طور پر لکھا تھا، یہ کرنا بند کریں، آپ کو اس کو فوراً روکنا ہوگا۔ انہوں نے میری رکنیت کی تجدید کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے مانگ کی کہ ہم ایسا نہ کریں۔

میں نے ان کے خط کا جواب بھیجا اور بتایا کہ میری سمجھ سے ہندوستانی آئین کے تحت، حق طلاعات قانون کے تحت، یہ عوامی ممعلومات تھی۔ وہ اس سے متفق نہیں تھے۔ ہم نے وزارت میں عرضی دائر کی، یہ ہمارا اگلا قدم تھا۔ بڑی بہترین عرضی۔ پترودا نے حلف نامہ (افیڈیوٹ) دیا تھا۔ بابائے انٹرنیٹ ونٹن سرف نے حلف نامہ دیا تھا۔ واٹر انجینئرنگ اور نقل وحمل کے بہت سارے اہم پروفیسروں نے حلف نامے پر دستخط کئے۔ ہمارے پاس ایسی کئی مثالیں تھیں کہ وہ معیار بہتر کیوں ہیں اور ہم نے اس کے اقدار کو کیوں شامل کر رکھے ہیں۔

یہ عرضی وزارت پہنچی۔ کچھ دن بعد ہمیں جواب ملا کہ " نہیں، آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ " اگلا قدم ایک مفاد عامہ عرضی سے متعلق مقدمہ تھا۔ اس میں میرے معاون شرینواس کوڈالی، ایک بہت ہی باصلاحیت جوان نقل وحمل انجینئر اور ڈاکٹر سشانت سنہا، ' ہندوستانی قانون ' (انڈین قانون) کے حیرت انگیز پبلیشر تھے۔ ہم نے مقدمہ دائر کیا۔ نیشیتھ دیسائی کے لاء فرم نے مفت میں ہماری نمائندگی کرنے کے لئے راضی ہوئے۔ وہ کسی بھی طرح کی فیس چارج نہیں کر رہے ہیں۔ سلمان

خورشید، سابق وزیر قانون، ہمارے سینیئر وکیل کے طور پر ہماری نمائندگی کرنے کے لئے راضی ہوئے۔ معزز عدالت عالیہ دلّی میں ہماری عرضی دائر ہے۔

بی آئی ایس نے ہماری شکایت کا جواب دیا ہے۔ ہم نے اس کا جواب دیا۔ مرکزی حکومت جواب دینے میں ناکام رہی ہے۔ ہم نے 13 نومبر کو پھر سے عدالت کی مدد لی اور امید ہے کہ چیف جسٹس یا جج جو صدارت کر رہے ہیں، وہ زبانی دلیل کا حکم دیں‌گے۔ حکومت اپنے حصے کی تفصیل بیان کرےگی اور اپنا فیصلہ پیش کرےگی۔

[انوج شرینواس] ضرور۔ کارل، جیسا کہ میں اس کو یہاں سمجھتا ہوں، بی آئی ایس کی دفاعی کاپی رائٹ پر منحصر ہے۔ ایک اور پہلو جس کے بارے میں بھی بات ہو سکتی ہے، وہ یہ ہے کہ ان معیارات کو تیار کرنے کے لئے معاوضے کی ضرورت ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور ہندوستان کے درمیان فرق یہ ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں معیار، جو آخرکار قانون اور ضابطے (ریگولیشن) بنتے ہیں، وہ ذاتی نظام کے ذریعے تیار کئے جاتے ہیں۔ یہاں ہندوستان میں، بی آئی ایس ایک آئینی نظام ہے، جو کبھی کبھی، میرے مطابق زیادہ تر معیار لاتا ہے، جس کو آخر میں، قانون کی طاقت مان لیا جاتا ہے۔ ان معیارات کو کمپنیوں، کالجوں، انفرادی لوگوں کو فروخت کر نے سے ایک حد تک آمدنی حاصل ہوتی ہیں۔ کیا آپ بی آئی ایس کی آمدنی کا ماڈل کی بھی مخالفت کرتے ہیں؟ کیا آپ یقین کرتے ہیں کہ آج کے دور میں اس کو عوامی کیا جانا چاہئیے اور ہمیں ان اہمیتوں کے بارے میں فکر نہیں کرنی چاہئیے جو پہلے، ان معیارات کو بنانے میں ہوئیں؟

[کارل مالامود] آئیے پہلے ہندوستان میں اس معاملے کو نمٹا لیں اور پھر باقی کی دنیا سے نمٹیں‌گے۔

[انوج شرینواس] ضرور

[کارل مالامود] ہندوستان میں، یہ تمام سرکاری دستاویز ہیں۔ ان کی آمدنی کا 4 فیصد سے کم، معیارات کی فروخت سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر ہندوستان میں آپ مصنوعات کو فروخت کرنا چاہتے ہیں، تو اسے تصدیق شدہ ہونا چاہئیے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کو تصدیق نامہ حاصل کرنے کے لئے کس کو ادائگی کرنا ہے؟ ہندوستانی معیار بیورو کو۔ اس میں کافی پیسہ لگتا ہے۔ صرف اس کے لئے نہیں، وہ ان کے مشن کے لئے اہم ہے۔ یہ عوامی تحفظ کے لئے ہے۔ معیارات تک کم رسائی سے، آپ انجینئروں کو اس طریقے سے تعلیم نہیں دے پاتے جس طرح آپ ان کو دے سکتے ہیں۔ آپ مقامی افسروں کو، ان بلڈنگ کوڈ کو صحیح طریقے سے نافذ کروانے سے محروم کروا دیتے ہیں، کیونکہ انھیں ان معیارات کو خریدنے کے لئے 14،000 روپیے خرچ کرنے ہوتے ہیں۔ عوامی تحفظ کی ممعلومات تک، ان کی کم رسائی، ان کے ہدف میں رکاوٹ بنتی ہے۔ بی آئی ایس کو اس کے لئے پیسوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ ان کو پیسے دیگر جگہوں سے حاصل ہوتے ہیں۔

اب، پوری دنیا میں، نجی غیر سرکاری تنظیم نے معیارات کو فروغ دیا ہے اور پھر حکومت نے انھیں قانونی روپ دے دی ہے۔ میں کچھ باتیں بتاتا ہوں۔ غیر سرکاری تنظیم ان کو قانون بنانا چاہتے ہیں۔ یہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے نیشنل الیکٹریکل کوڈ کا مکمل مقصد ہے۔ وہ انھیں 50 ریاستوں اور وفاقی حکومت میں اس کو قانونی طور پر نافذ کرا چکے ہیں۔ انھیں اس کی ضرورت ہے۔ وہ انھیں زیادہ پیسوں میں فروخت کرتے ہیں لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ ان کے پاس اس کے علاوہ، تصدیق نامہ کاکام، کتابچہ (ہینڈبک) اور تربیت کا کام ہے۔ جب وفاقی حکومت کہتی ہے کہ نیشنل الیکٹریکل کوڈ اراضی قانون ہے، تو ان کو امریکی لوگوں سے اجازت کا سونے کا مہرملتا ہے

اس چھوٹی سی یو ایس بی میں 19،000 ہندوستانی معیارات ہیں۔ ' :

اور وہ عوامی تحفظ کی ممعلومات کو فروخت کئے بغیر، اس سونے کے مہر سے پیسے بنانے کے اہل ہیں۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کو پیسے کی ضرورت ہے لیکن مجھے ایسا نہیں لگتا ہے کہ یہ اہم وجہ ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ اختیار (کنٹرول) کا معاملہ ہے۔

مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ ہمیشہ اسی طرح کام کرتے ہیں، لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ انٹرنیٹ نے دنیا میں ہرایک صنعت کو اپنے کاروباری نوعیت کو بدلنے / موافق بنانے کے لئے مجبور کر دیا ہے۔ وقت کے ساتھ ہم اپنے کاروباری نوعیت کو موافق بناتے رہتے ہیں۔ سال 1970 میں معیارات کو ایک قیمت پر فروخت کرنا سمجھداری کام تھا۔ آج کے زمانے میں بھی بلڈنگ کوڈ، ایک کتاب ہے جس کو 14،000 روپیے میں فروخت کی جاتی ہے۔ یہ چھوٹی سی یو۔ ایس۔ بی میں تمام 19،000 معیارات ہیں۔ یہ مکمل معیار ہے۔ اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہندوستان میں اس کو ہرایک طالب علم کے لئے کم سے کم غیرتجارتی (نان کمرشیل) طورپر دستیاب نہیں کرانا چاہئیے۔ لیکن مجھے لگتا ہے کہ یہ ہرایک صنعت اور ہرایک مقامی افسر کے لئے دستیاب ہونا چاہئیے کیونکہ اس سے ہم عوامی تحفظ پر زو دیتے ہیں۔ ہرایک شخص قانون جانتا ہے۔

[انوج شرینواس] صحیح بات ہے کارل، لیکن بات صرف اطلاعات کو لوگوں تک مفت پہنچنا ہی نہیں ہے، بلکہ ان معلومات کی پہنچ کی خوبی میں بھی اضافہ کرنا ہے۔ مثال کےطورپر، آپ ضروری دستاویزوں کے بارے میں جانتے ہیں-آپ کو اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے یا ا س کی شکل کو زیادہ جمالیاتی طور پر بنانے کی ضرورت ہے، تاکہ لوگ ریسرچ کے لئے اس کا استعمال کر سکیں۔ اس میں سے آپ کے کچھ کام ڈجیٹل لائبریری آف انڈیا سے متعلق ہو گئے ہیں، اور وہ کام جو آپ پچھلے دو سال سےکر رہے ہیں، کیا آپ اس کے بارے میں کچھ ممعلومات دے سکتے ہیں؟

[کارل مالامود] ہاں، معیارات کے لئے، ہم ان میں سے کئی بلڈنگ کوڈ سمیت بیشتر کو ایچ۔ ٹی۔ ایم۔ ایل میں پھر سے لکھا ہے۔ ہم نے ڈائگرام کو پھر سے بنایا ہے اور فارمولے کو پھر سے کوڈ کیا ہے۔ دی ڈجیٹل لائبریری آف انڈیا دعویٰ کرتی ہے کہ سرکاری سرور پر 550،000 کتابیں تھیں۔ کل ہند سطح پر، طویل عرصے سے کتابیں اسکین ہو رہی ہیں۔

[انوج شرینواس] اور وہ کون سی ہیں؟

[کارل مالامود] وزارت الیکٹرانک و اطلاعات ٹیکنالوجی، حکومت ہند اس اسکیم کی سرپرست ہے۔ میں نے اس ڈجیٹل لائبریری آف انڈیا پر توجہ دی ہے اور میں نے اس کو قریب سے دیکھا ہے۔ میں نے دو چیزیں دیکھی ہیں۔ یہ اچھی طرح سے دستیاب نہیں تھی اور اس کو سرچ کرنا بھی مشکل تھا۔ اس کا سرور (server) کافی دھیما تھا۔ لگاتار ڈی۔ این۔ ایس غائب جا رہے تھے۔ سرور ڈاؤن ہوتے رہتے تھے۔ اس لئے میں نے اس کو کاپی کر لیا اور آن لائن پر ڈال دیا۔ میں نے اس کو بہت توجہ سے دیکھا۔ ڈٹا بیس میں کاپی رائٹ سے متعلق کچھ مسائل تھے۔ وہ کافی بیکار تھے، لیکن اس کا میٹاڈاٹا خراب تھا۔ ان کے عنوانات غلط تھے۔ اسکیننگ کا عمل بھی تھوڑا بیکار طریقے سے کیا گیا تھا۔ اس کے صفحات نہ صرف ترچھے تھے بلکہ کچھ غائب بھی تھے یا آدھی کتاب غائب تھی، یا اس کی نفاست میں بھی کمی تھی۔

ہم نے ایک کاپی بنائی ہے اور اس کو صرف بہتر بنانے کے لئے انٹرنیٹ پر ڈالا ہے۔ ہم نے اس کو انٹرنیٹ آرکائیو میں ڈال دیا ہے۔ ایک مہینے میں اس کو تقریباً دس لاکھ لوگوں نے دیکھا۔ اس کو دیکھنے کے لیے لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ ہمیں کچھ نوٹس بھی ملے۔ ایسا کسی بڑی سطح کے

اداروں میں ہوتا ہے۔ آپ کو کچھ نوٹس ملے اور آپ ان پر اپنا رد عمل دیں۔ آپ نے کہا، " ٹھیک ہے، میں اس کو ہٹا دیتا ہوں "

[انوج شرینواس] کچھ معاملوں میں، آپ ان کی عمل آوری کرکے خوش ہیں۔

[کارل مالامود] ہاں، بالکل۔ اگر کوئی آدمی کہتا ہے کہ کتاب کاپی رائٹ ہے، تو یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم لوگ اس کو فوراً ہٹا دیں‌گے۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ جب آپ کروڑوں یا لاکھوں کتابوں جیسے بروسٹر کاہلے کو انٹرنیٹ آرکائیو پر ڈالتے ہیں، تو غلطیاں ہوتی ہی ہیں۔

حکومت کافی گھبرائی ہوئی تھی کیونکہ یہ ڈاٹا زیادہ مقدار میں انٹرنیٹ پر دکھائی دے رہا تھا اور ان کو لوگوں سے کچھ نوٹس بھی حاصل ہوئے، جس میں وہ کہہ رہے تھے، " اے خدا، ان کے پاس میری کتاب ہے۔ " انہوں نے سارے ڈاٹا بیس کو بند کر دیا تھا۔ انہوں نے ہم سے سارے ڈاٹا بیس کو بند کرنے کو کہا۔ میں نے کہا، " نہیں، نہیں، ہم ایسا نہیں کرنے والے ہیں۔ " انہوں نے کہا، " ٹھیک ہے، کم سے کم سنہ 1900 کے بعد کی تمام کتابیں ہٹا دیں۔ "

[انوج شرینواس] اس مجموعہ میں کس طرح کی کتابیں ہیں؟

[کارل مالامود] یہ 50 مختلف زبانوں کا شاندار مجموعہ ہے۔ جن میں سے آدھی کتابیں انگریزی، جرمن، فرانسیسی وغیرہ جیسی رومانی زبانوں میں ہیں۔ اس میں تاریخی کتابیں، غیرافسانوی ادب، ہندوستانی گزٹ وغیرہ شامل ہیں۔ اس میں تمام ریاستوں کے گزٹس اور سنسکرت زبان میں 50،000 کتابیں ہیں۔ گجراتی زبان میں 30،000 کتابیں بھی ہیں۔ مجھے ان کی تعداد کی صحیح ممعلومات نہیں ہے، لیکن یہ دس ہزار سے زیادہ ہیں۔ دس ہزار کتابیں پنجابی زبان میں ہیں۔ کتابیں تبتی زبان میں بھی ہیں۔ یہ کتابیں ہزار سال پرانی ہیں۔ یہ حیرت انگیز بات ہے کہ ایسا انوکھا مجموعہ دنیا کے کسی بھی ملک میں دستیاب نہیں ہے۔ مجھے پوری دنیا کے ہندوستانی دانشوروں سے خطوط حاصل ہوئے ہیں، جس میں انہوں نے لکھا ہے " اوہ خدا، یہ تو بہت بڑا مجموعہ ہے! "

ہم نے اس کو مختلف طریقے سے دستیاب کرایا ہے۔ آپ انہیں آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں۔ لوگ ہمیں آسانی سے نوٹس بھیج سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں، " اہا، آپ نے میٹاڈاٹا غلط بھرا ہے۔ " اور ہم اس کو ٹھیک کرنے کے اہل ہیں۔ ہم اس کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حکومت نے کہا، " نہیں، نہیں، آپ کو اس کو ہٹانا ہوگا، اور ہم آپ کو بتائیں‌گے کہ کون سی کتابیں رکھنا صحیح ہے، کیوں کہ ہم اس کو ایک ایک کرکے جائزہ لیں‌گے کہ کس پر کاپی رائٹ ہے اور کس پر نہیں۔ "

سب سے پہلے، میں اس بات کو لےکر یقینی نہیں ہوں، لیکن مجھے یقین ہے وہ اس کے ماہر ہے کہ کس پر کاپی رائٹ ہے اور کس پر نہیں ؛ پر کاپی رائٹ کوئی بائنری چیز نہیں ہے۔ اگر آپ اندھے ہیں، تو ایک عالمی معاہدہ کے تحت، کسی بھی کتاب تک آپ اپنی رسائی بنا سکتے ہیں۔ ہندوستانی کاپی رائٹ قانون کے تحت، اگر اس کا استعمال استاد اور طالب علم کے درمیان تعلیمی مقاصد کے لئے کیا جا رہا ہے تو وہ جائز ہے۔اسی سے متعلق دلّی یونیورسٹی کا معاملہ تھا۔ اس لئے یہ کوئی بائنری چیز نہیں ہے۔ میں ایسا بالکل بھی نہیں سوچتا ہوں کہ یہ حکومت کا کام ہے کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ کون سی چیز پڑھنے لائق ہے اور کون سی نہیں، اور اسی طرح نہ ہی یہ ان کا کام ہے کہ مجھے کون سی کتاب انٹرنیٹ پر ڈالنی ہے اور کون سی نہیں۔

اس چھوٹی سی یو ایس بی میں 19،000 ہندوستانی معیارات ہیں۔ ' :

[انوج شرینواس] ہاں، یہ صحیح بات ہے۔

[کارل مالامود] جب تک اس سے کوئی قومی تحفظ یا اسی کی طرح کوئی مسئلہ سامنے نہ آئے، تو الگ بات ہے، لیکن اگر ایسا نہیں ہے اور آپ صرف یہ کہیں کہ، " ہمیں پسند نہیں ہے۔ " تو ہمار کہنا ایسا ہوگا، " ہمیں افسوس ہے، میں آپ کی باتوں کو ماننے سے انکار کرتا ہوں۔ "

[انوج شرینواس] صحیح بات ہے۔ اب ہم ایسی حالت میں ہیں، جہاں وزارت اطلاعات ٹکنالوجی نے اپنے اس کتب خانہ کو انٹرنیٹ پر بند کر دیا ہے اور صرف آپ کا ہی ایڈیشن ہے جو لوگوں کو معلومات فراہم کر رہا ہے۔

[کارل مالامود] ہاں، جو خراب بات ہے۔ حکومت کے ساتھ یہ لڑائی لڑنے کے بجائے مجھے اچھا لگےگا کہ ہم ڈاٹا بیس کو بہتر بنائے، جس کے لئے میں ان کے ساتھ کام کر رہا تھا، جہاں ہم زیادہ کتابیں اسکین کر رہے تھے۔ ہم وہی کر رہے تھے، جو ہم اپنے ' ہند سوراج مجموعہ ' کے لئے کرتے ہیں، جو بہت ہی اعلیٰ معیار والا مواد ہے۔ کیا میں آپ کو اس کے بارے میں بتا سکتا ہوں؟

[انوج شرینواس] ہاں، ضرور۔

[کارل مالامود] ' ہند سوراج مجموعہ ' کے کام کی ابتدا مہاتما گاندھی کے مرتب کردہ مضامین سے ہوئی۔ یہ آن لائن پر دستیاب ہے، اس کو کوئی بھی شخص پڑھ سکتا ہے۔ آپ اس کی پی۔ ڈی۔ ایف فائل اور ای-بک ایڈیشن ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔ مجھے ہندوستان میں، آل انڈیا ریڈیو سے نشر 129 ریڈیو پروگرام ملے ہیں، جو مہاتما گاندھی کی زندگی کے آخری سالوں میں، ان سے ہر ایک دو دن پر بات کی گئی تھی۔ آپ ان کی زندگی کے آخری سالوں کے بارے میں جان سکتے ہیں۔ ہر ایک کے لئے میں نے مرتب کردہ کام کا متعلقہ حصہ لیا ہے اور اس کو HTML میں ڈالا ہے جس کو آپ ان کو ہندی یا گجراتی زبان میں سن سکتے ہیں۔ آپ ان کے انگریزی ترجمے کو پڑھ سکتے ہیں۔ پھر آپ مرتب کردہ کام پر کلک کر سکتے ہیں اور اس دن، ان کے ذریعے لکھے خطوط کو دیکھ سکتے ہیں۔ انہوں نے اگلے دن کیا کیا؟ وہ اس کے گزشتہ دن کیا کیا؟ وغیرہ!

ہمارے پاس جواہر لال نہرو کے منتخب کاموں کا جموعہ ہے۔ ان میں سے زیادہ تر حکومت کے سرور پر تھے لیکن ان میں سے کچھ نسخے غائب تھے۔ میں نے وہ نسخے حاصل کیے تاکہ ہمارے پاس ان کا مکمل مجموعہ ہو۔ بھیم راو امبیڈکر کا کام، مہاراشٹر ریاست کے سرور پر تھا لیکن ان میں سے آخری چھے نسخے غائب تھے۔

ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کے ذریعے تحریرکردہ کتاب بھارت ایک کھوج خوبصورت اور ہندوستان کی دریافت پر مبنی بڑا ہی عمدہ کام تھا۔ واقعی، اصل میں اس کو کافی شاندار طریقے سےانجام دیا تھا۔ یہ سال 1980 کا تھا جب دوردرشن سرکاری ایجنسی تھی اس لئے ہم لوگ اس کو آن لائن پر دستیاب نہیں کر سکتے ہیں۔ ہم نے اس پروگرام میں مکمل طور پر مختلف زبانوں میں ذیلی عنوان (سب-ٹائٹلس) ڈالے ہیں۔ تمام اپپی سوڈ کے نہیں، کیونکہ ہمارے پاس زیادہ پیسے نہیں تھے لیکن پانچ اپپی سوڈ کے لئے ذیلی عنوان تیار کئے ہیں، اب آپ ہندی زبان میں ذیلی عنوان دیکھ سکتے ہیں، جو ان کے پاس نہیں تھے۔ ان کے پاس انگریزی، اردو اور تیلگو اور دیگر زبانوں میں ذیلی عنوانات تھے۔ ہم نے اس کو بہتر اور زیادہ مفید بنانے کی کوشش کی ہے۔

[انوج شرینواس] ضرور کارل۔ کچھ لوگ عوامی شعبے کی حمایت سے متعلق کام کو دیکھتے ہیں ویسا کام، جو آپ کرتے ہیں، جو کاپی رائٹ سے بالکل برعکس ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ کبھی کبھیآپ کاپی رائٹ کی خلاف ورزی کرنے کے بعد بھی چوری شاید نہیں کر رہے ہیں۔

[کارل مالامود] میں کوئی چور نہیں ہوں، کوئی لوٹیرا نہیں ہوں۔

[انوج شرینواس] آپ کیسے طے کرتے ہیں کہ آپ کو کب ایک منصوبہ میں شامل ہونا ہے؟ کیا یہ عوامی مفاد کے بارے میں ہے؟ کیا اسکی جانچ ہوتی ہے، جسے آپ سمجھتے ہیں -

[کارل مالامود] ٹھیک ہے، یہ کچھ حد تک مفاد عامہ کا معاملہ ہے۔ میں نے تمام چیزوں کو دیکھا ہے۔ سب سے پہلے، میں اس کے بارے میں بات کرتا ہوں۔ میں پیشہ ور مضمون نگار کی شکل میں زندگی گزار رہا ہوں۔ ٹھیک ہے؟ میں موسیقار تھا۔ میں کاپی رائٹ میں یقین رکھتا ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ درست بات ہے لیکن کاپی رائٹ کے مقصد کو یاد رکھیں یہ ہے مفید فن کو فروغ دینا ہے۔ اگر زیادہ معلوماتی مواد کو دستیاب کرانا ہے تو یہاں پر کاپی رائٹ کی ایک حد ہے، اورمستثنیٰ بھی ہے۔ اگر آپ کے پاس نجی جائیداد ہے تو آپ کو اس کے درمیان پبلک پارک کی ضرورت ہے۔ آپ ان دونوں کے بغیر شہر کا تصور نہیں کر سکتے ہیں۔ آپ تجارت کی خواہش رکھتے ہیں لیکن آپ شہری زندگی بھی چاہتے ہیں۔

میں نے اس کو دیکھا اور خود سے یہ سوال پوچھا کہ کیا یہ سرکاری ڈاٹا ہے؟ کیا یہ کاپی رائٹ کا دعویٰ جائز ہے؟ کیا یہ مفاد عامہ کے لئے ہے؟ کیا اس اطلاعات کی زبردست ضرورت ہے؟ اگر یہ سرکاری اطلاع ہے، جو عوامی تحفظ یا کارپوریشن کے جاری عمل یا حکومت کے کاموں کے بارے میں شہریوں کو مطلع کرنے کے بنیادی طریقے پر نافذ ہوتا ہے تو یہ یقینی طور پر ایک عوامی ضرورت ہے، واضح طور پر عوام کے لئے ہے۔

میں نے اس کا بڑے احتیاط سے مطالعہ کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ اس طرح کے کام کرتے ہیں اور وہ سوچتے ہیں کہ " اوہ، آپ ایک ہیکر ہیں۔ " ٹھیک ہے، میرے پاس تکنیکی مہارت ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ بچّوں کے لئے اتنا اچھا نہیں ہے، لیکن میں نےایک طویل وقت تک ایسا کام کیا ہے۔ میں بڑے ڈاٹابیسوں اور قابل مطالعہ مواد کے بارے میں کافی اچھا ہوں۔ میں کسی چیز کو انٹرنیٹ پر ڈالنے سے پہلے اچھی طرح سوچتا ہوں۔ میں ان کو پڑھتا ہوں۔ میں ان پر بہت تحقیق کرتا ہوں۔

آپ ہندوستانی معیارات کو جانتے ہیں، میں نے اسے براہ راست نہیں اٹھایا۔ میں نے ان پر بہت وقت لگایا ہے۔ میں نے آئینی قانون کے تینوں حصوں کو لیا اور میں نے ان کو کافی توجہ سے پڑھا ہے۔ میں وکیل نہیں ہوں لیکن میں نے قانون کو پڑھا ہے۔ میں سیم پترودا سے ملا۔ میں نے بہت سارے لوگوں سے بات کی۔ اس کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ " میرے سمجھ سے یہ عوامی معلومات ہے۔ " آپ جانتے ہیں کہ اگر میں غلط ہوں، تو مجھے ا س کے نتائج کو بھگتنا ہوگا۔ یہ اس طرح کا کام کرنے کی دوسری پہل ہے۔ اگر آپ اس طرح کی غلطی کرتے ہیں تو آپ کو جرمانے کی ادائگی بھی کرنا پڑ سکتی ہے اور آپ کو اس کے لئے تیار رہنا چاہئیے۔

[اننت شرینواس] یہ سچ ہے۔ یہاں میں بات کو موڑتے ہوئے حکومت کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ صرف حکومت ہند کی ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کی دیگر حکومتوں کے ذریعے، آپ کے ذریعے

اس چھوٹی سی یو ایس بی میں 19،000 ہندوستانی معیارات ہیں۔ ' :

کئے جانے والے کام کے تئیں رد عمل کی بات۔ فی الحال ہندوستان میں، مودی حکومت، پچھلی حکومت ؛ دونوں ہی عوامی رائے بنانے میں کامیاب رہے کہ ہمیں شفافیت کے لئے، اور زیادہ سے زیادہ عوامی معلومات تک لوگو کی آسان رسائی کے لئے، ٹکنالوجی کا استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ای۔ گورنینس اور اس سے متعلق تمام باتوں کو بھی جانتے ہیں۔ جب کوئی شخص آگے بڑھکر ایسا کام کرتا ہے تو ان کا پہلا رد عمل مخالفت کا ہوتا ہے۔

ہم نے ہندوستان میں اپنے جیسے بہت سارے لوگوں کو قانونی نوٹس حاصل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ خود قانونی لڑائی لڑ رہے ہیں، جیسا کہ آپ نے بتایا ہے۔ کیا حکومت کے دعوی کے درمیان کوئی تضاد ہےکہ وہ جس اصول کے لئے کھڑے ہیں اور حقیقت میں اس کے لئے وہ کیا کر رہے ہیں؟ اور آپ اس میں اپنے کردار کو کیسے دیکھتے ہیں؟

[کارل مالامود] نوکرشاہی حقیقت میں اس طرح کی بات کے خلاف ہمیشہ کھڑے ہو جائیںگے۔ میں وہاں گیا اور سیم پترودا سے ملا۔ انہوں نے کہا، " بے شک یہ کرو "۔ لیکن ہندوستانی معیار بیورو کی طرف سے جواب رہا " نہیں، نہیں، نہیں، ہم لوگ ہمیشہ ہی ایسے کرتے رہے ہیں۔ اور لوگ بھی ایسے ہی کرتے ہیں۔ " اگر آپ ان کے پاس ایک شفافیت کے وکیل کے طور پر، یا خاص کر سرکاری وزیر کے طور پر جاتے ہیں تو آپ کو 15 بی۔ آئی۔ ایس ملازمین کے ساتھ آٹھ گھنٹے کی طویل میٹنگ کرنی ہوگی جہاں پر یہ بتایا جائےگا کہ اس سے کیسے آسمان گر جائےگا۔ اگر آپ حکومت میں ہوتے ہیں تو آپ کو کافی ہوشیار رہنا ہوگا۔ آپ کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہیںگے۔ یہاں تک کہ اگر آپ کھلا پن لانے کی کوشش کرتے ہیں-اوباما انتظامیہ اس کی اچھی مثال ہے، لیکن آپ صرف کچھ ہی ترقی کر سکتے ہیں۔

شہری معاشرے کے ساتھ کام کرنا اہم ہوتا ہے اور پھر آپ کبھی کبھی مخالفت کا سامنا کرتے ہیں۔ میرا زیادہ تر کام یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ ہم ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ ایسا کرنا صحیح کام کیوں ہے۔ میری اہم تکنیک یہ ہے کہ مجھے ان ممعلومات کا استعمال کرنے والے لاکھوں لوگ ملے ہیں۔ پھر، یہ صرف ویسا نہیں ہے جیسا کہ کچھ سرکاری لوگ کہتے ہیں " ارے، ارے، آپ کو اس سے بھی بہتر کرنا چاہئیے۔ " یہ کچھ ایسا ہے کہ، " لاکھوں انجنیئرنگ کے طالب علم ہندوستان میں اس اطلاع کو روزانہ استعمال کر رہے ہیں۔ اور اسی کے چلتے اس کو عوامی ہونا چاہئیے۔ اور دیکھئیے، آسمان ابھی تک گرا نہیں ہے۔ صحیح۔ اور آپ ابھی تک معیارات کو فروخت کر رہے ہیں۔ " آپ جانتے ہیں کہ یہاں تک کہ اگر میں تمام معیارات کو الگ کر دوں تو ایسے کئی لوگ ہیں، جو معیارات کی تصدیق شدہ کاپیوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور وہ پہلے کے تمام ایڈیشن کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں جس بات کا خیال رکھتا ہوں، وہ ہے قانونی در آمد۔

[انوج شرینواس] ہاں۔ کیا اپنے آپ کو ایک اسٹیک ہولڈر کے طور پر دیکھتے ہیں جو کہ حکومت تک عوامی رسائی کے سلسلے میں وہ اپنے کام کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں؟

[کارل مالامود] یہ وہی ہے جو میں کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں خود کو اس کاروبار سے باہر رکھنا چاہتا ہوں۔ میں ہندوستانی معیارات سے متعلق کام نہیں کرنا چاہتا۔ بی آئی ایس اس کو مجھ سے بہتر سمجھتا ہے۔ میرے پاس سورس کوڈ نہیں ہے۔ مجھے ایک پی ڈی ایف فائل لینی ہوگی اور اس کو ایچ ٹی ایم ایل میں بدلنے کے لئے اس کو پھر سے ٹائپ کرنا ہوگا۔ یا اگر میں خوش قسمت ہوں، تو ڈیجیٹل شکل میں جنم لیا ہے ؛ لیکن پھر بھی، مجھے اسے دوبارہ کرنا ہوگا۔ صحیح ہوگا کہ آپ اس کو پی ڈی ایف، پیراگراف مارک، ایٹیلک، فٹ نوٹس، سپراسکرپٹس سے ہٹا دیتے ہیں۔ اگر کام کا

ایک زبردست معنی انکی اصل لفظ فائلیں ہوں تو، میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ یہ کیا ہے، یہ چھوٹی سی ہوگی۔ یہ ان کا کام ہے۔ ان کو یہ کرنا چاہئیے۔ انھیں اسے بہت بڑی آبادی کی رسائی کے لئے دستیاب کرانا چاہئیے، جس سے کوئی بھی اس کو ڈاؤن لوڈ کر سکے۔ تو 'ہندوستانی قانون '، مثال کے طورپر، اس کو اپنی سرچ انجن میں شامل کر سکتا ہے۔ یہ ایک اچّھی بات ہے، کیونکہ اچانک تمام معیارات تمام جگہ دستیاب ہو جائیں‌گے۔ ہر کوئی حفاظتی معیارات کو جان سکیں‌گے ؛ ہماری دنیا محفوظ ہوگی۔

[انوج شرینواس] ضرور۔ یہ سچ ہے۔ ایک محفوظ دنیا کے اس تصور سے متعلق اس بحث کو پورا کرنا ہوگا۔ عام طور پر، آپ کی پچھلی تقریروں اور مذاکروں میں جو بھی میں نے سنا ہے، آپ نے عوامی معلومات کے لئے زیادہ سے زیادہ رسائی اور آج کل کے موجودہ سماجی، اقتصادی، سیاسی مسائل کو سمجھنے کے درمیان کی لنک کے بارے میں بھی باتکی ہے۔ آپ کیوں مانتے ہیں کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے منسلک ہیں؟

[کارل مالامود] میرا خیال ہےکہ ہماری دنیا میں بہت سے مسائل ہیں، جو متضاد دکھائی دیتے ہیں، جو سلجھتے ہوئے نہیں دکھائی دیتے ہیں۔ گلوبل وارمنگ۔ بہت سے لوگ یہ نہیں مانتے ہیں کہ یہ سچ ہے، یا وہ کاروائی نہیں کر رہے ہیں، یا ان کا ذاتی مفاد ہے، " میں اس کے لئے کچھ نہیں کروں‌گا کیوں کہ میں کوئلے کے کان میں کام کرتا ہوں۔ میرے لئے آلودگی بہتر ہے کیوں کہ اس سے مجھے زیادہ آمدنی ہوتی ہے۔ " دیگر لوگوں کے تئیں عدم رواداری، غربت، حق۔ تعلیم سے غربت دور ہو سکتی ہے۔ قحط، بیماری۔ سوال یہ ہے کہ ہم ان مسائل سے متعلق کیا کر سکتے ہیں؟ میں پختہ یقین رکھتا ہوں کہ علم کی رسائی ہی واحد طریقہ ہے جس سے ہم آگے بڑھ سکتے ہیں۔

اگر تمام شہری آب وہوا کی تبدیلی کے مسائل کو سمجھنا شروع کر دیں تو کسی نقطہ پر وہ ہم سے اس کے لئے کوئی قدم اٹھانے کی مانگ کریں‌گے کیونکہ اصل میں یہ عالمی بحران ہے۔ ہم سبھی کو اس کے لئے قدم اٹھانا چاہئیے۔ زیادہ تر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے اس بات سے فرق نہیں پڑتا ہے کہ یہ کون سی حکومت ہے، وہ تمام رہنما ہیں۔ اگر ہر ایک شخص یہ کہےگا کہ، " گلوبل وارمنگ! او خدا، ہمیں کچھ کرنا ہوگا۔ ان طوفانوں کو دیکھیں، ان آگ کو دیکھیں، ان قحط کو دیکھیں۔ " تب ہی تبدیلی ہوگی۔

تعلیم اب اہم مسائل میں سے ایک ہے۔ بیماری، آپ یہ کبھی بھی نہیں جانتے کہ بیماریوں کے مسائل کے حل کہاں سے آتے ہیں۔ جب میں نے کثیرمقدارمیں ممعلومات کو انٹرنیٹ پر ڈالا، تو میں نے انٹرنیٹ پر یہ سیکھا کہ کچھ اتفاقیہ شخص ہمیشہ آتے ہیں اور جو اس کو بہتر بناتے ہیں۔ جس کے بارے میں آپ نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا۔

مجھے یقین ہے کہ ہر نسل کو ایک نیا حل / چیلنج ملتا ہے۔ یہ طیارہ سازی سے متعلق ہو سکتا ہے۔ یہ نادانستہ غلامی کی بیخ کنی ہو سکتی ہے، ہے کہ نہیں۔ میں سب لوگوں کے لئے تکلیف دہ ہوسکتا ہوں‌یہ ٹیکنالوجی ہوسکتی ہے۔ یہ سماجی تبدیلی ہو سکتی ہے۔ میں اپنے جس عظیم وعدے کے بارے میں سوچتا ہوں۔ وہ انٹرنیٹ ہے جو آج یہاں موجود ہے، یہ کام کرتا ہے، تمام علوم تک آفاقی رسائی کے لئے جو کچھ بھی ہم اس کے ذریعےکر سکتے ہیں وہ یہاں ہے،اور مجھے پور ایقین ہے کہ یہ دنیا کو ایک بہتر مقام بنائےگا۔

[انوج شرینواس] ٹھیک ہے، بہت خوب۔ شکریہ، کارل اپنا وقت دینے کے لئے آپ کا شکریہ

اس چھوٹی سی یو ایس بی میں 19،000 ہندوستانی معیارات ہیں۔ ' :

[کارل مالامود] آپ کا بہت بہت شکریہ۔

[انوج شرینواس] ہم آپ کے کیس اور ان مسائل پر عمل کریں گے جن پر آپ باریکی سے وائر کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ شکریہ۔

© دی وائر، 2017، اجازت کے ساتھ شائع کیا گیا
https://thewire.in/191059/interview-little-usb-holds-19000-indian-standards-not-/made-public

مائکروفون پر پنڈت جواہرلال نہرو، *20-07-1947*

مئی، *1948* میں جمّوں میں آر- اے- ایف میس میں افسروں کے ساتھ بلیئرڈس کھیلتے ہوئے-

مئی، *1948* میں، کشمیر کی کشتی ڈور میں

مئی، *1948* میں چھٹیوں کے دوران وائسیریگل لاج شملہ میں

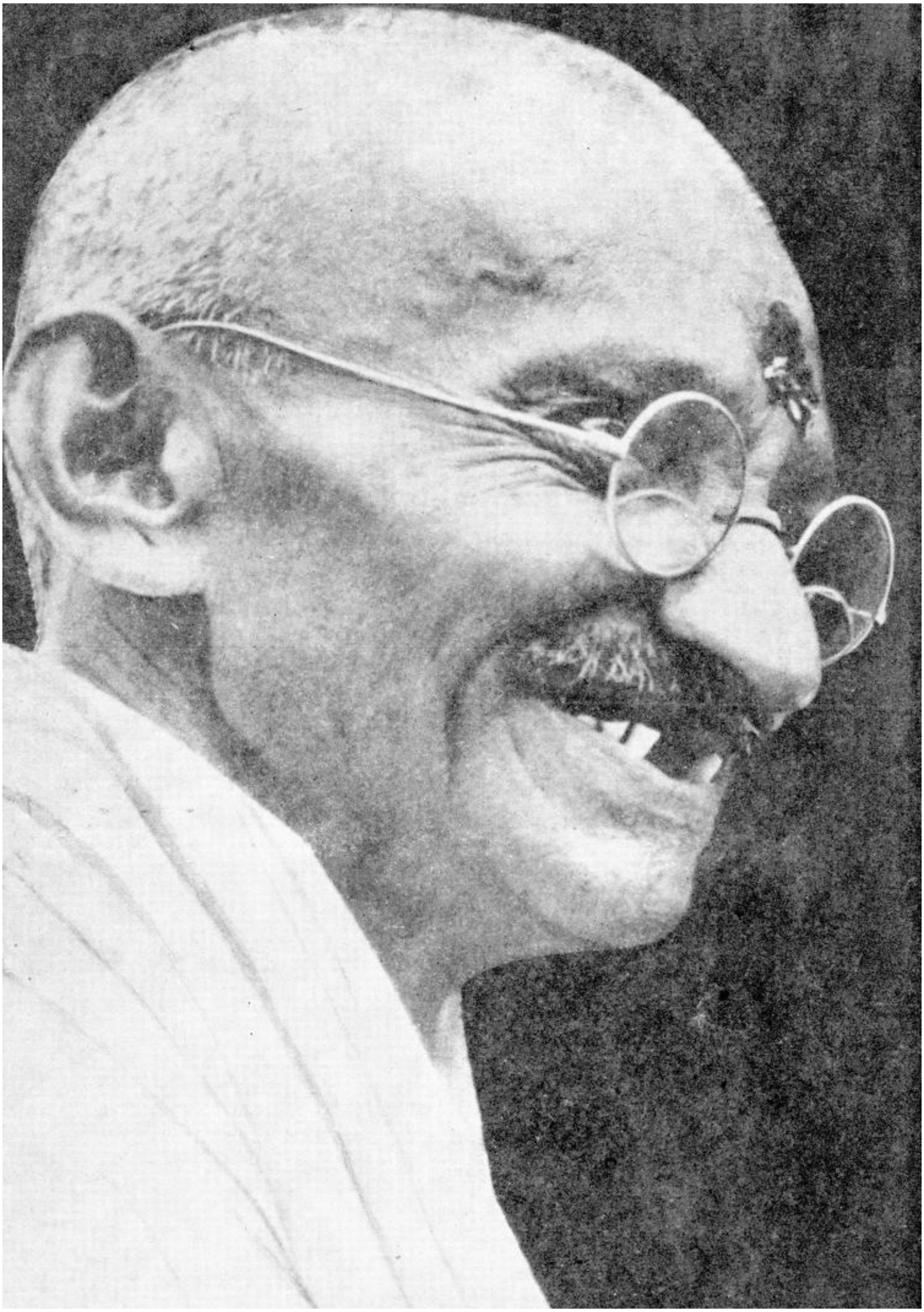

سی- ڈبلیو- ایم- جی- جلد 43 (1930)، ص- 185- بلا تاریخ-

اپنے بھوٹان کے سفر کے دوران یاک پر اندرا گاندھی، 20 ستمبر، 1958

6 دسمبر، 1954 کو چینی وفد کی جماعت کے دورے کا محافظ دستہ

ہندوستان کے وزیر اعظم محترم پنڈت جواہرلال نہرو کا استقبال محترمہ وجئے لکشمی،امریکہ میں ہندوستانی سفیر اور محترمہ اندرا گاندھی سمیت مسٹر ویل اسمتھ کی طرف سے 28 اکتوبر 1949 کو ان کے شکاگو کے سفر کے دوران کیا گیا۔

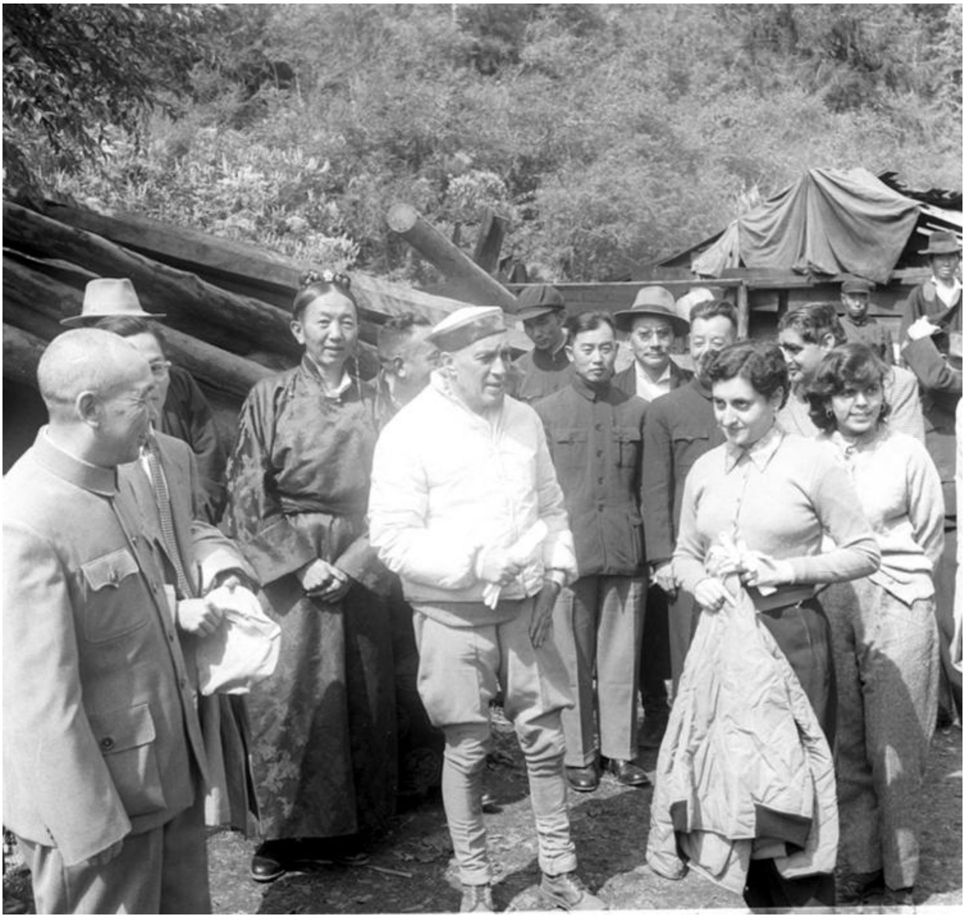

وزیر اعظم جناب جواہرلال نہرو اور محترمہ اندرا گاندھی کو جنرل ٹینگ کوان سان (سب سے بائیں جانب)، چین کی یوم جمہوریہ تقریب، رینچنگینگ، تبّت-بھوٹان سرحد، بھوٹان سفر (ستمبر 1958) کے دوران۔

یوم جمہوریہ پر محترمہ اندرا گاندھی کی وادی کلّو کی عوامی رقاصاؤں کے ساتھ تصویر، 29 جنوری 1958

سی- ڈبلیو- ایم- جی- جلد 14 (1918- 1917)، فرنٹیسپیس، گاندھی جی 1918 میں-

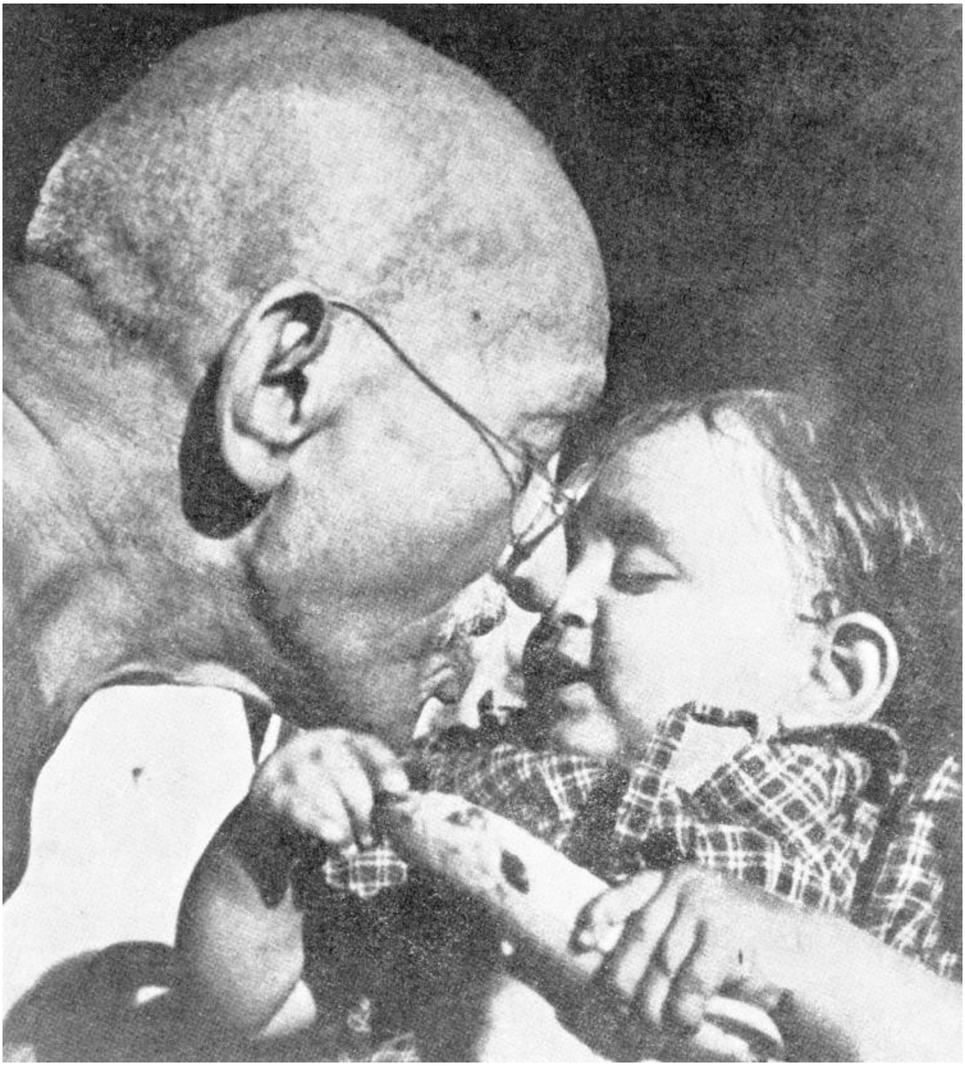

سی- ڈبلیو- ایم- جی- جلد 78 (1944)، فرنٹیسپیس

کوڈ سوراج پر نوٹ

کارل مالامود، کیلفورنیا، دسمبر 4-25، 2017

میں اکتوبر کے آخر میں ہندوستان سے لوٹا۔ مجھے اپنے چھوڑے ہوئے کئی کام کرنے تھے۔ ساتھ ہی سفر کے دوران لئے گئے نئے کاموں کو بھی دیکھنا تھا۔ سب سے اہم کام کورٹ کے معاملوں پر توجہ دینا تھا۔ لیکن سب سے پہلے میں نے اپنی پسند کا کام کیا۔

میرے دفتر کے باہر 9 بڑے صندوق رکھے ہوئے تھے، جن کا وزن 463 پاؤنڈ تھا۔ ان صندوقوں کے اندر 312 کتابیں تھیں۔ یہ وہی کتابیں تھیں، جن کو لارڈ رچرڈ اٹینبرو نے ' گاندھی ' فلم بناتے وقت استعمال کیا تھا۔ ان کی موت کے بعد ان کے ایک پروڈیوسر نے سال 2015 میں نیلامی میں یہ کتابیں خریدی تھیں۔ حال ہی میں انہوں نے کونسل-جنرل، سفیر اشوک سے رابطہ کیا اور پوچھا کہ کیا وہ ایسی بہتر جگہ کے بارے میں جانتے ہیں جہاں یہ کتابیں عطیہ میں دی جا سکے۔ سفیر نے پروڈیوسر کو میرا پتہ بھیجا اور آخر میں کتابیں میرے یہاں پہنچ گئی۔

یہ مجموعہ اصل میں یقیناً غیر معمولی ہے۔ ایک باکس میں فلم کی شوٹنگ اسکرپٹ کی اصل کاپی، سیٹ کا بجٹ، کال-شیٹ، اور نیلامی گھر کی رسید اور فہرست (کیٹلاگ) تھے۔ ان میں سے کچھ کتابیں میرے پاس پہلے سے ہی تھیں، جیسے پیارےلال نیّر کی لکھی ہوئی، ان کی سوانح عمری کی 8-جلدیں اور ان کے مرتب کردہ مضامین کی کتابیں۔ لیکن ان کتابوں میں نوجیون ٹرسٹ بکس کی گاندھی جی سے متعلق درجنوں کتابیں تھیں۔ جسے میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

میں نے ان کتابوں میں سے 47 کتابوں کا انتخاب کیا جو واضح طور پر پوسٹ کرنے کے قابل تھے۔ ان میں صنعت کار جی۔ ڈی۔ بڑلا اور گاندھی جی کے خط وکتابت کے 4 جلدوں کا مجموعہ جیسے بہترین کارنامے شامل تھے۔ جب گاندھی جی کا قتل ہوا تھا تو وہ دلّی میں برلا جی کے گھر میں رہ رہے تھے۔ وہ دونوں 44 سال سے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔

میں نے نہرو کے مرتب کردہ کاموں کے نئے ایڈیشن منگوایا تھا۔ وہ آ چکے تھے اور میرے دفتر کے باہر رکھے تھے۔ ان میں جنگ آزادی کے اصل دستاویزوں کا ایک بڑا سیٹ کتاب کی شکل میں تھا۔ یہ دستاویزات میرے پسندیدہ مؤرخوں میں سے ایک سبیہ ساچی بھٹّاچاریہ کے مرتب کردہ تھے۔ میں نے ان سبھی کو یکجا کیا اور ان کو اسکین کرانے کے لئے انٹرنیٹ آرکائیو لے گیا۔

میں ان کتابوں کو یکجا کرنے میں مصروف تھا۔ اسی وقت شری اشوک، جو سفیر ہیں، نے ایک ایسے معزز شخص سے ملوایا جن کے پاس ہندوستان سے متعلق کتابوں کا اچھاخاصہ ذخیرہ تھا۔ وہ ان کتابوں کو عطیہ میں دینا چاہتے تھے۔ میں کتابوں کو لانے کا خرچ اٹھانے کے لئے تیار ہو گیا اور میرے پاس 25 صندوقیں آ گئیں جن میں 212 بڑی کتابیں تھیں جن کا وزن 763 پاؤنڈ تھا۔ اتنی ساری کتابوں کو رکھنے کے لئے مجھے الماری خریدنی پڑی۔ لیکن اس کے لئے یہ خرچ کرنا معقول تھا۔

توجہ دینے لائق کورٹ کے ہنگامہ خیز مقدمات

نومبر میں میرا اہم کام کورٹ کے مقدموں کو دیکھنا تھا۔ سب سے پہلے ہندوستان کے مقدموں کو دیکھنا تھا۔ ہم نے دسمبر 2015 میں دلّی کی عدالت عالیہ میں ایک مفاد عامہ عرضی دائر کی تھی۔ ہندوستان میں، عام طور پر ایک ساتھ دو فریقوں کے خلاف مقدمہ دائر کیا جاتا ہے اس مقدمے میں ہندوستانی معیارات بیورو اور خود حکومت ہند پر مقدمہ کیا گیا تھا۔ بیورو جواب دینے میں ناکام رہا تھا، لیکن جون 2016 میں عدالت کے اثر میں آکر انہوں نے ہماری عرضی کا جواب دیا۔ حالانکہ، مرکزی حکومت نہ صرف بار بار جواب دینے میں ناکام رہی، بلکہ وہ عدالت میں بھی آنےسے ناکام رہے۔

نیشیتھ دیسائی کے فرم کے وکیلوں نے ان کے اس عمل کو پہلے کئی بار دیکھ چکے تھے۔ وہ ہر بار عدالت آتے تھے اور پتا چلتا تھا کہ حکومت کی طرف سے کوئی نہیں آیا ہے۔ اصل میں، پہلے تو بیورو بھی نہیں آیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اس طرح کی صورت حال پر ہندوستان سے میرے پاس فون آیا تھا۔ وکیلوں نے مجھے بتایا کہ دوسری طرف سے کوئی شخص آیا تھا۔ جب کورٹ نے اس سے پوچھا کہ وہ بی آئی ایس یا مرکزی حکومت کس کی نمائندگی کر رہا ہے، تو وہ جواب دینے میں ناکام رہا۔ اس کو اپنے کلائنٹ معلوم کرنے کے لئے واپس بھیج دیا تھا۔

ایک اور سماعت 13 نومبر کو ہوئی۔ چوتھی بار مرکزی حکومت کو جواب دینے کے لئے بلایا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ چار جادوئی نمبر ہے۔ عدالت نے فیصلہ سنایا کہ بیورو کا جواب، مرکزی حکومت کے جواب کے طور پر بھی کام کرےگا اور زبانی دلیل کے لئے27 فروری، 2018 کی تاریخ طے کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ دلچسپ تھا۔ دو سال کی کاغذی کاروائی اور پروسیجر کے بعد، آخر ہم اپنے کیس میں، موضوع کی اہمیت کی بنیاد پر عدالت میں سماعت کے لئے پیش ہونے والے تھے۔

اسی دوپہر میں دوسرے معاملے کے لئے اٹلانٹا، جارجیا کے لئے ہوائی جہاز سے نکل پڑا۔ اس معاملے میں جارجیا ریاست نے مجھ پر " ایک قسم کی دہشت گردی " کا الزام لگایا تھا کیونکہ میں نے سبھی کے پڑھنے کے لئے، بنا کسی فیس کے، انٹرنیٹ پر جارجیا کے آفیشیئل کوڈ کو پوسٹ کیا تھا۔ ریاست کو ایسا لگا کہ ان کے کاپی رائٹ کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ میں نے جارجیا اسمبلی کے صدر کو کئی خطوط بھیجے، جس میں یہ بتایا کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں قانون کا کوئی کاپی رائٹ نہیں ہے کیونکہ قانون پر لوگوں کا قبضہ ہے۔ لیکن میری وضاحت سے افسروں پر کوئی زیادہ اثر نہیں پڑا۔

ہمیں یہ جان لینا چاہئیے کہ جارجیا مجلس قانون ساز کا کوئی بھی قانون (ایکٹ) ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے : " ایک قانون۔ جارجیا اننوٹٹید کے آفیشیئل کوڈ کو ترمیم کرنے کے لئے۔ " جارجیا کا صرف ایک ہی سرکاری قانون ہے اور وہ یہ تھا۔ کاپی رائٹ کا حق ریاست کے نام پر تھا۔ یہ اس سر زمین کا قانون تھا۔ یہ میرے خیال میں، حکومت کا فرمان تھا۔

ریاست کا کہنا تھا کہ انہوں نے جارجیا ایوٹیٹیڈ (annotated) کے آفیشیئل کوڈ کو تیار کرنے کے لئے فروخت کنندہ کا استعمال کیا تھا۔ حالانکہ انہوں نے یہ قبول کیا کہ قانون پر شاید کوئی کاپی رائٹ نہیں ہے، لیکن ان کا یقین تھا کہ اینوٹیشنز (annotations) پر ریاست کا حق ہے۔

آفیشیئل کوڈ میں کئی طرح کی تفصیلات ہیں، لیکن ریاست نے عدالت کے سامنے جس مسئلہ کو اٹھایا، وہ تھا قانون سے متعلق عدالت کے معاملات کا خلاصہ۔ یہ ان کے فروخت کنندہ نے تیار کیا تھا۔ ریاست کو لگا تھا کہ کسی فروخت کنندہ کو، کوڈ کو کئی سو ڈالر میں فروخت کرنے کے لئے خصوصی حق دئے بغیر، کوئی بھی آفیشیئل کوڈ کی پیداوار کے لئے محرک نہیں ہوگا۔ جس کے سبب، اس کو تیار کرنے کی لاگت، جو لاکھوں ڈالر میں ہوگی، اس کا خرچ ٹیکس دہندگان پر آئےگا۔ ان کا کہنا تھا کہ ذاتی پارٹی کو فروخت کرنے کے لئے اجارہ داری کی رعایت (مونوپالی کنسیشن) دےکر، انھوں نے ٹیکس دہندگان کے لئے اچھا سودا کیا۔

حالانکہ یہ وضاحت صرف جارجیا کے اسٹیٹ ہاؤس کے اندر تک ہی محدود تھی۔ میں آپ کو تجربے سے بتا سکتا ہوں کہ ٹیکسی یا بار میں بیٹھے لوگوں سے لےکر طالب علموں تک کو، ریاست کی یہ وضاحت سمجھ نہیں آئی۔ آپ ریاست کے کوڈ کو ایسے ٹکڑوں میں تقسیم نہیں کر سکتے جس میں آپ کچھ حصوں کے بارے میں بات کر سکتے ہیں، اور کچھ حصوں کے بارے میں نہیں۔

ریاست نے یہ دلیل سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ کوڈ اصل میں لوگوں کے لئے دستیاب ہیں کیونکہ ان کی ایک کاپی، کاؤنٹی کورٹ ہاؤس کے کچھ قانونی کتب خانوں میں رکھی ہیں۔ این بی بی نیوز نے ایک تحقیقاتی رپورٹ تیار کی، اور کورٹ ہاؤس کے کتب خانوں میں، ان کاپیوں کی تلاش کی تو پایا کہ زیادہ تر معاملات میں کوڈ پیچھے کے ایک کمرے میں بند ہیں۔ کئی کتابیں غائب تھیں یا خراب ہو گئی تھیں۔ این۔ بی۔ سی کو اس رپورٹ کے لئے ایمی (Emmy) انعام سے نوازہ گیا۔

صرف ایک تنہا میں نہیں تھا جو بلا اجازت جارجیا کے آفیشیئل کوڈ کا استعمال نہیں کر سکا۔ ضلع عدالت میں داخل ہمارے اعلانات میں سے ایک قانونی فراہم کنندہ ' فاسٹ کیس ' سے تھا۔ فاسٹ کیس کے سی۔ ای۔ او اور شریک بانی ایڈ والٹرس، میرے بورڈ آف ڈائریکٹرس کے ایک طویل عرصے سے ممبر رہے ہیں۔ فاسٹ کیس، تمام 50 ریاستوں کے لئے قانون اور قوانین کے معاملات کو دیکھنے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ اس کو کرنے کے لئے جو ابتدائی طریقہ اپناتا ہے، وہ ہے ریاستوں کے بار ایسوسی ایشنز کے ساتھ سودا کرنا۔

ریاست میں تمام وکیلوں کی نمائندگی کرنے والے جارجیا کے اسٹیٹ بار کے لئے، فاسٹ کیس کو قانون کا آفیشیئل پرووائیڈر بنایا گیا تھا۔ تمام وکیلوں کو، بار میں اپنی رکنیت کی وجہ سے، فاسٹ کیس تک پہنچ فراہم کی گئی تھی۔ فاسٹ کیس نے ریاست اور ان کے فروخت کنندہ سے رابطہ کیا اور آفیشیئل کوڈ کو لائسنس دینے کے لئے کہا تاکہ وہ جارجیا کے وکیلوں کو، جارجیا کے واحد سرکاری قانون کو تقسیم کر سکیں۔ ان کو بتایا گیا کہ فاسٹ کیس کو " کسی بھی قیمت پر " جارجیا کے سرکاری قوانین کا استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جائےگی۔

ہم ڈسٹرکٹ کورٹ میں ہار گئے۔ جج نے ہماری دلیل نہیں مانی اور یہ فیصلہ سنایا کہ عدالت کے کتب خانوں میں رکھی کاپیاں کافی تھیں۔ انہوں نے اس خیال پر زور دیا کہ اگر ایک ذاتی فروخت کنندہ نے قانون حاصل کیا ہے اور اس پر اپنا عدالتی (جوڈیشئل) تبصرہ لکھا ہے، تو وہ اصل میں کاپی رائٹ کے تحت ہوگا۔ جج نے مجھے میری سائٹ پر آفیشیئل کوڈ کی وضاحت یا اس کا کوئی بھی ذکر کرنے سے روک لگانے کے لئے حکم جاری کیا۔ ایک وفاقی حکم امتناعی کے ذریعے مجھے قانون کو بولنےسے منع کیا گیا تھا۔

ہم نے اس بات کو مانا کہ عدالت کے معاملات کا، ذاتی طور پر پیش کئے جانے والا خلاصہ، کاپی رائٹ کے تحت ہو سکتا ہے۔ پر ہمارا کہنا تھا کہ جارجیا کا آفیشیئل کوڈ کوئی غیر رسمی ذاتی تالیف و تدوین نہیں تھی۔ یہ قانون کا ایک مستند اور سرکاری بیان تھا، جو جارجیا ریاست کے نام اور اتھارٹی کے تحت جاری کیا گیا۔ اصل میں، آفیشیئل کوڈ کی دفعہ 1-1-1 میں لکھا ہے کہ جو لوگ کوڈ کی غیر رسمی تالیف و تدوین کو کنسلٹ کرتے ہیں، تو وہ ایسا " اپنے خطرے پر " کریں‌گے۔

ہم اب الیونتھ سرکٹ کے لئے یو۔ ایس۔ کورٹ آف اپیل کے سامنے موجود تھے۔ اس معاملے پر کافی تیزی سے کام آگے بڑھ رہا تھا۔ ہم نے 7 اپریل، 2017 کو ہماری اپیل کا نوٹس دائرکیا اور ہماری اپیل کا بریف 17 مئی کو بھیجا گیا۔ اپیل کے بریف ڈالنے کے بعد، جو لوگ ہماری حمایت کرنا چاہتے تھے، ان کو فرینڈ آف دی کورٹ یعنی *' امیکس کیورے '* 24 مئی تک ڈالنا تھا۔

ہمارے لئے تین بریف درج کئے گئے تھے۔ پہلا شہری آزادی کمیونٹی کی طرف سے تھا، جس میں اے۔ سی۔ ایل۔ او نے قیادت سنبھالی اور ساتھ ہی ' سدرن پاورٹی لا سینٹر ' جیسے گروپ شامل ہوئے۔ اسٹینفورڈ لاء اسکول کے لیگل کلنک نے منافع اور غیرمنافع بخش نفاذ (انّوویٹو) گروپوں کی طرف سے بریف دائر کیا جو عام لوگوں کے لئے قانون تک قابل رسائی(ایکسیس) کو اور مزید بہتر بنانے میں بڑی ترقی کر رہے ہیں۔ ' پبلک نالیج '، واشنگٹن ڈی سی کے پالیسی گروپ (policy group) کی ایک اہم تنظیم نے، قانون کے پروفیسروں اور لائبریرین کے ایک عظیم گروپ کی طرف سے، اور ساتھ ہی لائبریری تنظیم، جیسے امریکی لائبریری تنظیم اور امریکی ایسوسی ایشن آف لاء لائبریریز کی طرف سے، ایک بریف دائر کیا گیا تھا۔ یہ کافی مضبوط معلوم ہو رہا تھا۔ اس کو دیکھکر میں بہت خوش ہوا۔

ہماری فائلیں پیش کرنے کے بعد، ریاست کو بھی ایسا کرنا پڑا۔ انہوں نے 30 جون، 2017 کو اپنا بریف داخل کیا۔ ظاہر ہے، ریاست کی حمایت میں کوئی ان کا دوست نہیں تھا اس لئے ان کی طرف سے، کوئی عدالتی *امیکس بریف* داخل کرنے نہیں آیا۔

اے۔ سی۔ ایل۔ یو نے، زبانی بحث میں ہمارے ساتھ منسلک ہونے کی اجازت مانگنے کے لئے، عدالت میں ایک خاص تجویز دائر کی تھی۔ ہم آسانی سے مان گئے۔ وہ میرے وکیل ' ایلیزابیتھ ریڈر ' کے ساتھ شامل ہو رہے تھے، جو جارجیا کے سب سے اہم قانونی فرم السٹن اینڈ برڈ کی فرم کی دانشورانہ املاک کی ماہر تھی۔ ایلیزابیتھ اور ان کے معاونین نے السٹن میں، ضلع اور اپیلیٹ کورٹ میں، اس معاملے کو سنبھالنے میں کافی وقت لگایا، اور میں ان کی کوششوں کی بہت تعریف کرتا ہوں۔

میں اٹلانٹا بہت پہلے پہنچ چکا تھا تاکہ عدالت میں بیٹھنے کی جگہ مل سکے۔ ساتھ ہی یہ بھی پتا لگا سکوں کہ جج زبانی بحث کو کیسے سنبھالتے ہیں۔ کورٹ آف اپیل کی سماعت میں، آپ کو اکثر " گرم بینچ " ملتا ہے جس کا معنی ہے کہ جج بہت سے سوال پوچھتے ہیں۔ کبھی کبھی وکیل کو بس " عدالت کو شاید یہ خوش کر دےگا " ہی کہہ پاتے ہیں کہ اس سے پہلے ہی جج سوال پوچھنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ یقینی طور پر ایک گرم بینچ تھا اور مجھے دیکھنے میں مزہ آیا کہ تین ججوں نے وکیلوں کو کیسے پرکھا۔

16 نومبر، جمعرات کو ہماری باری تھی۔ ہم تین ججوں کے ایک پینل کے سامنے پیش ہوئے ؛ وہ پوری طرح سے تیار تھے۔ انہوں نے بہت مشکل سوال پوچھے، لیکن انہوں نے جارجیا ریاست سے اور زیادہ مشکل سوال پوچھے۔ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ ریاست نے آفیشیئل کوڈ میں اینوٹیشن کیوں

شامل کئے ہیں، کیا وہ اس کو آفیشیئل نہیں سمجھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے آفیشیئل کوڈ کے کچھ صفحات نکالے، جس میں یہ اشارہ دیا گیا کہ پورے کوڈ قانون تھا، اور ریاستوں کی نمائندگی کرنے والے وکیلوں کو، صحیح سے ان الفاظ کا معنی بتانے کی گزارش کی۔ انہوں نے کوڈ کی دستیابی کے بارے میں پوچھا۔

ہمیں آسانی سے نہیں چھوڑا گیا لیکن دن کے آخر میں یہ واضح ہو گیا تھا کہ عدالت نے ہمارے نقطہ نظر کو سمجھ لیا تھا۔ شاید وہ ہم سے متّفق نہیں ہوں‌گے، لیکن کم سے کم وہ سمجھ رہے تھے کہ ہم کیا کہ رہے تھے۔ وہ اس بات سے اتنا واضح نہیں تھا کہ ریاست کیا کر رہی تھی۔ نہوں نے ریاست سے پوچھا کہ اگر وہ محسوس کرتے ہیں کہ اس آفیشیئل کوڈ کو اینوٹیشن کے بغیر آزادانہ طورپر شائع نہیں کرسکتے ہیں تو وہ آزادانہ طور پر دستیاب کیوں نہیں ہونا چاہئے۔

زبانی بحث ایک گھنٹے سے زیادہ وقت تک چلی، اور عدالت میں اس ہفتہ جو دیگر معاملے سنے تھے، ان سے دوگنا لمبا چلا۔ آخر میں، چیف جسٹس اٹھے اور کہا، " دلچسپ معاملہ "۔ میں نے اس کو مثبت طور پر دیکھا۔ ججوں کو دلچسپ معاملے پسند ہوتے ہیں۔ آپ یہ نہیں بتا سکتے کہ آگے کیا ہونے والا ہے، لیکن میں عدالت سے امید کے ساتھ نکلا کہ ہمارے پاس موقع ہے۔ اگلی صبح، میں نے 6 بجے اڑان بھری اور واپس خلیجی خطہ میں آ گیا۔

" معیارات قانون ہیں " ایک بڑا کیس

ہمیں ایک اور کورٹ معاملہ سے نمٹنا تھا۔ یہ کولمبیا ڈسٹرکٹ کے لئے یو۔ ایس۔ کورٹ آف اپیل میں درج، معیارات سے متعلق ایک بڑا معاملہ تھا۔ جیسا کہ میں نے ہندوستان میں قانونی دستاویزوں کو احتیاط سے دیکھا اور پھر تکنیکی عوامی حفاظت کے معیارات، جس کو قانونی حمایت حاصل ہے، اس کو خریدا اور اس کے بعد ان کو انٹرنیٹ پر پوسٹ کیا۔ میں نے پایا کہ بلڈنگ کوڈ، خطرناک مواد کی حفاظت، کارخانے میں ملازم کی حفاظت، پانی میں شیشہ کی جانچ کے طریقوں، وغیرہ کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں وفاقی یا ریاستی سطح پر قانون میں شامل کیا گیا تھا۔ میں نے 1،400 سے زیادہ ایسے قوانین کو پوسٹ کیا۔

یہ کام سال 2008 میں شروع ہوا جب میں نے کیلیفورنیا بلڈنگ کوڈ کو پوسٹ کیا تھا، اس کو میں نے 979.95 ڈالر میں خریدا تھا۔ سال 2012 تک میں نے تمام ریاستوں کے لئے ضروری بلڈنگ کوڈ کے ساتھ ساتھ پائپلائن، آگ، بجلی، ایندھن اور گیس اور دیگر کوڈ پوسٹ کر دئے تھے۔ میں نے وفاقی قانون کے لئے ضروری معیارات کی ایک بڑی تعداد بھی پوسٹ کرنی شروع کر دی تھی، جس میں میکسکو کی خلیج اور بحر منجمد شمالی میں تیل پھیلنے کو روکنے،ریلوے کی حفاظت کی تفصیلات، کھلونا کی حفاظت کے معیارات، اور بچے اور بچے کی مصنوعات، جیسے کار کی سیٹیں، کربس، پلے- پینس، اسٹرالرس، سونگس اور باتھ ٹب وغیرہ تھے۔

سال 2013 میں تین معیار ی تنظیمات نے، کئی سو سے زائد عوامی حفاظت کے قوانین کے لئے مجھ پر مقدمہ چلایا۔ اگلےسال، تین دیگر مدعی نے دوسرا مقدمہ دائر کیا۔ ان چھ مدعی اور ان کے چار فینسی ' سفید جوتے قانون (وہائیٹ شو لا) فرم کے چلتے عدالت میں چل رہے ان دو معاملوں میں کافی ترقی ہوئی تھی۔

مدعی اور ہمارے درمیان کوئی نا اتفاقی ابھی تک ایک فیصلہ کن نکتہ پر نہیں پہنچی تھی۔ جن جن کوڈ کے لئے مجھ پر مقدمہ کیا گیا تھا، وہ ملک کے قانون ہیں۔ حالانکہ، مدعی نے یہ محسوس کیا کہ انھیں، ان قوانین کو اپنی مرضی کے مطابق، مناسب طریقے سے تقسیم کرنے کا خاص حق، ان کو ہونا چاہئیے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر غیر سرکاری شہری یا سرکاری افسران کو ان قانون کا استعمال کرنے کی ضرورت ہوگی تو ان کو پہلے ان سے اجازت لینی ہوگی۔ یہ اجازت من مانے طریقے سے دی جاتی تھی۔ جیسے، انہوں نے طالب علموں کو، اپنی کلاس کے پروجیکٹس میں حفاظت کے قوانین کے فارملوں کو شامل کرنے سے منع کر دیا تھا۔

جب ہم نے معیارات کو پوسٹ کیا تو ان کو اسکین کرنا اور اوپر ڈالنا، آسان اور سستا کام نہیں تھا۔ چونکہ ہماری حکومت آہستہ آہستہ کام کرتی ہے، اس لئے جن قوانین پر فورس آف لا نافذ تھا، وہ اب معیاری تنظیمات کے ذریعے نہیں فروخت کئے جا سکتے تھے کیوں کہ ان کے نئے ایڈیشن آ گئے تھے۔ میں نے ایمیزون، ایبے بک اور ای-بے پر، پرانی کتابوں کے سیکشن سے، ان دستاویزوں کی کاپیوں کو منگایا۔

ایک بار دستاویز مل جانے کے بعد ان کو پوسٹ کرنے کے لئے تفصیلی عمل سے گزرنا پڑا۔ تمام معیارات کی اسکین کرکے آپٹیکل کیریکٹر ریکاگنشن (او۔ سی۔ آر) کے ذریعے شناخت کی گئی۔ دستاویز سے پہلے ایک کور شیٹ ڈالی، جس میں یہ کہا گیا تھا کہ ان کو قانون میں شامل کئے گئے تھے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ اس کو کس ایجنسی کے ذریعے کئے گئے تھے۔ حفاظت کے لئے خاص طور سے اہم کئی سو معیارات کے پورے کوڈ کو ہم نے جدید ایچ۔ ٹی۔ ایم۔ ایل میں بدلا۔ تصویروں کو پھر سے بنایا۔ ان دستاویزوں کو اندھے لوگوں کے لئے کوڈ درج کیا۔ پھر تمام دستاویزوں کو ہماری سائیٹ اور ' انٹرنیٹ آرکائیو ' پر ڈالا۔

انٹرنیٹ آرکائیو نے، اس کے بدلے میں اپنی سائٹ پر، ان دستاویزوں میں اور بھی افادیت جوڑ دی، جیسا کہ وہ اپنے دیگر تمام دستاویزوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کو ای-کتاب کی شکل میں ترجمہ کیا۔ ان کو Google میں ڈالا تاکہ اس کو آسانی سے تلاش کی جا سکے، اور جس کو پڑھنے والا اس پر اپنے کمننٹ اور تبصرہ ڈال سکے۔

معیاری تنظیمات خوش نہیں تھیں۔ مقدمہ میں شدت آ گئی تھی۔ سال 2015 میں ہمیں 23 دنوں تک قانونی بیان دینا پڑا تھا، جس میں تین دن میں نے بیان دئے۔ میرے بیان کے لئے ہر ایک دن 12-14 گھنٹے کی پوچھ تاچھ شامل تھی۔ میری طرف داری میں چار وکیل تھے۔ ان کی جانب سے چھ وکیل تھے اور ساتھ ہی اسٹینوگرافر اور وڈیوگرافر بھی تھے۔ پوچھ تاچھ سختی سے ہو رہی تھی۔

ہم ڈسٹرکٹ کورٹ میں ہار گئے۔ جج ہماری دلیل سے متّفق نہیں تھے۔ انہوں نے قبول کیا کہ یہ سبھی " قانون " تھے لیکن ان کا کہنا تھا کہ اگر کانگریس یہ کہنا چاہتی ہے کہ یہ قوانین کاپی رائٹ کے تحت نہیں ہیں، تو وہ ایسا قانون منظور کر سکتے تھے۔ ایک وقت جج نے، ہمیں یو۔ ایس۔ کے اسٹیٹ ہاوس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے، " پہاڑی پر بڑی سفید عمارت " کے دروازے پر دستک دینے کا مشورہ دیا۔

ہم نے فروری 2017 میں، اپیل دائر کی۔ لیکن ڈسٹرکٹ آف کولمبیا میں کام آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ عدالت کو وقت متعین کرنے میں طویل وقت لگا۔ آخرکار ہم نے اگست میں اپنے مقدمےکا خلاصہ (بریف) پیش کیا۔اور ستمبر کے اختتام پر، ہمارے صدیق العدالت کے *خلاصے (امیسکس بریفس)* درج

کئے گئے تھے۔ ہمارا مظاہرہ بہت مضبوط تھا۔ امریکن لائبریری ایسوسی ایشن اور امریکن ایسوسی ایشن آف لا لائبریریز کے علاوہ،کثیر تعداد میں قانون کے ممتاز پروفیسر اور قانون کے کتب خانہ کےسربراہ (لائبریریئنس) بھی شامل تھے۔

اس اجمالی تفصیل میں سابق سرکاری افسران کے دستخط بھی شامل تھے، جن میں جارج ڈبلیو بش کے ذریعے مقررکردہ ریمنڈ موسلے شامل تھے جنھوں نے 18 سال سے آفس آف دی فیڈرل رجسٹر میں کام کیا تھا اور ساتھ میں پبلک پرنٹر آف یونائیٹڈ اسٹیٹس بھی تھے۔ فیڈیرل ریگولیشنس کے کوڈ کے ساتھ ساتھ، حکومت کے آفیشئل جرنل کو شائع کرنے کے لئے، آفس آف دی فیڈرل رجسٹر، گورنمنٹ پبلشنگ آفس کے ساتھ کام کرتا ہے۔ یہ لوگ قانون کی تشہیر کے لئے سرکاری طور پر ذمہ دار تھے اور یہی لوگ میرا ساتھ دے رہے تھے۔

میرے سابق باس جان ڈی۔ پاڈیسٹا اور ساتھ ہی لیبر پارٹی کے سابق سکریٹری رابرٹ ریچ اور اکیوپیشنل سیفٹی اینڈ ہیلتھ ایڈمنسٹریشن (او۔ ایس۔ ایچ۔ اے) کے سابق ڈائریکٹر ڈاکٹر ڈیوڈ مائکلس بھی شامل تھے۔ یہ تمام سرکاری افسران اس تجویز پر متحد ہوئے تھے کہ عام شہری جو ان قوانین کو پڑھنا چاہتے ہیں ان کو پہلے کسی ذاتی پارٹی کی اجازت لینے کو مجبور کرنا، غلط ہوگا۔ اس کو جان پاڈیسٹا نے، ایک فون گفتگو پر، "پاگل پن "کہا۔

معروف ٹریڈمارک پروفیسروں کے گروپ نے بھی ایک بریف دائر کی۔ رکن پارلیمان لوفگرین اور رکن پارلیمان عیسیٰ نے ہمارے لئے بریف درج کی تھی کہ جمہوریت میں قانون آسانی سے دستیاب ہونا چاہئیے۔ دونوں رکن پارلیمان نے ایوان کی عدالتی کمیٹی میں کئی سالوں تک خدمات انجام دیئے ہیں۔ رکن پارلیمان عیسٰی، کورٹس، انٹلیکچوئل پروپرٹی اور انٹرنیٹ کی ذیلی کمیٹی کے صدر ہیں، اور یہ مسئلہ ان کے قانونی حق کے دائرے میں آتا ہے۔ اس کی توہین نہیں کی جا سکتی تھی۔

نومبر میں، مدعیوں (پلینٹفس) نے اپنا بریف دائر کیا۔ انہوں نے اپنے لئے ایک نئے وکیل لائے تھے جو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے سابق سالیسٹر جنرل تھے۔ دسمبر کے آغاز میں ان کے دیگر دوست بھی آ گئے تھے۔ ادارہ (اسٹیبلشمینٹ) اس بات سے پوری طرح ناراض تھا۔ امریکن انشورنس ایسوسی ایشن اور انٹرنیشنل ٹریڈمارک ایسوسی ایشن دونوں نے بریف دائر کئے۔ امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کے ساتھ امریکن ڈینٹل ایسوسی ایشن اور امریکن ہاسپیٹل ایسوسی ایشن بھی شامل تھے۔

آخر میں 10 دیگر معیاری تنظیمات کے ساتھ، امریکن نیشنل اسٹنڈرڈس انسٹی ٹیوٹ (American National Standards Institute) *نے امیکس بریف* دائر کیا، جس میں جنیوا میں قائم بین الاقوامی معیاری تنظیم بھی شامل تھی۔ ان کی دلیل سادہ اور آسان تھی : ہمیں پیسے چاہئیے۔ ہمیں پیسے کی ضرورت ہے۔ اگر ہمارے پاس قانون فروخت کا خصوصی حق نہیں ہے، تو ہم اعلیٰ معیار کے حفاظتی معیارات کو پیش نہیں کر پائیںگے۔

مجھے اس دلیل سے سخت اختلاف ہے۔ معیاری تنظیمات بہت زیادہ معیارات کو بناتے ہیں، لیکن صرف چند ہی قانون بن پاتے ہیں۔ جب تمام 50 ریاستوں میں نیشنل الیکٹریکل کوڈ قانون بنتے ہیں، تو وہ پریس ریلیز جاری کرتے ہیں اور اس کے بارے میں اپنی سالانہ رپورٹ میں شائع کرواتے ہیں۔ معیاری تنظیمات ان دستاویزوں کو قانون بنانا چاہتے ہیں۔ ایسا کرنے سے، ان کو امریکی لوگوں کی اجازت ملتی ہے اور وہ اپنی خدمات کی فروخت کرنے میں اس کا بہت فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ہندوستان میں معیار کے دستاویزات کی فروخت میں زیادہ پیسہ نہیں ہے۔ اصل پیسہ مصنوعات کے تصدیق نامہ (سرٹیفیکیشن) میں ہے۔ مثلا بلب اور واشنگ مشین جیسے صارفین مصنوعات کو تصدیق کرنے والا ادارہ انڈر رائٹرس لیبوریٹریز، ہر سال 2 بلین ڈالر سے زیادہ سرٹیفیکیشن روینیو سے کماتا ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں، بیورو کے روینیو کا بڑا حصہ ان کے ضروری سرٹیفیکیشن پروگرام سے آتا ہے۔ سرٹیفیکیشن کے علاوہ ہینڈبک، ٹریننگ، ممبرشپ فیس جیسے اور دیگر کئی آمدنی کے دلکش ذرائع ہیں۔

جیسا کہ عدالتوں نے پہلے بتایا ہے، یہ معیار ات صرف قانون بننے کے لئے نہیں بنتے ہیں۔ وہ قانون بنتے ہیں کیونکہ ان کی صنعت کے ممبروں نے قانون لکھنے میں مدد کی ہے۔ کچھ دستاویزوں کو فروخت کرکے زیادہ پیسہ نہیں کمایا جا سکتا ہے۔ زیادہ قیمت کمانے کا ذریعہ وہ کمپنیاں ہیں جو کہتی ہیں کہ"ہم قانون کی تعمیل کرتے ہیں۔"

بڑی رقم کمانے کی ایک اور مثال ہے جو یہ واضح طور پر دکھاتا ہے کہ معیاری تنظیمات کو دراصل پیسے کی ضرورت نہیں ہے، وہ صرف لالچی بن گئے ہیں۔ جیسا کہ راس پیروٹ نے اتنے خوبصورت طریقے سے اؤورپیڈ اور کاہل افسروں کے ایک اور بیچ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ " موٹے، خوش اور تھوڑے سے بےوقوف " بن گئے تھے۔ امریکن نیشنل اسٹینڈرڈ انسٹی ٹیوٹ، دیگر تمام معیاری تنظیمات کی طرح، داخلی آمدنی خدمات (انٹرنل ریونیو سروس) میں، تصدیق شدہ غیرسرکاری تنظیم کے طور پر رجسٹرڈ ہے۔ وہ سال 2015 میں 44.2 ملین ڈالر کی آمدنی کی۔ اس آمدنی کے لاکھوں ڈالر کچھ سینیئر مینجروں کے معاوضہ کے لئے جاتے ہیں۔ سی۔ ای۔ او کی سالانہ تنخواہ 2 ملین ڈالر ہے، اور تمام سینیئر مینجر نے خود کو ہفتہ میں 35گھنٹہ کام کرنے کے لئے درج فہرست کیا ہے۔ اسی طرح، نیشنل فائر پروٹیکشن ایسوسی ایشن نے اپنے آخری سی۔ ای۔ او کو ہر سال نہ صرف 1 ملین ڈالرسے زائد ادا کیا، بلکہ جب وہ ریٹائر ہوئے تو انہوں نے ان کو 4 ملین ڈالر کا ریٹائرمنٹ چیک دیا۔

ایک چیرٹی (غیر منافع بخش) ادارے کے لئے اس قسم کی تنخواہ ایک بڑی رقم ہے۔ ان کے لئے پیسہ ادارے کے مقصد کے مقابلے میں زیادہ اہم ہو چکا ہے اور انہوں نے اپنی خدمت کا احساس کھو دیا ہے۔ حالانکہ، مجھے ایک چیز واضح کرنی ہے کہ یہ تنظیمات بہت سے اعلیٰ معیار کے کوڈ اور معیارات بناتے ہیں۔ وہ اصل کام کرتے ہیں، لیکن یہ سارا کام وقف شدہ خود خدمتگار (والینٹیرس)کے ذریعے کیا جا رہا ہے، نہ کہ پیچھے آفس میں بیٹھے موٹی تنخواہ پانے والے افسروں کے ذریعے۔ کسی کو نیشنل الیکٹریکل کوڈ لکھنے کے لئے ادائیگی نہیں کی جاتی ہے۔ یہ پیشہ ورانہ اور عوامی خدمت کے احساس کے ساتھ ہزاروں والینٹیرس کےذریعے تیار کیا جاتا ہے، جس میں ڈیڈیکیٹڈ وفاقی، ریاستی، اور مقامی ملازمین کی ایک بڑی تعداد بھی شامل ہے۔

...

مجھے یہ بات واضح کر دینی چاہئیے کہ اس وقت میری قانونی لڑائی میں زیادہ تر کام پبلک وسائل (ریسورس) کی نمائندگی کرنے والے لا فرم کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔ مجھے بےشک تمام بریف پڑھنے ہوتے ہیں، اور میں اپنا بیشتر وقت قانونی عمل اور اپنے کیس کی اہلیت سے مطلق معلومات حاصل کرنے میں لگاتا ہوں۔ یہ خاص طورپر تب ہوتا ہے جب ہم دریافت اور بیان کے شدید عمل میں ہوتے ہیں۔ میں اس میں شدت سے ملوث تھا، جو یقینی طور پر ہمیشہ اچّھی بات نہیں ہو سکتی ہے۔ ایک وکیل نہیں ہونے کی وجہ سے (میں اپنا پہلا سال پورا کرنے کے بعد جارج ٹاؤن لا اسکول میں

پڑھائی چھوڑ دی)، میں اپنے وکیلوں کو اپنے احمقانہ سوالوں اور تجربے کی کمی کی وجہ سے، پاگل کر دیتا ہوں۔ لیکن، وہ مجھے اس لئے برداشت کرتے ہیں، کیونکہ میں اپنے معاملات کے حقائق کو جانتا ہوں اور میں سخت محنت کرتا ہوں۔

کچھ لوگوں کو لگتا ہے کہ جب آپ کسی لا فرم کو ہائر کرتے ہیں، تو آپ موکل ہیں اور آپ جو کہیں گے، وہ وہی کریں گے۔ کام ایسے نہیں ہوتا۔ وکیل، خاص طورپر میرے ساتھ کام کرنے والے تجربہ کار سینیئر وکیل (لٹگیٹرس) کو مجھ سے زیادہ پتا ہے۔ زیادہ تر وقت، ان کا کام یہ بتانا ہے کہ کام کا اصل روپ کیسا ہوگا۔

یہ خیال کہ آپ اپنے وکیل کو حکم دے سکتے ہیں اور وہ صرف حکم پر عمل کریں گے، تو یہ پرو بونو قانونی نمائندگی کی دنیا میں، بہت کم صحیح ہے۔ میں شکر گزار ہوں کہ پوری دنیا کے نو اہم قانون ساز فرمس، پرو بونوکی بنیاد پرپبلک ریسورس کی نمائندگی کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ سال 2015 میں، انہوں نے قانونی وقت میں 2.8 ملین ڈالر کی شراکت دی۔ سال 2016 میں یہ 1.8 ملین ڈالر سے زیادہ کی ہوئی، اور سال 2017 میں، 1 ملین ڈالرسے بھی زیادہ ہوئی۔ ہماری لڑائی ان کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ میرے پاس اتنے پیسے نہیں تھے، اور ہمیں اس جدو جہد سے دور ہٹ جانا پڑتا۔

دوبارہ میں ریئل ڈاٹا پر کام کرنے لگا، میرا " بریڈ لیبر "

جیسے نومبر ختم ہونے والا تھا، میں نے ہندوستان سے اپنے ناتمام کاموں پرکام کرنا جاری رکھا۔ سب سے اہم ہندوستان کی ڈجیٹل لائبریری کا کام تھا، جس کو میں نے ہندوستان کی پبلک لائبریری میں بدل دیا۔ حکومت نے تب بھی اپنا ایڈیشن واپس آن لائن نہیں کیا تھا اور سنسکرت کے دانشوران مجھے اضافی سامان کے لئے نوٹس بھیج رہے تھے۔ ہندوستان کے آثار قدیمہ سروے سے 4،450 کتابوں کے علاوہ، ہم نے تقریباکل 400،000 کتابوں کی جلدیں آن لائن پر ڈال دی۔

اس کے علاوہ ہندوستان کے سرکاری گزٹس کو آن لائن پر ڈالنے میں کافی وقت لگ رہا تھا۔ وفاقی حکومت کےسرکاری گزٹس کو انٹرنیٹ پر بے لاگ منعکس کرنا تھا۔ پبلک لائبریری رپازیٹری میں تلاش کرتے وقت مجھے آزادی سے پہلے کے کئی سو پرانے گزٹس ملے، اور ان گزٹس کو بھی مجموعہ میں شامل کر دیا ہے۔ حالانکہ مشکل حصہ، ریاستی حکومتوں اور کئی بڑے شہروں کے گزٹس تھے۔

ایک مثال اڑیشہ گزٹ کی تھی، جو 43 ملین لوگوں کی ریاست کی سرکاری اشاعت ہے۔ میں نے ایک اسکرپٹ لکھا جس سے گزٹ کی 38،073 اشاعت پی ڈی ایف فائلوں میں آ گئیں۔ لیکن، جب میں نے یہ اسکرپٹ چلایا اور کچھ فائلوں کو دیکھا تو پایا کہ انہوں نے اڑیہ زبان کے لئے ایک فانٹ کاحوالہ دیا جو پی ڈی ایف فائل میں چپکا ہوا (ایمبیڈڈ) نہیں تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی دیکھ رہے ہیں وہ سب بکواس ہے کیونکہ آپ کا کمپیوٹر، فائل میں ایمبیڈ کئے گئے فونٹس کے بجائے سسٹم پر انسٹال کئے گئے فونٹس کے درمیان تلاش کر رہا ہے۔

کئی اسکرپٹ چلانے کے بعد، میں نے طے کیا کہ 35،705 فائلوں میں یہ مسئلہ تھا۔ مجھے ان کو انٹرنیٹ آرکائیو میں اپلوڈ کرنے سے پہلے فونٹ کو ایمبیڈ کرنا تھا۔ لیکن، جو فونٹ آپ کے سسٹم پر ہوگا وہ غیر واضع ہوگا۔ بہت سال پہلے یہ ایک ہندوستانی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ذریعے تیار کیا گیا

تھا۔ کئی دنوں تک تلاش کرنے کے بعد، میں نہ کہیں فروخت کے لیئے پایا، نہ ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے پایا، اس لئے میں نے اس وقت اڑیشہ کا کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔

دیگر ریاستوں کے کام اور بھی مشکل تھا۔ اڑیشہ کے معاملے میں، میں گزٹ کے مسائل کی لمبی فہرستوں کے ساتھ انڈیکس فائلوں کو کھینچ سکتا تھا اور اس انڈیکس فائل میں ہر ایک پی ڈی ایف فائل پر یو۔ آر۔ ایل تھا۔ سب سے پہلے انڈیکس کو نیچے لانے کے بعد، پھر ان کو میٹاڈاٹا اور فائل اڈریسیس میں پارسنگ کرنے سے، تمام پی ڈی ایف فائلوں کو لانا کافی آسان تھا۔ لیکن، زیادہ تر ریاستوں کے بارے میں یہ آسان کام نہیں تھا۔

ریاست کے بیشتر گزٹس مائکروسافٹ سرور سافٹ ویئر پر مبنی ہیں جو پی ڈی ایف فائلوں کے یو آر ایل (نیٹورک ایڈریس) کو نہیں دکھاتے ہیں۔ مسئلہ یہ تھا کہ ہر ریاست میں ان کی اشاعت کی ہر ایک کاپی کو حاصل کرنے کا ایک الگ غیرشفاف طریقہ تھا۔ ہندوستان میں کئی درجن سرکاری گزٹس ہیں، ہر ایک ریاست کے لئے، اور دلّی جیسے اہم میونسپلٹی کے لئے بھی۔ ہر ایک کو مختلف طریقے سے پروگرام کیا جاتا ہے۔

ہم نے مجموعہ میں کل 163،977 پی ڈی ایف فائلیں یکجا کی تھیں، لیکن یہ واضح تھا کہ یہ صحیح کام کرنے کے لئے، ہمیں سال 2018 میں سنجیدہ کام کرنا ہوگا۔ تمام گزٹس کے لئے نہ صرف فائلوں کو لانا تھا بلکہ مجموعہ کو اصل میں کارآمد بنانے کے لئے ان کو اپ ڈیٹ کرنا تھا۔ ساتھ ہی ان گزٹس کو اس شکل میں منظم بھی کرنا تھا جس شکل میں ہم ان کو دکھانا چاہتے تھے۔ اسکین کئے گئے گزٹس پر اعلیٰ معیار کے آپٹیکل کیریکٹر جیسے مسائل سے گزرنا پڑا۔ پبلک لائبریری آف انڈیا بناتے ہوئے ہمیں ان مسائل سے گزرنا پڑا۔ مرکزی و ریاستی حکومتوّ اور شہروں سے گزٹس کو ڈاؤن لوڈ کرتے ہوئے ہم نے پایا کہ ان میں سے، بہت سارے غیرمنظم تھے اور کچھ غائب تھے۔ اس لئے ان کے معیار کا یقین ہونا بہت ضروری تھا۔

کسی بھی ملک کے لئے حکومت کے سرکاری رسالوں کا مقصد شہریوں کو ان کی حکومت کے کام کے بارے میں مطلع کرنا ہے۔ یہ ریاست ہائے متحدہ کے وفاقی رجسٹر کے قیام کی وجہ تھی، جو وفاقی حکومت کا سرکاری رسالہ ہے۔ سپریم کورٹ میں ایک مشہور کورٹ کا مقدمہ چلا تھا جس میں حکومت نے گریٹ ڈپریشن کے دوران ایک گروپ پر ضابطوں کے ساتھ سرتابی کے لئے مقدمہ دائر کیا تھا، لیکن کوئی بھی اصل میں ان ضابطوں کو نہیں تلاش کر پایا کیونکہ وہ کبھی شائع ہی نہیں ہوئے تھے۔

سپریم کورٹ کے جسٹس برینڈس کی گزارش پر ہارورڈ لا پروفیسر نے ایک " گورنمنٹ ان اگنورینس آف دی لا-اے پلئی فار بیٹر پبلشنگ آف ایگزیکٹو لیجسلیشن " نام کا ایک اہم پرچہ لکھا تھا۔ اس سے ایک رسمی عمل جاری ہوا، جس میں تمام سرکاری ضابطوں کو ابتدائی شکل میں پہلےشائع کئے جائیںگے، جسے " مجوزہ اصول بنانے کی اطلاع " کے طورپر جانا جاتا ہے تاکہ شہریوں کو پتا ہو کہ کیا ہو رہا ہے۔ پھر حتمی اصول بھی شائع کئے جائیںگے۔ مکمل ضابطہ تب ایک مربوط دستاویز، یعنی کہ وفاقی ضابطہ کوڈ میں شامل کیا جائےگا، جو تمام ترمیم، اخراج اور معاون تاریخی نوٹس اور اشاریے کے ساتھ اپ-ٹو-ڈیٹ کیا جائےگا۔

وفاقی سطح پر ان تکنیکی معیارات کو جو قانون کا درجہ پا چکے ہیں ان کو دستیاب کرانے کی میری لڑائی میں، میں نے وفاقی اصولوں کے کوڈ میں بہت بڑی کمی پائی۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ 30

فیصد سے زیادہ کوڈ، بہت زیادہ پیسے خرچ کئے بغیر اور ذاتی پارٹی سے سابقہ اجازت حاصل کئے بغیر، شہریوں کے لئے دستیاب نہیں ہیں۔ پھر ایسے کئی ماڈل کوڈ اور معیارات ہیں، جو خود قانون کا درجہ نہیں پاسکے ہیں لیکن جو دیگر قانونی درجہ پاچکے اصولوں میں " حوالے کے ذریعے شامل " کئے گئے ہیں۔ اس میکانزم کا اصل مقصد جگہ کو بچانا تھا، لیکن اب یہ ذاتی تنظیمات کے ذریعے شہریوں کی رسائی کو محدود کرنے اور غیرمنصفانہ کرائے کو حاصل کرنے کا ایک اچھا موقع بن گیا ہے۔

مجھے ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں قانون کی پبلک پرنٹنگ میں طویل عرصے سے دلچسپی رہی ہے، اتنا کہ ریاست ہائےمتحدہ کی پبلک پرنٹر کی شکل میں تسلیم کیئے جانے کے لئے، میں نے اپنا نام بھی دیا تھا۔ پبلک پرنٹر ایک سینیئر افسر ہوتا ہے جو وفاقی سطح پر قانون کی تشہیر کرتا ہے اور سرکاری پرنٹنگ دفتر کا ڈائریکٹر ہوتا ہے۔ مجھے نوکری نہیں ملی، لیکن میں شارٹ لسٹ میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ وائٹ ہاؤس میں صدر کے ملازمین کا دفتر کیسے کام کرتا ہے، اور اس دوران میں نے پرنٹنگ آفس کے بارے میں بہت کچھ سیکھا، اور یہ تجربہ بہت ہی فائدہ مند تھا۔

پبلک پرنٹنگ میں میری دلچسپی ہونے کی وجہ سے، میرا اس شعبے میں کام کرنے والے لوگوں کے ساتھ پوری دنیا میں رابطہ بھی تھا۔ ان میں سے ایک جان شیرڈن ہے، جنھوں نے یونائیٹڈ کنگڈم کے نیشنل آرکائیوز کی سرپرستی میں، قانون کی تشہیر کے لئے شاید دنیا میں سب سے بہتر نظام بنایا ہے۔ یہ ایک بہترین نظام ہے، جو انگلینڈ کے تمام قوانین کو لفظ بہ لفظ دیکھنے دیتا ہے۔ آپ میگنا کارٹا کے متن کو ویسے ہی دیکھ پائیںگے جیسے وہ اصول بنائے گئے تھے، دوبارہ تبدیل گئے تھے، اور وقت کے ساتھ کیسے ترمیم ہوکر بدلے تھے۔

ہندوستان میں،قانون تک لوگوں کی رسائی کا سوال زیادہ کھل کر سامنے آیا ہے۔ نیشیتھ دیسائی ایسوسی ایٹس، گووری گوکھلے اور جئے دیپ ریڈّی کی فرم کے دو وکیلوں نے، " a push for procedural certainty " پر ' وانٹیج ایشیا ' رسالہ (Vantage Asia Magazine) میں ایک مضمون شائع کیا، جس میں انہوں نے اصولوں اور قانونوں کی صورت حال کا پتا لگانے میں نااہلیت کی کئی مثالیں پیش کئے۔ میرے معیارات کے کیس میں کام کر رہے میرے دوست اور معاون عرضی گزار، سشانت سنہا، جس نے رسالہ ' ہندوستانی قانون ' میں عدالت کے تمام معاملات اور قوانین کو ان کے آن لائن مفت مجموعہ کے ساتھ ڈال دیا ہے، اس موضوع میں بھی گہری دلچسپی لی۔ ہمارے دیگر معاون عرضی گزار، شرینواس کوڈلی نے سرکاری گزٹس کے مجموعہ کا آغاز کیا تھا۔

ہم اکیلے نہیں تھے۔ ستمبر 2017 میں، دلّی کی عدالت عالیہ کے معزز جسٹس منموہن نے ایک سماعت میں قانون تک رسائی کی صورت حال کے بارے میں سنا تھا اور پھر وزارت قانون کو ایک بہتر نظام کے ساتھ آنے کا حکم دیا، جو تمام مرکزی قانون اور ماتحت قانون ایک مرکزی پورٹل پر دستیاب ہوں۔ حکم میں کہا گیا ہے کہ قانون کو " مشین ریڈیبل پی ڈی ایف فارمیٹ " میں دستیاب کرایا جانا چاہئیے، جس کا مطلب یہ ہے کہ پی ڈی ایف فائل سے ٹیکسٹ نکالا جا سکتا ہے اور اس کا استعمال بگ ڈاٹا اینالیسس، ایچ ٹی ایم ایل، بہتر میٹاڈاٹا، اور دیگر استعمالات کے لئے کیا جا سکتا ہے۔ یہ واضح ہے کہ اس شعبے میں سال 2018 اور اس سے آگے خاص توجہ مرکوز کی جائےگی۔

میں حکومت کے کاموں کو نظرانداز کیوں کر رہا تھا؟

میں نے اپنے شب و روز، گاندھی جی کے بارے میں معلومات جمع کرنے میں، 6000 امریکی سرکاری فلموں کو یکجا کرنے میں اور سرکاری گزٹس کو پڑھنے میں گزارا ہے۔ لیکن ان کاموں میں کوئی ایسا کام نہیں تھا، جو مجھے کرنا چاہئیے تھا۔ اس کے بجائے مجھے امریکی حکومت کے کاموں پر اپنی تحقیق کے نتائج کو شائع کرنا چاہئیے تھا۔

امریکہ میں، زیادہ تر قومی کاپی رائٹ سسٹم کے طور پر، ایسی چیزوں کی فہرست ہے جو کاپی رائٹ نہیں ہوسکتی ہے۔امریکہ میں، ان استثناء کا سب سے زیادہ قابل ذکر کام امریکہ کی حکومت کا کام ہے جو امریکی وفاقی ملازمین یا افسران کے ذریعے اپنی سرکاری ملازمت کے دوران انجام دیئے گئے ہیں۔ اس استثنا کے پیچھے کا مقصد یہ ہے کہ ملازم عوام کا خادم ہے، عوام اپنے ملازمین کو تنخواہ دیتی ہیں، اورنتیجتا ان کے کام کی مصنوعات ان کے اپنے آجر سے تعلق رکھتا ہے یعنی عوام کا ہے۔ یہ ایک آسان اور طاقتور نظریہ ہے۔

حکومت کا کام ہے کہ وہ پتا لگائے کہ 1990 کی دہائی کے آغاز میں پیٹینٹ اینڈ سکیورٹی اینڈ ایکسچینج ڈاٹا بیس کو حکومت آمدنی کے ذرائع کی شکل میں اعلیٰ قیمت پر کیوں بیچ رہی تھی جبکہ میں ان ڈاٹابیس کو آزاد کرنے کا اہل تھا۔ لوگوں کے ذریعے ڈاٹا بیس کو خریدنے کے لئے ہر سال کئی سو ہزار ڈالر کا خرچ ہوتا ہے۔ میں اتنا پیسہ یکجا کر پاتا تو میں اس کو خرید لیتا۔ اگر میرے پاس ڈاٹا ہوتا تو مجھے کسی بھی قسم کی کاپی رائٹ مسئلہ کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اور میں اس ڈاٹا بیس کو انٹرنیٹ پر ڈال سکتا تھا۔

لیکن المیہ یہ تھا کہ امریکی لوگوں کو یہ دستاویز دینے کے لئے، میرے پاس ان سرکاری دستاویزوں کو امریکی حکومت سے خریدنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا کہ میں حکومت کے دیگر حصہ، نیشنل سائنس فاؤنڈیشن (این۔ ایس۔ ایف) سے امداد کے لئے درخواست کروں۔ این۔ ایس۔ ایف نے اس وقت کے دوران انٹرنیٹ کے فروغ میں اہم کردار نبھایا اور ڈویژن ڈائریکٹر، اسٹیفن والف جو ایک جرأت مند انسان تھے، انہوں نے مجھے یہ امداد دی۔

جب اس نئے منصوبہ کے بارے میں خبر پھیلی، تو طاقتور " ہاؤس انرجی "کمیٹی کے صدر ڈنگیل نے نیشنل سائنس فاؤنڈیشن کو ایک تلخ خط لکھا، جس میں انہوں نے پوچھا تھا کہ وہ ان معلومات کو تقسیم کر کے، ذاتی شعبے کے ساتھ مقابلہ کیوں کر رہے ہیں۔ نیویارک ٹائمس میں شائع نائب صدر گورے کے بیان کے بعد ہی ایسا ہوا تھا، جس میں انہوں نے کہا تھا کہ " یہ امریکی عوام کے لئے ایک بڑی جیت " ہے اور وہ چیزیں اب بحال ہوگئی تھیں۔ اس دن کے بعد سے میں الگورے کا ہمیشہ مداح رہا ہوں۔

معیارات کو آن لائن رکھنے کے اپنے کام کے دوران، میں نے دیکھا کہ وفاقی ملازمین نے ان اہم حفاظتی قوانین میں کافی شراکت کی ہے، پھر بھی نجی معیارات کی اکائیاں ان پر کاپی رائٹ کا دعویٰ کرتی ہیں۔ اس عمل میں علمی طور پر اشاعت میں بہت زیادہ توسیع ہوئی۔ قانون کے تعلق سے میرے کام کی وجہ سے، میں نے صدر اوباما کے علمی کاموں پر نظر ڈالا ہے اور ' ہارورڈ لا ریویو ' میں شائع ان کے ایک مضمون کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ مجھے یہ عجیب لگ رہا تھا کہ ہارورڈ لا ریویو نے ان کے کام پر کاپی رائٹ کا اظہار کیا تھا۔ میں نے اسی طرح کی بات ' سائنس ' جیسے رسالوں میں بھی دیکھا جہاں انہوں نے اپنے مضامین کو شائع کیا تھا۔

اس طرح کی صورت حال کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے، سال 2016 میں ایک اہم ادارہ نے مجھ سے رابطہ کیا۔ اس شعبے میں کام کرنے کے لئے، اکتوبر 2016 میں، انہوں نے سال 2017 کے لئے 5,00,000 ڈالر اور سال 2018 میں 4,00,000 ڈالردینے کی پیشکش کی۔ حالانکہ اس میں ایک چال تھی۔ انہوں نے ہمارے بورڈ آف ڈائریکٹرس میں ایک سیٹ کا مطالبہ کیا اور وہ میرے کام پر تفصیلی کنٹرول حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس میں ہرایک کام جیسے‌جیسے پورا ہوتا، ویسے ویسے پیسوں کی ادائگی کی جانی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ میں دنیش ترویدی کے بنگلہ میں بیٹھا تھا، جب امریکہ سے آئے فون پر مجھے ان شرائط کے بارے میں پتا لگا۔ پھر میں رہائش گاہ میں آیا اور دنیش اور سیم کو بتایا کہ ابھی ابھی میں نے 9,00,000 ڈالرکی امداد کو مسترد کر دیا ہوں۔

میں نے فاؤنڈیشن کو سمجھایا تھا کہ ان کے پاس سے ہمیں، حکومت کے کاموں کی گہرائی سے مطالعہ کرنے میں، کسی قسم کی خلاف ورزی پر حکومت اور ناشر کو ان خلاف ورزی کے بارے میں مطلع کرنے میں، اور پھر شاید ویسے کسی بھی مضمون کو شائع کرنے میں جو پبلک ڈومین میں واضح طور پر ہے، جیسے کاموں کو کرنے میں مدد ملےگی۔ حالانکہ، اس میں سے زیادہ تر پیسہ کسی رسالہ کے مضامین کو اسکین کرنےکے لئے (اگر آپ اس کو بڑی سطح پر کرتے ہیں)، لائبریری سائنس کے گریجویٹ طالب علموں کو ادائگی کرنے میں ہی خرچ ہو جائےگا۔

حتاہم امداد میں کوئی قانونی اخراجات شامل نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ اگر ہمیں بڑی تعداد میں، کسی رسالہ میں ویسے مضامین ملتے ہیں، جو واضح طور پر پبلک ڈومین میں ہیں اور ان کو ہم شائع کرتے ہیں تو اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ ناشر، جو زیادہ تر تلخ مزاج قسم کے ہوتے ہیں، اس کے بعد ہم پر مقدمہ نہیں کریں‌گے۔ اپنی بےایمانی سے آمدنی سلسلہ کو برقرار رکھنے کے لئے، یا صرف بدلے کے جذبہ سے، یا ہمارے کام میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے، وہ یہ مقدمہ کی حکمت عملی اپنائیں‌گے۔

دوسرے الفاظ میں، یہ انتہائی خطرناک منصوبہ تھا۔ میری امداد نامنظور کرنے کی وجہ یہ تھی کہ میں، فاؤنڈیشن کے افسر کو ہمارے بورڈ کے ممبر بننے، اور ہماری سرگرمیوں پر قابو رکھنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا کیونکہ میں نے کبھی ان کے ساتھ کام نہیں کیا تھا۔ کچھ فاؤنڈیشن، کچھ کام نکلوانے کے لئے صرف پیسہ دیتے ہیں۔ اگر آپ ان کے منصوبہ پر کام کریں‌گے، تو وہ آپ کو پیسہ دیں‌گے، لیکن ہم ایسے کام نہیں کرتے ہیں اور ہم پیسوں سے پہلے، اپنے مشن کو اہمیت دیتے ہیں۔

آخرکار فاؤنڈیشن پھر واپس آیا اور جنوری 2017 میں ہمیں 2,50,000 ڈالرکی امداد دینے کا اقرار کیا۔ انہوں نے کہا کہ رپورٹ جمع ہونے کے بعد جولائی میں اضافی رقم 2,50,000 ڈالر دیں‌گے۔ باقی 4,00,000 ڈالر، سال 2018 اور 2019 میں قسطوں میں اداکریں گے۔ "یہ کافی بڑی امداد تھی۔ "اس میں بہت سارے قسطوں میں پیسے آ رہے تھے جیسا کہ میں نہیں چاہتا تھا، پھر بھی میں نے کاغذات پر دستخط کیے۔

ناشر کے مشکوک اعمال کا محاسبہ

میں نے سال 2017 کے نصف اول تک حکومت کے کاموں پرتحقیقی کام کیا ہے۔ شمالی کیرولینا یونیورسٹی میں دو پروفیسر اور ایک گریجویٹ طالب علم کے ساتھ کام کیا، اور کیلیفورنیا یونیورسٹی اور اسٹینفورڈ یونیورسٹی میں لائبریرین کی مدد سے،ہم نے علمی ادب کے مصنف کے

الحاق کی تلاش کی۔ اصل میں اس جرنل ڈاٹا بیس کی معلومات کا پتا لگانا آسان کام نہیں ہے کیونکہ مصنف کے الحاق کو مختلف طریقوں سے لکھا جا سکتا ہے۔

ہم نے بنیادی طور پر جو کیا وہ یہ ہے کہ ہرایک سرکاری ایجنسی کو، کتب خانہ کے ذریعے استعمال کئے جانے والے تین مختلف تجارتی سرچ انجن میں ڈالکر، اور ان کے نتائج کا مطالعہ کیا۔ مثال کےطور پر اگر آپ " بیماری کنٹرول مرکز " کو سرچ کرتے ہیں تو آپ کو صرف ر یاست ہائے متحدہ امریکہ کے ایجنسیوں کے ہی نہیں، بلکہ چین کے ایسے مراکز کی بھی تفصیل حاصل ہوںگی۔ اس لئے آپ ایجنسی کے نام تلاش کرتے وقت " امریکہ " یا "متحدہ ریاست " یا " اٹلانٹا " ڈالکر اپنی تلاش کو بہتر بنا سکتے ہیں۔

ہمیں جو نتائج حاصل ہوئے وہ حیرت انگیز تھے۔ ہمارے ابتدائی محاسبہ میں 1،264،429 مضامین کا پتا چلا جو وفاقی ملازمین ان کے مصنف تھے۔ ابتدائی فہرست سے ہم نے دوسری سطح کا تجزیہ کیا جس میں مختلف سوال پوچھے گئے تھے۔ وفاقی ملازمین کے لئے، اپنے وقت میں اور وفاقی فنڈز کے بغیر، مضمون لکھنے کی چھوٹ ہے۔ یہاں تک کہ اگر مضمون ملازم کی مہارت کے تحت بھی ہو تب بھی سرکاری کام میں اس کا شمار نہیں ہوتا ہے۔ ہم لوگوں کے لئے یہ سوال تھا کہ کیا ایسے شائع شدہ مضامین ان کے سرکاری فرائض کے دوران لکھے گئے تھے اور جس کو کاپی رائٹ سے آزاد سمجھنا چاہئیے، یا نہیں۔ کیا شائع شدہ مضامین کو کاپی رائٹ سے آزاد ہونے کے لئے مناسب طریقے سے نشان زد کیا گیا تھا، جو قانونی طور پر ضروری ہوتا ہے۔

ہمارے تجزیے نے ہمیں 1.2 ملین مضامین کو ذکر کرنے کے، دو طریقے تجویز کئے۔ پہلی بات، انہوں نے ڈجیٹل آبجیکٹ آئیڈینٹیفائر کا استعمال کیا تھا، جس سے ہم یہ طے کر سکتے تھے کہ کس ناشر سے ہمیں حکومت کے کتنےکام ملے۔ مثال کے طور پر، ریڈ ایلسیویئر کی ایک کارپوریٹ شاخ میں 293،769 مضامین تھے، جبکہ امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کے 5,961 مضامین تھے۔ اس کے علاوہ، کیونکہ ہم نے ایجنسی کے ذریعہ تلاش کی شرائط درج کی تھی، اس لئے ہم ہرایک ایجنسی کے ذریعے شائع شدہ مضامین کو الگ الگ کر کے نکال لئے تھے۔ مثال کے طور پر، ہمیں آرمی کورپس آف انجینئرس کے ملازمین کے ذریعے لکھے گئے 20،027 مضامین اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ کے 45،301 مضامین ملے تھے۔

29 اہم ناشروں کے لئے، مضامین کے اعدادوشمار کے شکل میں معقول نمونہ نکالا گیا تھا، جس میں 50 مضامین چھوٹے ناشر کے لئے اور بڑے ناشر کے لئے 500 مضامین رکھے گئے تھے۔ 22 سرکاری اجینسیوں میں سے ہرایک کے لئے اسی عمل پر عملدرآمد کیا گیا تھا۔ آخر میں، ہم نے تقریباً 10،000 مضامین لے لئے ہیں اور ہرایک کی ذاتی جائزے سے توثیق کی جانچ کی گئی کہ کیا سرورق پر کاپی رائٹ کےدعوے کے ثبوت ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے ہمارے تحقیقی نتائج کی صداقت کی تفتیش کرنا تاکہ غلط نتائج (فالس پازیٹو) کو الگ کیا جا سکے، اور مضمون نگار کے " سرکاری عہدوں " کے اشاروں کو تلاش کرنا، جیسے کہ مضمون نگار نے اپنے مضمون کا تجزیہ کے لئے اپنےساتھیوں کاکس طرح سے شکریہ ادا کیا ہے، یا اس کے برعکس، کیا یہ دکھاتا ہے کہ انہوں نے سرکاری خدمت میں داخل ہونے سے پہلے یہ کام انجام دیا تھا۔

نتائج بےحد واضح تھے۔ جتنے بھی مضامین ہمیں ملے ان میں سے زیادہ تر مضامین امریکی حکومت کے تحت لکھے گئے تھے۔ اور کسی بھی معاملے میں ناشر نے اس کو کاپی رائٹ سے آزاد نہیں دکھایا تھا۔ زیادہ تر معاملوں میں، مضامین احتیاط سے ایک paywall کے پیچھے چھپے ہوئے

تھے اور یقینی طور پر کوئی بھی مضمون حکومت کے ویب سائٹ پر دستیاب نہیں تھا۔ ہر ایک ایجنسی کے ذریعےنیشنل آرکائیو پر ڈالے گئے رکارڈوں کے جائزے سے یہ واضح تھا کہ آرکائیو میں ان مضامین کی ایک بھی کاپی نہیں تھی۔

زیادہ ترعلمی مضامین کے لئے، بڑے پیمانے پر بائبلیوگرافک سرچ (bibliographic search) کامیاب رہےہیں۔ لیکن قانونی کاروبار کے لئے ایسا نہیں ہے، کیوں کہ وہ ٹکنالوجی کی ناواقفیت پر دانستہ فخر کرتے ہیں۔ قانونی ادب عام طورپر خصوصی فروخت کنندہ کے ساتھ ایسے منسلک ہوتے ہیں کہ یہ عام کتابیات کی سرچ انجن سے نہیں تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ حالانکہ، میں در اصل یہ جاننا چاہتا تھا کہ قانونی رسالوں میں کیا خاص بات تھی کیونکہ یہ کام قانون سے متعلق تھا۔ میں نے پورےملک کے لاء کے طالب علموں کی مدد لی، اور میرے ساتھ منسلک ایک رضاکار، یل لاء اسکول کے میشا گٹینٹاگ، کی قیادت میں کچھ اہم جرنل کو اٹھاکر، اس کے ہر ایک شمارہ کو ایک ایک کرکے اٹھا کر ان مضامین کی فہرست تیار کرنے کے لئے کہا جس کو وفاقی ملازمین نے لکھے تھے، اور ان کو ایک اسپریڈشیٹس پر ڈالکر پیش کرنے کو کہا۔

یونیورسٹی کا قانونی تجزیہ (یونیورسٹی لاء یرویوز) رسالہ کے علاوہ، قانونی اشاعت میں ایک اور اہم رسالہ امریکی بار ایسوسی ایشن کاہے۔ میں نے یہ کام خود کیا اور درجنوں الگ الگ اشاعتوں میں کئی دہائیوں کے مضامین کی تفتیش انفرادی طور سے کی۔ مجھے 552 مضامین ملے جو یقینی طور پر ایسے تھے، جیسے وہ وفاقی ملازمین کے تھے، جو غالباً انہوں نے سرکاری ملازمت کے دوران لکھے تھے۔

ایسی ہی ایک مثال فیڈرل ٹریڈ کمیشن کی ہے، جو آئندہ سال کے لئےایجنسی کے انضباطی اعمال اور اصلاحات پر، خلاف وقف قانون بار کو بریف کر رہے تھے۔ دوسری مثال فوجی افسر کی ہے جو اپنی سرکاری ملازمت کے دوران، حصول قانون (پروکیورمینٹ لاء) پر ایک اعلی درجے کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے، ایک رسالہ میں مضمون لکھتا ہے۔ ان معاملوں میں سے کسی بھی ایسے مضامین کو سرکاری کام کے طور پر قبول نہیں کیا گیا تھا۔

عام تحقیقی ادب اور قانونی ادب میں تلاش کرنے، اور ثبوتوں کے بڑے حصے کو یکجا کرنے کے علاوہ، میں ' سرکاری ' شقوں (کلاؤز) کے ماخذ کو سمجھنے کے لئے قانونی ادب کا عمیق مطالعہ کر رہا تھا۔ یہ بھی سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس ' سرکاری ' شقوں کو عدالتوں نے کس طرح آغاز کیا تھا۔ میں پرنٹنگ ایکٹ 1895 میں، ان شقوں کے آغاز کا پتا لگانے میں کامیاب رہا جب ایک سنیٹر نے صدر کے کاغذات کے ایک مجموعہ پر کاپی رائٹ کا دعویٰ کیا تو اس بات پر تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ پھر میں نے اس ' سرکاری ' شقوں کی قانونی اور عدالتی تاریخ کو دکھایا، جو کاپی رائٹ قانون 1909 کا ایک حصہ بن گیا تھا جس کو بعد میں عدالتوں نے، اور آئندہ قوانین میں اس کی اسی طرح کی وضاحت کی ہے۔

میں بار میں گیا اور مجھے وہاں سے باہر نکل جانے کے لئے کہا گیا۔

میں نے اس معاملے کو حل کرنے کے لئے ایک حکمت عملی بنائی۔ اس حکمت عملی میں امریکی بار ایسوسی ایشن (اے۔ بی۔ اے) کے ہاؤس آف ڈیلیگیٹس کے سامنے ایک قرارداد پیش کرنا تھا۔ ایسا کرنے کے لئے، عام طور پر قرارداد پیش کرنے والے کو ایک وکیل ہونا چاہئیے۔ میرے بورڈ کے دو ممبر اے۔ بی۔ اے کے ممبر تھے۔ میرا یہ سوچنا کہ میں ان مسائل سے متعلق ان کے ساتھ ملکر ایک

شریک مصنفین کی طرح ایک مضمون لکھوں، اور اس بنیادپر ہم ہاؤس آف ڈیلگیٹس کے سامنے قرارداد پیش کر سکوں جس میں اے۔ بی۔ اے سے ہم اس بات کی حمایت کی مانگ کریں کہ ہم سبھی کو کاپی رائٹ قانون کے تمام اہتمام پر عمل کرنا چاہئیے۔ یہ فکر انگیز تجویز لگ رہی تھی۔

غیروکیل کی شکل میں، میں سال 2016 میں ہاؤس آف ڈلیگیٹس میں خطاب کرنے کا اہل ہو گیا تھا جس کو " ایوان کے خصوصی اختیارات(special privileges of the floor) " کی شکل میں جانا جاتا ہے۔ اس سال معیارات کو وفاقی قانون میں شامل کرنے کے لئے قرارداد بھی پیش کی گئی تھی۔ اے۔ بی۔ اے نے ایک حل پیش کیا کہ اس سے ' تکنیکی قوانین ' کو عوامی طور سے دستیاب کرا سکتے ہیں لیکن "صرف پڑھنے کے لئے۔" جس کا مطلب تھا کہ کوئی بھی شخص ایسے قانون کو ایک مفید فارمیٹ میں، بغیر ادائگی کئے استعمال نہیں کر سکتا ہے۔ اس سسٹم کے تحت کوئی بھی شخص نجی ادارہ کی اجازت کے بغیر کسی بھی قانون کی بات نہیں کر سکتا ہے۔ میں نے اس قرارداد کی مخالفت کی، جیسے کوئی معیاری ادارہ کسی مفت رسائی کی مخالفت کرتا ہے۔ چونکہ، ہم دونوں نے اس قرارداد کی مخالفت کی تو اس قرارداد کو کفالت کرنے والی جماعت نے ایسا محسوس کیا کہ جیسے انہوں نے سلیمانی (Solomonic) فیصلے کی طرح کوئی کام کیا ہے۔ میری سخت مخالفت کے باوجود اس قرارداد کو پاس کر دیا، لیکن کم سے کم انہوں نے مجھے اپنی بات رکھنے کا موقع تو دیا۔

میرا یہ یقین ہے کہ اگر قانونی اشاعت کے فریم ورک کے تحت آئے تمام موضوعات پر مضبوط بحث پیش کی جاتی، اور اس بحث کے وسیع تناظر کے تحت دانشورانہ علم اور تعلیم کے موضوعات کو بھی شامل کر لیا جاتا، تو شاید اے۔ بی۔ اے، اس کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے کاپی رائٹ قانون کی قانونی ضروریات کی حمایت میں آواز اٹھانے کے لئے ایک مبارک موقع کے طور پر دیکھ سکتے تھے۔

میں نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی حکومت کے دانشورانہ پرچوں پر سدا بہار کام کیا۔ پھر میں نے 15 صفحات (زیادہ سے زیادہ قابل قبول) پر مشتمل 69 فوٹ نوٹس کے ساتھ ایک قرارداد تیار کیا ہے۔ جو ہمارے ذریعے حاصل کئے گئے مضامین کے محاسبہ کے نتائج کو پیش کرتے ہیں اور اس قانون کی ابتداء اور اس کے استعمال کی تاریخ وغیرہ کو بھی بتاتے ہیں۔ یہ قرارداد بہت سادہ اورآسان تھی، جس میں یہ کہا گیا تھا کہ اگر کوئی ملازم اپنے بنیادی فرائض کے دوران کوئی مضمون لکھتا ہے تو اس کی ایک نقل سرکاری اشاعتی دفتر (گورنمنٹ پبلشنگ آفس) میں جمع ہونی چاہئیے۔ یہ پہلے سے ہی سرکاری شائع شدہ اشاعتوں کے لئے ضروری ہے۔ اس کے ذریعے ہم اس سے پہلے سے قائم نظام کے اندر، ان جرنل کے مضامین کو بھی لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس قرارداد کی دوسری سفارش یہ تھی کہ تمام ناشر (بشمول اے۔ بی۔ اے) کو حکومت کے کسی بھی کام کی اشاعت کو صحیح طریقے سے سطح پر لانا چاہئیے۔ یہ اس بات کا اشارہ دےگا کہ کون سا حصہ قانون کے مطابق کاپی رائٹ کے تحت نہیں ہے۔ دوبارہ، یہ ایک موجودہ مطلوبہ مطالبہ ہی تھا، نہ کہ کوئی نئی یا فوری تبدیلی کا مطالبہ۔ یہ ایک دور رس قرارداد تھی۔ یہ مستقبل میں شائع ہونے والے مضامین پر نافذ ہوگا اور پرانی فائلوں کی طرف اشارہ نہیں کرتا ہے جس پر غلط لیبل لگے ہو سکتے ہیں۔

میری قرارداد کو ' کمیٹی آن رولس اینڈ کلینڈر ' میں جمع کیا گیا، اور مجھے ان کے بہت ہی درست اصول و ضوابط کو پورا کرنے کے لئے ترمیم کے ایک جامع عمل سے گزرنا پڑا۔ مثال کے طور

پر، حالانکہ میں امریکی بار ایسوسی ایشن کا معاون رکن تھا، لیکن پھر بھی مکمّل ممبران کو ہی قرارداد پیش کرنے کا حق تھا۔ ایک وکیل نہ ہونے کی وجہ سے میں اس کے لئے اہل نہیں تھا۔ اس کی ابتدا میں نے پیپر کے واحد مضمون نگار کے طور پر کیا اور پھر جب اس کو مسترد کر دیا گیا، تو میں نے اپنے بورڈ کے ارکان اور اپنے آپ کو مصنفین کے طور پر پیش کیا، لیکن اس کو بھی مسترد کر دیا گیاجب میں اس سے اپنا نام مکمل طور پر ہٹا لیا تو یہ قابل قبول سمجھا گیا۔ اس کے بعد میری قرارداد کو غور کرنے کے لئے قبول کر لیا گیا، اور اگست کے وسط میں نیویارک میں ہونے والے سالانہ اجلاس میں میری قرارداد پر تبادلہ خیال کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اے۔ بی۔ اے کے کام کے عمل میں، بہت سارے فریق ہوتے ہیں جن میں نمائندگان، افسران، کمیٹیاں اور ان کے اپنے قوانین اور اصول و ضوابط کے مختلف درجے ہیں۔ مختلف نوکرشاہی اور اصولوں کی گہرائی واقعی بہت متاثر کن ہے۔ عام طور پر، قرارداد کو کسی ایک فریق کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ہرایک ممبر کو ایسا کرنے کی اجازت ہے، لیکن یہ کچھ حدتک نایاب ہے۔ جب ایک خاص فریق ایک قرارداد کو جمع کردیتا ہے، تو اس کو ممکنہ معاون ضامن (co-sponsorship) کے لئے تمام دیگر فریقوں کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ اے۔ بی۔ اے کی تہذیب میں، زیادہ ترقراردادوں کا معاون ضامن کئی فریقوں کے ذریعے کیا جاتا ہے اور زیادہ تر کی طرف سے کوئی مخالفت نہیں ہوتی ہے۔

میری قرارداد کو مئی میں منظور کر لیا گیا۔ لیکن تین ماہ تک مجھے کسی بھی فریق سے کچھ بھی خبر نہیں ملی۔ میں نے زیادہ تر فریقوں، جیسے انٹلیکچوئل پروپرٹی، اینٹی ٹرسٹ، سائنس اینڈ ٹیکنولوجی وغیرہ کے صدور اور نمائندوں سے رابطہ کیا اور انہیں قرارداد کے کسی بھی مسئلہ پر، جن پر ان کو کوئی خدشہ ہو، بحث کرنے کی پیشکش کی۔ لیکن کسی نے بھی مجھ سے بات نہیں کی۔

حالانکہ کسی نے بھی مجھ سے بات نہیں کی لیکن یہ پتا چلا کہ اس پر بہت مذاکرہ ہو رہا ہے۔ ایک ہفتہ پہلے میں نیویارک میں ہونے والے اجلاس کے لئے جانے والا تھا، مجھے فورای اطلاع موصول ہوئی جس میں یہ کہا گیا تھا کہ اس قرارداد پر بحث کرنے کے لئے فون کال پر میری حاضری ضروری تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے صرف کال کرنے تک ہی محدود نہیں رکھیں۔ ایک سچا اے۔ بی۔ اے ممبر جس کا نام سرکاری طور پر قرارداد پر درج کیا گیا تھا اس کو کال پر موجود ہونا چاہیے کیونکہ مجھے واضح طور پر پختہ نگرانی کی ضرورت ہے۔

ہم نے فون کیا۔ ایک گھنٹے تک بات ہوئی۔ بہت اچّھی نہیں رہی۔ میرے ساتھ ٹم اسٹینلی تھے، جو میرے بورڈ کے بانی ممبر ہے اور اے۔ بی۔ اے کا ایک ممبر ہے، اور یل لاء اسکول کے کارگزار، میشا گٹّینٹیگ تھے۔ دوسری طرف، بار ایسوسی ایشن کے آٹھ ناراض ممبروں میں انٹلیکچوئل پروپرٹی، اینٹی ٹرسٹ، اور سائنس اور اڈمنسٹریٹیو لاء سیکشن کے نمائندے تھے۔

ان کی حالت واضح تھی۔ ہمیں قرارداد کو واپس لینا ہوگا یا بار کے سربراہ کے غضبناکی کاسامنا کرنا ہوگا۔ اینٹی ٹرسٹ سیکشن کے نمائندوں نے کہا کہ انہوں نے میرے طرف سے بھیجے گئے اینٹی ٹرسٹ جرنل کے ان 75 مضامین کو دیکھاہے اور اس نے اس بات پر زور دیا کہ ہرایک سرکاری ملازم نے ان مضامین کو اپنے نجی وقت میں لکھا تھا نہ کہ سرکاری کام کاج کے وقت میں۔ اور وہ سرکاری کام نہیں تھا۔ میں نے اس خیال پر عدم اعتماد کااظہار کیا کہ ان مضامین میں سے ہرایک مضمون ذاتی ملکیت ہے، لیکن وہ اپنی بات پر ثابت قدم تھا۔ میں نے فیڈرل ٹریڈ کمیشن کے کارگزار کمشنر کے ساتھ بیٹھکر اس فہرست میں کم از کم 17 اشاعتوں کو شمار تھا اور اب میں یہ دیکھکر

کافی حیران تھا کہ کیسے ایک کارگزار افسر نے، بار کو ایف۔ ٹی۔ سی کی ترجیحات پر عمل کرانے کے بارے میں بریف کرنا " ان کے سرکاری کام کے علاوہ " کچھ اور ہو سکتا تھا۔

سائنس سیکشن سے ایک خاتون نے کہا کہ اگر میں نے اس قرارداد کو پیش کیا تو وہ میرے لئے خود غرضی کے تنازعات (کنفلکٹ آف انٹریسٹ) کے تحت ایک بڑا مسئلہ پیدا کر دےگی۔ یہ سنکر حیران ہو گیا اور میں نے ان سے پوچھا کہ وہ تنازعات کیا ہو سکتے ہیں۔ تب انہوں نے کہا کہ میں نے محکمۂ اطلاعات کو دستیاب کرنے میں اپنا پورا کیریئر لگایا ہے اور میں جارجیا کے ساتھ مقدمہ لڑ رہا ہوں، اس لئے میری اس میں خود غرضی ہے، لیکن میں نے ان کو ان مقدمات کے بارے میں نہیں بتایا ہے۔ انہوں نے یہ بات واقعی گندے اور گھناؤنے طریقے سے کہی، اور یہ واضح تھا کہ وہ اپنے اس رخ کو ایوان کی سطح پر پیش کر سکتی ہیں۔

انٹلیکچوئل پروپرٹی سیکشن کے نمائندوں نے ہر بات کو بہت گھماکر بتایا، اور کہا ہے کہ میں نے قانون کو پورے غلط طریقے سے سمجھا ہے کیونکہ ملازمین کے مضامین اگرچہ سرکاری کام ہیں لیکن جب وہ صفحات نمبرات کے ساتھ ایک فونٹ میں ٹائپ ہوتا ہے، تو ناشر کا عوامی ڈومین کور کے ارد گرد کاپی رائٹ کا ایک اضافی لیبل لگ جاتا ہے۔ اس لئے ناشر کے کاپی رائٹ کی خلاف ورزی کئے بغیر کام کرنا ممکن نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ بکواس ہے اور امریکی کاپی رائٹ قانون اس کی حمایت نہیں کرے گا۔ فونٹ کےانتخاب یا صفحہ بندی میں کوئی کاپی رائٹ نہیں ہے، مضمون کے صرف ایک حقیقی معاون مصنف کا حق اشاعت کا حق ہے۔

اب، میں نے بحث کو صرف قانون کی باتوں سے پوری نہیں کی ہے۔ یہ گہری تحقیق پر مبنی تھی اور اس کا تجزیہ کاپی رائٹ کے ماہرین کے ایک خصوصی پینل کے ذریعے کیا گیا تھا، جو اس منصوبہ کے لئے میرے مشاورتی بورڈ میں شامل ہو گئے تھے۔ میں اس بات سے مطمئن تھا کہ ہمارے پاس قانونی حق ہے۔ ہم صرف ہوا میں باتیں نہیں کر رہے تھے۔

یہ واضح تھا کہ بحث کے ذریعے ہمیں گھسیٹا جا رہا تھا۔ میں اس کو برداشت کر سکتا تھا، لیکن یہ ناقابل برداشت تھا۔ انہوں نے مجھے مطلع کیا کہ کم از کم آٹھ ذیلی محکموں نے اپنے نمائندوں کو قرارداد کی مخالفت کرنے کے لئے پہلے سے کہ دیا ہے، اس لئے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ میں کتنا خوش گفتار یا محرک تھا، ووٹ پہلے سے ہی طےشدہ تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ ہر ایک نفس موضوع پر غلط تھے، لیکن میں نے ان پر یقین کیا تھا جب انہوں نے کہا تھا کہ اگر ہم نے اسے ہاؤس آف ڈیلیگیٹس کے ایوان میں پیش کیا تو وہ ہمیں بری طرح ہرا دیںگے۔ مجھے جیتکے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے، اور میں نے نیویارک جانے سے دو روز قبل اپناسفر منسوخ کر دیا۔

پیسوں کا مسئلہ دوبارہ ابھرا

اپنی شکست کو لےکر میں ایوان نمائندگان میں جا سکتا تھا لیکن مجھے دوسرے مسائل کو بھی دیکھنا تھا۔ میں نے اپنے 2,50,000 ڈالرکی امداد کو لے کر زیادہ محتاط تھا، جس کا صرف دو تہائی پیسہ خرچ ہو ا تھا۔ میرا خیال تھا کہ ہم اے۔ بی۔ اے کے اجلاس کے بعد اس کو خرچ کریںگے اور گفتگو میں کیا ہوتا ہے، اس کی بنیاد پر ہم اپنا پیسہ خرچ کریںگے۔ جون کی ابتدا میں، میں نے فاؤنڈیشن کو اپنی رپورٹ سونپ دی۔ ان کو جولائی 31 کو ہماری دوسری قسط کی ادائگی کرنی تھی۔ رپورٹ سونپنے کے بعد میری پروگرام مینیجر یا فاؤنڈیشن گرانٹ اسٹاف سے اس سے متعلق کوئی بات

نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ سے میں نے کئی بار ان سے یہ پوچھا کہ کیا رپورٹ مناسب تھی، کیا ہم نے صحیح کام کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ رپورٹ ٹھیک تھی۔

جیسے ہی 31 جولائی قریب آئی، میں نے اکثر اپنے بینک اکاؤنٹ کی جانچ کی، لیکن رقم جمع نہیں ہوئی تھی۔ پھر ان کی ادائگی کرنے کی تاریخ سے دو دن پہلے، مجھے ایک نوٹ ملا کہ وہ ادائگی نہیں کریں‌گے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم نے امداد پر عمل نہیں کیا تھا کیونکہ ہم مناسب پیسے خرچ نہیں کئے تھے۔ مجھے یہ وضاحت کرتے ہوئے تفصیلی بجٹ پیش کرنا تھاکہ پیش گوئی پر عمل کرنے میں ہم سے کہاں چوک ہوئی تھی، اور اس میں اہم بات یہ تھی کہ ہم پیسےکہاں خرچ کئے۔ اس بات کا بھی کوئی اشارہ نہیں تھا، اگر میں کامیابی سے اپنے مستقبل کی اسکیموں کو تفصیل سے بتاتا، تو دوسری ادائگی منظور ہو جاتی۔ دوسرے الفاظ میں، موثر طریقے سے اپنی تنظیم کو چلاتے ہوئے ہم، ممکنہ طور پر پیش رفت کی رپورٹنگ کی منظوری کے اس اہم مسئلہ سے بھٹک گئے تھے۔

میں نے ایک صلح کی تجویز رکھی جس میں اس سمجھوتہ کو ایک جگہ پر ختم کر کے ہمیں اپنے اپنے راستے پر چلے جانا تھا۔ ہمارے پاس جو بھی پیسہ بچا ہے، میں اس کو اپنے پاس رکھوں‌گا اور ہم یہ رپورٹ کریں‌گے کہ ہم نے 2,50,000 ڈالر کیسے خرچ کیا ہے، اور امداد ختم کر دیا جائےگا۔ اس رقم کا باقی پیسہ 6,50,000 ڈالر اپنے پاس رکھوں گا۔ یہ ایک بہتر تعلق نہیں تھا۔ فاؤنڈیشن کو ایسی بڑی تنظیموں میں سرمایہ کاری کرنی چاہئیے جن کے پاس مستحکم مالیہ اور افسروں کے لئے پیشہ ورانہ ترقی کی مستقل اسکیم ہو۔

فاؤنڈیشن سے معاملہ کرنا، غیر منافع بخش شعبے میں کام کرنے والے ہمارے جیسے لوگوں کے لئے ہمیشہ مشکل رہا ہے۔ میں نے اپنے دوستوں کے ساتھ کئی بار بات چیت کی ہے، جو آپریٹنگ پر مبنی (آپریشن اورینٹیڈ) انٹرنیٹ تنظیم چلاتے ہیں۔ مشن کو آگے بڑھانے کے لئے رقم کی تلاش دائمی ہے۔ بہت سارے فاؤنڈیشن ایسے ہیں جو اپنے اجینڈا سے متعلق کسی بھی چیز، یا کسی بڑی اسکیم میں امداد دینے میں مستعد رہتے ہیں۔ یا فاؤنڈیشن کے پروگرام مینیجر کے ذریعے سوچے گئے کسی ورکشاپ کرانے میں، یا اپنی خواہش کے مطابق کسی سافٹ ویئر تیار کروانے کے لئے وہ آسانی سے امداد عطا کر تے ہیں۔ لیکن اگر آپ ان میں سے کچھ لوگوں کے پاس جاتے ہیں اور ان کو بتاتے ہیں کہ آپ پہلے سے ہی کوئی کام کر رہے ہیں، تو وہ کہتے ہیں کہ " ہم کسی نئے کام کے لئے امداد دینا چاہتے ہیں، پہلے سے چل رہے کسی منصوبہ کو نہیں دینا چاہتے "

جبکہ ہرکوئی کسی " نئے " کاروبار میں شامل ہونا چاہتا ہے، تو ایسی حالت میں ایک مخصوص اور مشکل ہدف پر طویل مدتی طور پر توجہ مرکوز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ نہ صرف غیرمنافع بخش اداروں کے لئے ہے، بلکہ سلیکان ویلی میں میرے دوستوں کے لئے بھی ہے جو اسٹارٹ اپ پر کام کر رہے ہیں۔ ان کو بھی سرمایہ کاروں کے ساتھ ایسے ہی مسئلہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن کو ان کی کمپنی کے کام میں لگے لوگوں کے لئے فنڈنگ دینے کے بجائے، ان کمپنی کو کسی نئے آئیڈیا کی تجربہ گاہ کے طور پر کام کرانا چاہتے ہیں۔ وہ پہلے سے کام کر رہے محنتی گھوڑے جیسے اسٹارٹ اپ میں سرمایہ کاری کرنے کے بجائے، ایک شائنگ والے گھوڑے جیسے نئے اسٹارٹ اپ میں سرمایہ کاری کرنا چاہتے ہیں۔

اس میں ' پبلک ریسورس ' خوش قسمت رہی ہے۔ ہمیں اپنا پیسہ دو مقامات سےموصول ہوا ہے۔ پہلا، ہمیں پیسہ یو۔ کے۔ میں واقع آرکیڈیا، لیسبٹ روسنگ اور پیٹر بالڈون جیسے دوراندیش اداروں سے ملتا تھا۔ ہمیں اومڈیار نیٹ ورک سے ابتدائی عطیات ملے اور جب گوگل نے اپنا 10واں یوم پیدائش

منایا، تو انہوں نے " دنیا کو بدلنے کے تصورات (ideas for changing the world) " کے لئے 20 لاکھ ڈالر کے پانچ انعامات دئے، جس میں سے ہمیں ایک انعام ملا۔

سرمایہ کاری (فنڈنگ)کے دوسرے ذرائع وہ لوگ ہیں جو ویلی میں کچھ پیسے کمائے ہیں اور وہ سماج کو واپس دینا چاہتے ہیں، ان لوگوں کو میں کئی سالوں سے جانتا ہوں۔ مثال کے طور پر، الیکزینڈر میکیلویرے گوگل کے ابتدائی وکیل تھے، پھر ٹوئٹر کے جنرل کاؤنسل بن گئے۔ وہ ٹوئٹر کو چھوڑکر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ڈپٹی چیف تکنیکی افسر بن گئے اور اپنی سرکاری خدمات شروع کرنے سے پہلے انہوں نے ہمیں 10،000 ڈالر کا چیک بھیجنے کے لئے اپنے مشاورتی فنڈ کے اختیار دہندہ کو ہدایت دی۔ پھر، اوباما انتظامیہ کو چھوڑنے کے بعد، اس نے ہمیں دوسرا چیک بھی بھیج دیا۔

اسی طرح، یو۔ ایس کے سابق معاون اٹارنی، گل الباز اور ان کی بیوی الیسا نے شروع سے ہی، ہرسال ہماری حمایت کی ہے۔ گل کی کمپنی کو آئی۔ پی۔ او کے ٹھیک پہلے گوگل نے خرید لی تھی اور وہ کئی طرح کے اہم غیرمنافع بخش اداروں کو مالی امداد دینے میں کافی سخی رہے ہیں۔

میں نے ان سبھی ناموں کو، نو قانون فرم کے نام کے ساتھ، جو ہماری طرف سے مقدمات لڑ رہے ہیں، ہمارے کنٹریکٹر اور ہمارے بورڈ کو ' پبلک ریسورس ' کے اپنے "about " صفحے پر ڈالا ہے۔ ایک سرکاری یا کسی دیگر عوامی تنظیم کی طرح ایک غیرمنافع بخش ادارہ کے طور پر مجھے لگتا ہے کہ ہمیں اپنے بارے میں اور ہمیں کہاں سے پیسہ ملتا ہے، اس بارے میں پوری طرح خلاصہ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ میں اس کے لئے کوشاں ہوں، کہ ہمارے قول و فعل میں کوئی فرق نہ ہو۔ ہمیں ہمارے شدید متصادم مفاد(کنفلکٹ آف انٹریسٹ)، مخبر (وہسل بلوئر)، رقم کا استعمال، مالی کنٹرول اور دیگر کارپوریٹ پالیسیوں کو دیکھکر ہمیں، ایک غیرمنافع بخش نگرانی (مانیٹرنگ)گروپ، گائڈ اسٹار نے ہمیں گولڈ سیل دیا ہے۔

اس بہترین حمایت کے باوجود، پیسے کی ہمیشہ تنگی رہتی تھی۔ سال 2016 میں، میں 12 مہینے میں سے آٹھ مہینے تک چھٹی پر تھا، تاکہ میں اپنے کنٹریکٹروں کی ادائگی کر سکوں۔ میں سال 2017 میں کام پر آنے کے بعد کافی خوش تھا، لیکن فاؤنڈیشن کے پیچھے ہٹنے کے بعد، میں نے دوبارہ پیرول کمپنی کو کال کیا اور کہا کہ آپ مجھے دسمبر سےمیری تنخواہ نہیں دیں گے۔

میں زیادہ اسٹاف (در اصل میں ہی واحد ملازم ہوں) کو کام پر اس لئے نہیں رکھتا ہوں کیونکہ پیسہ ہمیشہ وقت پر نہیں آتا ہے، اور اپنے اہم اخراجات کو کم کرکے، ہم مصیبت کے وقت بھی بچ سکتے ہیں۔

ہمیں سمجھنے میں کوئی غلطی نہ کریں۔ اگرچہ میں ہی واحد ملازم ہوں، لیکن ' پبلک ریسورس ' حقیقتت میں ایک خدا کے تئیں ایماندار، حکومت کے ذریعے تسلیم شدہ غیرمنافع بخش ادارہ ہے، جو انٹرپرائز کے پیمانے پر آپریٹنگ ہوتا ہے اور لاکھوں لوگوں کو خدمات عطا کرتا ہے۔ ہمارے پاس ہمیشہ سے ہی ایک مشہور اور مفید بورڈ آف ڈائریکٹرس، کاروبار میں کچھ اچھے کانٹریکٹرس، اور انٹرنیٹ پر میری اچّھی گرفت کی وجہ سے، میں میزبانی، دفتر اور دیگر سہولیات کا فائدہ اٹھانے میں قابل ہوں، جو کسی بھی بہترین فنڈڈ سلیکان ویلی اسٹارٹ اپ کے لئے قابل رشک ہو سکتا ہے۔

جب ہمیں بڑی امداد حاصل ہوتی ہے، تو میں زیادہ ملازمین کو کام پر رکھنے کے بجائے سرمایہ پر پیسہ خرچ کرتا ہوں، جیسے کہ میں نے یو۔ ایس کورٹ آف اپیل کی رائے خریدنے کے لئے 600،000 ڈالرخرچ کیا، پبلک سیفٹی کوڈ کو خریدنے کے لئے 250،000 ڈالرخرچ کیا، یا عدالت کے قیام سال 1891 سے ابھی تک کے نائنتھ سرکٹ آف دی یو۔ ایس کورٹ آف اپیل کے 3.5 ملین صفحات کا اسکین کرنے کے لئے 300،000 ڈالر' انٹرنیٹ آرکائیو ' کو دیا۔

میں پرنٹ کیوں کرتا ہوں؟

بہت سے لوگوں نے مشورہ دیا کہ میں پیسہ جمع کرنے کے لئے Kickstarter کی طرح " crowdsourcing " پلیٹ فارم کا استعمال کروں۔ میں نے اکثر اس کا استعمال کیا، لیکن اس کو زیادہ کامیابی نہیں ملی۔ کک اسٹارٹر جیسے پلیٹ فارم تب اچھی طرح سے کام کرتے ہیں، جب آپ لوگوں کو ایک دم نئے ہارڈویئر، یا کسی کتاب یا کسی دیگر پختہ چیز کو دینے کا وعدہ کرتے ہیں جو کسی بھی دیگر مقام پر دستیاب نہ ہو۔ اچھے مشن کے لئے اس دنیا میں عام حمایت ملنا تب بھی مشکل ہے، جب آپ مہم کے حصے کی شکل میں کتابیں یا دیگر کوئی انعام بھی دیتے ہیں۔

میں نے چھٹیوں کے دوران، چھوٹی شراکت کے لئے اپیل کرنے کی کوشش بھی کی ہے، لیکن واضح طور پر، ایسے کئی دیگر مقامات بھی ہیں، جہاں میں نے لوگوں کو، ذاتی شراکت کرنے کے لئے مشورہ دیا ہے، جیسے ای۔ ایف ایف یا انٹرنیٹ آرکائیو جیسے نیٹ ورک آپریشن، اور کئی ایسے مجبور کر دینے والے فلاحی کام جیسے فوڈ بینک، ایمرجنسی امداد، وغیرہ۔

کراؤڈسورسنگ مہم میں بہت سارے عجیب وغریب کام ہوتے ہیں، اس میں فنڈ رائزنگ یا دیگر کچھ کاموں پر زیادہ توجہ دینے کے لئے جیسے PACER فیس وغیرہ۔ مجھے کسی بھی کام کو اپنے اشاعتی کوششوں کے ذریعے کرنا زیادہ موثر لگتا ہے، جو عام طور پر عوامی اپیل کی بجائے ہدف پر مرکوز ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، ہمارے ذریعے ہندوستان کا بلڈنگ کوڈ کو بہتر گرافک کے ذریعے ایچ۔ ٹی۔ ایم۔ ایل میں تبدیل کرنے کے بعد، اس کو خوبصورت گردپوش جیکٹ کے میں اور ہندوستانی عمارت سے ان-لائن تاریخی پرنٹ کے ساتھ مجلد 2 جلدوں میں شائع کیا گیا تھا۔ اس کا ڈیزائن پوائنٹ۔ بی۔ اسٹوڈیو نے تیارکیا تھا اور میں نے صرف ایک درجن کاپیاں ہی پرنٹ کی تھیں لیکن وہ کافی دلکش تھیں۔

میں جو کر رہا تھا اس کی طاقت دکھانے کے لئے، میں نے ان کی کاپیوں کو سیم پترودا اور ہندوستانی معیار بیورو کو بھیجا تھا۔ میں ان کو یہ دکھانا چاہتا تھا کہ میں اس کے متعلق کافی سنجیدہ ہوں اور اس کے لئے میں نے حقیقت میں کافی کوشش کی ہے، تاکہ اس کام سے کافی بہتری ہو۔

اسی طرح میں نے ڈیلاویئر کارپوریٹ کوڈ کا غیرقانونی نسخہ تیار کیاتھا، جس کو ریاستی سکریٹری کی اجازت کے بغیر کرنے سے جیل کی سزا سنانے کا اہتمام تھا، اس کے بعد میں نے ریاستی سکریٹری اور اٹارنی جرنل کی توجہ مبذول کرانے کے لئے ان کو، اس کی کاپیاں بھیجی۔ اپنے دوست کے ذریعے آنے والے اٹارنی جنرل، بیو بیڈین سے رابطہ کرنے کے بعد بھی، مجھے ان سے کوئی جواب نہیں ملا۔

میں نے، ہندوستان میں مشق سے ترغیب پا کر، کئی اعلانات اور خطبات کو بھی پرنٹ کیا۔ ان مستند دستاویز کو معزز مہمانوں کو عطا کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر جب مہاتما گاندھی نے تقریر

کی تھی تو ان کے کچھ خطبات موصول ہوئے تھے۔ یہ خطبات مرصّع،منقش،تشکیل شدہ اعلانات سے معمور تھے، جو وصول کنندہ کی کئی خوبیوں کو بیان کرتے ہیں۔ جن کو میں نے دیکھا ہے وہ کافی خوبصورت ہیں اور میں نے اپنی آنکھیں اسکین اور پوسٹ کے مناسب ماخذ کے لئے کھلی رکھی ہیں۔

جب میں نے عرضی دائر نہیں کی تھی تب میں نے مہاتما گاندھی کے اشتہاروں کو پرنٹ کرنے میں کافی وقت لگایا تھا، جس میں سے ایک میں نے سابرمتی آشرم کو دے دیا اور کچھ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ان لوگوں کو دے دیا جنہوں نے میری مختلف طریقے سے مدد کی تھی۔ مجھے مہاتما گاندھی کے پوسٹ کارڈ، قانونی اعداد و شمار اور دیگر آرٹ ورک کو پرنٹ کرنے میں لطف آیا اور جب کسٹم لیبل اور پوسٹیج اسٹامپ کو پرنٹ کرنے کی بات آتی ہے تو اس میں میں کافی ماہر ہوں۔ اور جب پوسٹیج اسیمبلی کی بات ہوتی ہے تو اس میں بھی میں کچھ ہی ماہر لوگوں کے بعد میں آتا ہوں۔

میں تفصیلی اشاعتی کام اس لئے کرتا ہوں کیونکہ مجھے طباعت کرنا پسند ہے لیکن یہ میری سنجیدگی کا بھی اشارہ ہے۔ جب میں ریاستی کوڈکو عام کرنے کے لئے کام کر رہا تھا تو میں نے بڑے فارمیٹ میں 'اشاعت کے اعلان (Proclamation of Promulgation) ' کو "19"x22 کے لال چمک دار بلبلے والے لفافے میں بند کر کے اسپیکر آف دی ہاؤس آف جارجیا کو بھیجا۔ اس سے وہ خوش نہیں تھا، لیکن اس کو پیغام تو ضرور مل گیا اور میں اس بارے میں پرامید ہوں کہ اس کو یہ بات سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ اگر وہ مجھے جواب نہیں دےگا تو میں اس کا پیچھا چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ میں نے اسی اعلان کو ایک وکیل کو بھی بھیجا جو مجھے جانتا تھا اور وہ اتنا خوش ہوا کہ وہ پبلک ریسورس کے معاملوں کو، پرو بونو کی بنیاد پر، پیش کرنے کے لئے راضی ہو گیا۔

وسیع اشاعت کا کام پر تب نظر جاتی ہے جب وہ فراہم کیا جاتا ہے۔ سینیئر کارپوریٹ اور سرکاری افسر کے معاملات میں، عام طور پر وصول کنندہ کو پیکیج بھیجنے سے کوئی حتمی نتیجہ نہیں نکلتا ہے۔ مجھے یہ امید ہے کہ وصول کنندہ جب اس بات کو سمجھےگا کہ میں نے دستاویز کو تیار کرنے میں کافی وقت لگایا ہے تو شاید وہ اس معاملے پر غور کرے۔

کچھ لوگ ہارڈکاپی کو ناپسند کرتے ہیں یا وہ عام طور پر، اس بات کو پسند نہیں کرتے ہیں جس کو میں کہنا چاہتا ہوں۔ جب میں نے ایک بڑے ڈبے میں رپورٹ کے ساتھ مطبوعہ معیارات کو بھیجا، اور اس ڈبے کو لال، سفید اور نیلے crinkle-pak کے ساتھ پیک کیا تھا، جو امریکہ کے پرچم جیسا لگ رہا تھا، تو امریکن نیشنل اسٹنڈرڈ انسٹی ٹیوٹ کو ایسا لگا کہ میں ایک پاگل ہوں۔ وائٹ ہاؤس میں Cass Sunstein نے اپنے ملازمین سے اس ڈبے کو ارسال کرنے والے کو واپس بھیجنے کے لئے کہا، اور یہ میرے پاس ایک بڑا پلاسٹک بیگ میں آیا۔

دوسری طرف، میں نے وائٹ ہاؤس میں جان پوڈیسٹا کے معاون سے یہ سنا ہے کہ ویسٹ ونگ کے میل ڈلوری اسٹاف کو میرے پیکیج کے ملنے پر "بڑا لطف آیا۔" ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے محافظ دستاویزات کو پیکیج کافی پسند آیا اور انہوں نے مجھے میل بھیجا۔ اس میں لکھا تھا " مکمل نفیس پیش کش "۔ امریکی کانگریس کا رکن ڈیریل ایزا کرنکل-پیک سے بنے امریکہ کے پرچم کو دیکھکر کافی متاثر ہوا اور انہوں نے اس تصویر کو ٹوئٹ کیا۔ فیڈرل ٹریڈ کمیشن کے چیئر مین، جان لیباویٹس نے مجھے خط بھیجا کہ ان کو پیکیج کا کام کافی پنسد آیا اور وہ اس بات سے دو گنے خوش

ہی کہ مشہور بلاگ Boing Boing نے اس کہانی کو شامل کیا ہے اور اس پر میرے قانون کا میمورنڈم پرنٹ کیا۔ اس کو کیا پتا کہ ایف۔ ٹی۔ سی کے چیئر مین ان بلاگز کو پڑھیں گے؟

سب لوگوں کی رسائی تقریباً (Almost) تمام انسانی علم تک بنانا

پیسے کے ختم ہونے پر اور اے۔ بی۔ اے سے بڑا جھٹکا ملنے کی وجہ سے میرا دل سرکاری کاموں پر اپنی رپورٹ لکھنے میں نہیں لگ پا رہا تھا جو درجنوں ناشر کو بھیجی جانی تھی جس میں میری تحقیق کا خلاصہ ہونا تھا کہ وہ کسی نہ کسی شکل میں قانون کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس کے کچھ دیگر اسباب بھی تھے۔ میں اپنی حکمت عملی پر پھر سے غور کر رہا تھا۔

میں نے اس ریسرچ میں تین اہم سوالوں کو اٹھایا تھا۔ پہلا، اس مسئلہ کا قانونی تجزیہ کرنا تھا، جس کام کو میں نے پورا کیا۔ دوسرا، سرکاری کاموں کی پہچان کرنی تھی۔ اس بار پھر، ہم اپنی تشخیص سے اطمینان محسوس کر رہے تھے۔ تیسرا، میگزین کے مضامین کی نقلیں حاصل کرنا تھا۔ میرا ابتدائی نظریہ یہ تھا کہ ہمیں کتب خانے مل جائیں گے جہاں سے ہم میگزین قرض لے سکیں گے اور پھر انٹرنیٹ آرکائیو سے اسکیننگ کر سکیں گے۔ اس عظیم کام کو پورا کرنے کے لئے ہمارے بجٹ کا زیادہ تر گرانٹ، کتب خانہ اور انٹرنیٹ آرکائیو پر ہونے والے اخراجات پر مبنی تھا۔

مضامین کو ایک ایک کرکے نکالنے کا کام مشکل ہو سکتا ہے۔ حالانکہ کتب خانہ کے لئے یہ کام کرنا کچھ حد تک خطرہ بھرا بھی ہو سکتا ہے، پھر بھی ان میں سے دو کتب خانوں میں اس کام کو کرنے پر غور کر رہے تھے۔ چونکہ یہ تمام مضامین ڈاٹا بیس میں ہیں اور یہ الیکٹرانک طریقے سے دستیاب ہیں اس لئے ان کا اسکیننگ کرنا، ایک معنی میں بےکار کام تھا۔ کوئی شخص ناشر کی سائٹ پر براہ راست لاگ آن نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ وہاں موجود معلومات کو استعمال کرنے کی کچھ سخت قانونی شرائط اور تکنیکی موانع ہیں جن سے علمی تحقیق مسدود ہو جاتی ہے۔ اس کا استعمال صرف محدود طریقوں سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

قازقستان کی ایک نوجوان سائنسداں ایلیکزانڈرا ایلباکیان کو بھی اسی طرح کا مسئلہ تھا، اور یہی مسئلہ اس کے جیسے دنیا بھر میں موجود ان کے کئی معاونین اور شریک کاروں کو بھی درپیش ہے۔ علم کو بند کر دیا گیا تھا، جو مخصوص یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر رہے امیر لوگوں تک تو پہنچ رہا ہے، لیکن زیادہ تر دنیا اس سے محروم ہے۔ الیکزنڈرا نے اس مسئلے کو حل کیا اور اس نے ایک سسٹم تیار کیا جس کو Sci-Hub کہا جاتا ہے، وہ روس میں رکھے ایک مشین پر چل رہا ہے جہاں پر جرنل کے 660 لاکھ مضامین موجود ہیں جسے کوئی بھی دیکھ سکتا ہے۔

اسکائی-ہب (Sci-Hub) دنیا بھرکے سائنس دانوں کے لئے وسیع پیمانے پر مفید ثابت ہوا ہے وہ پہلے اس علمی ادب تک رسائی حاصل کرنے میں قاصر تھے۔ سال 2017 میں اسکائی-ہب سے سب سے زیادہ مواد چین سے ڈاؤن لوڈ کیا گیا، جس میں 24.9 لاکھ مضامین کو یکجا کیا گیا تھا۔ دوسرا، ہندوستان سے 13.1 لاکھ مضامین کو ڈاؤن لوڈ کیا گیا۔ تیسرا، ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے 11.9 لاکھ مضامین کو ڈاؤن لوڈ کیا گیا۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ سائنٹفک ادب تک رسائی پوری دنیا میں محدود ہے۔ بہت سے ممالک جیسے برازیل، ایران، انڈونیشیا، روس اور میکسکو بھی اس ڈاٹا بیس کا وسیع پیمانے پر استعمال کرتا ہے۔

ناشر اس بات سے خوش نہیں تھے اور اپنے بےشمار مراعات اور مال مفت کو بچانے کے لئے وہ الیکزانڈرا کی مخالفت جی جان سےکر رہے ہیں۔ ناشروں کو اس کے لئے معاوضہ ملنا چاہئیے لیکن غیرمناسب کاپی رائٹ کا دعویٰ کرنے اور دیگر قانونی فریب دہی کی وجہ سے، ان کی حالت بہت ہی مشکوک ہو گئی ہے۔ انہوں نے نیویارک میں اس کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور ایلکزانڈرا کے عدالت میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان کو، اس کے خلاف لاکھوں ڈالر کےحرجانے کا فیصلہ حصل ہوا اور اس کے ساتھ ہی انھیں، الیکزنڈرا کے خلاف ڈومین نام، انٹرنیٹ خدمات، اور اس طرح کے دیگر خدمات سے محروم کرنے کے احکامات، عدالت سے حاصل ہوئے۔ اس کے خلاف دیگر مقدمات بھی چل رہے ہیں جو ابھی تک زیر سماعت ہیں۔

میں الکزنڈرا سے کبھی نہیں ملا۔ میرے کچھ دوست ان کو جانتے ہیں لیکن ہم نے ان سے کبھی بات بھی نہیں کی ہے۔ میں نے ایک بار یو ٹیوب پر ان کا انٹرویو دیکھا تھا۔ وہ کافی متوازن، جوان اور دلیر لگ رہی تھیں۔

...

اپریل میں، میرے پاس آٹھ ڈسک ڈرائیوز آئے، ہرایک ڈرائیو آٹھ ٹیرابائٹ صلاحیت کا تھا۔ ڈسک پر تمام انسانی علم تھا، یا کم سے کم ان کا ایک بڑا حصہ، جو اسکائی-ہب سے لیا گیا ایک اہم حصہ ہے۔ میں نے ڈاٹا کو دو ڈسک-ارے (arrays) پر منتقل دیا۔ ہرایک ڈسک-ارے میں آٹھ ڈرائیوز تھے۔ ان کو اس طرح سے سیٹ کئے گئے تھے کہ اگر میں ارے پر دو ڈرائیوز کھو بھی دوں تبھی میں کسی بھی ڈاٹا کو نہیں کھووٴںگا۔ اس عمل میں دو ماہ لگ گئے۔ پھر میں نے ڈاٹا کی تفتیش کرنے میں دو ماہ مزیدگزارے۔ پھر میں نے، ان ڈسک-ارے کو، اپنے دفتر سے باہر کسی دوسرے مقام پر منتقل کر دیا۔

ابتدا میں اس ڈاٹا کی تفتیش کرنے کا میرا مطلب، سرکاری منصوبوں کے کاموں سے متعلق تھا۔ میں ایک تبدیلی کے مقصد کے لئے ڈاٹا بیس کا استعمال کر رہا تھا : یہ متعین کرنے کے لئے کہ کیا یہ مضامین اصل میں پبلک ڈومین میں تھے، اور غالباً وہ ان مواد کو نکال رہے تھے جو پبلک ڈومین میں تھے تاکہ ان کی وسیع پیمانے پر نشر و اشاعت کی جا سکے۔

یہ میرے لئے بھی اہم ہےکہ لوگ کھڑے ہوتے ہیں، اور ان باتوں کی حمایت کرتے ہیں جن پر وہ اعتماد کرتے ہیں۔ اس لئے میں ٹوئٹر پر گیا، اور میں نے دنیا کو بتایا کہ میں نے کیا کیا اور میں یہ کیوں کر رہا تھا۔ باتوں کو کہنے کی ضرورت ہے۔ میں نے ان ٹوئٹ کو اس کتاب میں، ضمیمہ کے طور پر منسلک کیاہے۔

میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ دسمبر میں مجھے سرکاری تحقیقاتی نتائج کے بارے میں لکھنا ہوگا، لیکن میں نے نہیں کیا۔ اس کے بجائے، میں نے گاندھی کے اسکین پر کام کیا اور ایک ایسے لفظ کے بارے میں سوچا تھا جو کئی سالوں سے میرے دماغ میں کوند رہا تھا۔

یہ لفظ " کوڈ سوراج " تھا۔ مجھے یہ لفظ کیسے ملا، یہ ایک لمبا اور پیچدہ سفر تھا۔ اس کی ابتدا واشنگٹن میں ہوئی تھی۔ میں نے واشنگٹن، ڈی۔ سی میں چار مختلف طریقوں سے کل 15 سال گزارے ہیں۔ مجھے شہر سے پیار ہے لیکن جب مجھے اس سے دور جانے کا موقع ملتا ہے تو میں خوش ہو جاتا ہوں۔ سال 2007 میں، میں پھر وہاں سے بھاگ نکلا۔

فیڈفلکس، میرا وقت فلموں پر گزارا (مائی ٹائم ایٹ د موویز)

پبلک ریسورس کی تشکیل کے دوران، میں جو کام کر رہا تھا وہ تھا، رسائی(ایکسیس) کو آسان بنانے کا قانون۔ میں نے 1990 کی دہائی میں، اس قانون کے بارے میں سوچا تھا جب یہ بہت مشکل لگ رہا تھا۔ اس لئے میں نے اس وقت، پیٹینٹ اور ایس۔ ای۔ سی جیسے بڑے ڈاٹا بیس پر توجہ مرکوز کی۔ واشنگٹن، ڈی۔ سی۔ میں جان پاڈیسٹا کے لئے دو سال تک ان کے چیف ٹکنالوجی افسر کے طورپر، سینٹر فار امریکن پروگریس میں کام کرنے کے بعد میں نے جان کو اپنا خیال بتایا۔ میں نے بتایا کہ شاید میں چھوٹے سے غیرمنافع بخش کاروبار چلانے کے لئے زیادہ مناسب ہوں۔ میں کیلیفورنیا واپس چلا گیا، اور میرے دوست ٹم او 'ریلی سے میں نے پوچھا کہ کیا میں اس کے صدر دفتر میں، اپنے دفتر کے لئے جگہ کرائے پر لے سکتا ہوں اور اپنا کام کر سکتا ہوں۔ یہ بات سال 2007 کی تھی۔

سب سے پہلے، مجھے یقین نہیں تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ میں نے ویڈیو پر کام کرنے میں کافی وقت گزارا۔ ہمارے " فیڈفلکس " پروگرام کے حصہ کے طورپر، ہزاروں وفاقی ویڈیوز کو کاپی کرنے اور ان کو پوسٹ کرنے کے لئے، میں نے رضاکاروں کو، نیشنل آرکائیو میں بھیج دیا۔ میں نے زیادہ سے زیادہ ویڈیوز کے لئے، قومی تکنیکی اطلاعاتی خدمات (نیشنل ٹیکنکل انفارمیشن سروس) کے ساتھ ملکر ایک مشترکہ فرم بھی قائم کئے۔ ان کو یہ بتایا ہے کہ اگر وہ مجھے اپنا وی۔ ایچ۔ ایس، بیٹاکیم اور یومیٹک ٹیپ دیتے ہیں تو میں انہیں ڈجیٹائز کرکے، ان کو ڈجیٹل ویڈیو کے ڈسک ڈرائیو کی شکل میں واپس بھیج دوں‌گا اور یہ سب، حکومت کے کسی خرچ کے بغیر ہوگا۔ یہ ایک مفت مدد ہوگی۔

اس کو شروع کرنے کے بعد میں اوباما کے ذریعے مقرر کئے گئے ایک نئے شخص سے ملا، جو فوج کے معاون سکریٹری تھے۔ فوج کے پاس ویڈیو کا ایسا ڈاٹا بیس تھا جو کافی بڑا تھا۔ ان کے پاس ایسا نظام تھا، جس میں تنظیم کا کوئی بھی ممبر، کسی خاص ڈی۔ وی۔ ڈی کی کاپی کو، اس کے میدان عمل میں بھیجنے کی گزارش کر سکتا تھا۔زیادہ تر ویڈیوز کو اعلان شدہ تربیت یافتہ فلموں اور تاریخی مواد، جیسے ہوا بازی کی ایک عظیم تاریخ تھی۔ میں نے ان سے 800 ڈی۔ وی۔ ڈی منگا لی۔ فوج سے متعلق کچھ پرانی فلمیں، جیسی بجلی کیسے کام کرتی ہے، یوٹیوب پر کافی مروجہ ہیں۔ مجھے لگاتار اس موضوع پر تبصرہ مل رہا تھا کہ کیسے ایک خاص ویڈیو کسی موضوع کو، اس کے مخصوص ناظرین کی رائے میں، کافی اچھی طرح پیش کرتی ہے۔ مختصر میں، ان 6000 ویڈیوز کو انٹرنیٹ آرکائیو اور یوٹیوب پر ڈالنے کے بعد ہمیں، 723 لاکھ سے زائد ناظر ین ملے ہیں۔

جب میں نے ان سرکاری ویڈیو کو پوسٹ کرنا شروع کیا تو میرے یوٹیوب چینل نے " کنٹینٹ آئی۔ ڈی " کو ملانا شروع کر دیا۔ جب کوئی کنٹینٹ ساز ان کی اپنی ویڈیو اپلوڈ کرتا ہے، اگر وہ ایک اہم ذرائع ابلاغ ہیں تو وہ کسی دوسرے ویڈیو کیلئے یوٹیوب کو تلاش کرنے کے لئے ہدایت دے سکتے ہیں، جو مکمل طورپر یا جزوی طور پر یکساں ہو۔ اگر کوئی مشترک پایا جاتا ہے تو کنٹینٹ ساز دوسرے شخص کے ویڈیو کو نشان زد (فلیگ) کرنے، اور ان کو رسمی طور پر ہٹانے (ٹیک ڈاؤن) کی اطلاع جاری کرنے کی ہدایت دیتے ہیں۔

اگر آپ کو ان ٹیک ڈاؤن اطلاعات میں سے ایک بھی حاصل ہوتی ہے، تو آپ کا اکاؤنٹ بند ہو جاتا ہے، جب تک آپ " کاپی رائٹ اسکول " (جس میں قانونی اور غیر قانونی سے متعلق سوال و جواب کیا جاتا ہے) نہیں جاتے۔ اگر کاپی رائٹ اسکول آپ سے مطمئن ہو جاتا ہے تو آپ دوبارہ اپنے اکاؤنٹ کو چالو کر سکتے ہیں۔ لیکن جب تک قانونی خدشہ ٹل نہیں جاتا تب تک آپ محدود خصوصی اختیار

پر کام کرتے ہیں۔ اصل میں اگر آپ کو اطلاع ملتی ہے اور تین سماعت کے بعد آپ بچاؤ نہیں کر پاتے ہیں تو آپ کا اکاؤنٹ منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ جب آپ پہلی سماعت کے لئے جاتے ہیں تو آپ اس پوائنٹ پر اپنے نوٹس کے ساتھ ٹیکڈاؤن نوٹس کی مخالفت کر سکتے ہیں، جو اصل میں دیگر پارٹی کے لئے ایک رسمی قانونی نوٹس ہے۔ اس وقت، وہ آپ کو عدالت میں لا سکتے ہیں کیونکہ آپ نے اپنی مبینہ ملکیت کو ہٹانے سے انکار کر دیا ہے۔

مجھے جس مسئلہ کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ یہ تھا کہ سینکڑوں مواد فراہم کنندگان نے یہ طے کیا کہ مواد میں کسی بھی طرح کی یکسانیت، ان کے حقوق کی خلاف ورزی ہے، بھلےہی مواد پہلے سے ہی پبلک ڈومین میں موجود ہے (اس معاملے کی طرح جب حکومت کے ویڈیوگرافر کچھ فلماتے ہیں، اور دیگر نیٹورک بھی اسی کو فلمانے کا کام کرتا ہے)۔ زیادہ تر معاملوں میں جہاں مجھے ٹیک ڈاؤن نوٹس حاصل ہوا تھا، موادساز ان سامان کی ملکیت کو لےکر غلط تھے، یا ان مواد کو استعمال کرنے کے لئے، وہ حکومت کو دائمی لائسنس فراہم کر دئے تھے۔ دوسرے الفاظ میں کہا جائے تو یہ کام یو۔ ایس۔ حکومت کے تھے۔

پہلے کے کچھ سالوں میں جب میں نے ویڈیو پوسٹ کرنا شروع کیا تو ان غلط دعووں سے نمٹنے میں کافی وقت لگایا۔ سال 2011 تک، میں نے 5،900 ویڈیو پر 325 کنٹینٹ آئی۔ ڈی والے دعووں کو سخت جواب دے چکا تھا۔ ان میں سے صرف دو ویڈیو میں، اصل میں کاپی رائٹ کی خلاف ورزی تھی : تھائی لینڈ کے بارے میں ایک 1927 خاموش فلم، اور 1940 ٹائم، انک۔ کی فلم جو دستاویزوں میں ڈونر پابندی (ڈونر ریسٹرکشن) کے ساتھ جمع کی گئی تھی۔ باقی تمام صاف اور واضح تھے۔ میں نے اس سے متعلق اپنے نتائج کو لکھا اور ان کو متحدہ ریاست کے محافظ دستاویزات، ڈیوڈ فیریرو کو بھیج دیا۔

سال 2011 سے، چینل ٹیک ڈاؤن فرنٹ پر کافی خاموش تھا، حالانکہ چینل کے ان ویڈیو نے لاکھوں تبصرے حاصل کر لئے ہیں۔ ہمیں سال 2014 میں، باب ہوپ کرسمس اسپیشل پر ہمیں کافی پریشانی ہوئی تھی۔ ہوپ کی ویڈیو کمپنی کو چلانے والے پروڈیوسرکے انتقال کے بعد، اس کے ناظم نے ہمیں کافی تنگ کیا اور ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ حکومت کو، باب ہوپ کرسمس اسپیشل کا استعمال کرنے کے لئے، صرف محدود حق حاصل ہے، اگرچہ یہ بڑی حکومت کے اخراجات پر ویتنام میں آرمی بیس پر تیار کی گئی تھی۔ مجھے حکومت کے ساتھ ہوئے ان ابتدائی معاہدے نہیں ملے، اس لئے میں نے ویڈیو ہٹا دیا۔

چونکہ میں نے یہ چینل سال 2007 میں تیار کیا تھا، اس کے بعد لوگوں نے FedFlix کو دیکھنے میں کل 207،066،021 منٹ گزارے ہیں۔ یہ دیکھنے کے 394 سال کے برابرہے، ان کے پرانے ویڈیو زکے لئے برا نہیں تھا جو ابتک تجوری میں پڑے پڑے دھول چاٹ رہے تھے۔

میرے آنسووں کے جزیرے پر (مائی آئی لینڈ آف ٹیئرس)

دسمبر میں دوبارہ کاپی رائٹ اسکول میں بھیجا گیا نوٹس ایک تعجب خیز بات تھی۔ اس بار ہمیں چارلس گوگینہیم کے ذریعے بنائی گئی فلم " آئی لینڈ آف ہوپ، آئی لینڈ آف ٹیئرس " کو ہٹانے کے لئے رسمی طور پر ٹیک ڈاؤن نوٹس ملا تھا۔ ایلس آئیلیند کی یہ خوبصورت کہانی، ان کی متحدہ ریاست مریکہ میں جلاوطنی کی ہے جسے زین ہیکمین نے سنایا ہے اور اس کو نیشنل پارک سروس کے ذریعے دکھایا گیا تھا۔ جب مجھے نیشنل ٹیکنیکل انفارمیشن سروس نے ایک ویڈیوٹیپ ڈجیٹائز

کرنے کے لئے دیا تھا، تو میں نے اس کو سال 2008 میں آن لائن کر دیا تھا۔ اس کو ابتک 80،000 ویوز حاصل ہوئے تھے۔ نیشنل پارک سروس نے اس فلم کے بارے میں ایک پیج بھی لکھا ہے جس میں، میرے ذریعے انٹرنیٹ آرکائیو پر ڈالی گئی کاپی کو نشان زد کیا گیا ہے۔ ایسا اس لئے کیا گیا تھا تاکہ استاد اس کو اپنی کلاسز میں شامل کر سکیں۔

ٹیکڈاؤن نوٹس واشنگٹن کی ایک اعلیٰ درجے کی خاتون کی طرف سے آیا تھا، جو پروڈیوسر کی بیٹی تھی اور اپنے والد کی موت کے بعد ان کی کمپنی چلا رہی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کی ادنیٰ کاپی آن لائن کرکے ہم اس کام کے معیار کو نیچے لا رہے ہیں، جس کو صرف تھیٹر میں، صرف نیشنل پارک سروس کے ذریعے ہی دکھایا جانا چاہئیے تھا۔ اور اس نے مجھ پر الزام لگایا کہ میں نے نیشنل پارک سروس سے پیسے لےکر اس کو مفت کے لئے آن لائن پر ڈال دیا ہے۔

میں نے کلوزنگ کریڈٹس کو بہت توجہ سے پڑھا، جس میں کہا گیا تھا کہ اس کے پروڈیوسر اور ڈائریکٹر گوگینہیم ہے اور اس کی " پیش کش " نیشنل پارک سروس کی طرف سے کی گئی تھی۔ میں نے کاپی رائٹ اسکول کی ہدایت پر عمل کیا اور پورا ویڈیو یو ٹیوب اور انٹرنیٹ آرکائیو سے ہٹا لیا اور اپنی غلط فہمی کے لئے معافی مانگی۔ لیکن میں اس کو لےکر بہت پریشان رہا۔

میں نے دیکھا کہ گوگینہیم پروڈکشنس، ایمیزون پر اس ویڈیو کو فروخت کر رہا تھا، اس لئے میں نے خود اس کی ایک کاپی منگوائی اور اس کو نیشنل آرکائیو میں ڈیوڈ فریرو کو بھیج دیا۔ انھوں نے شاید اس کو موشن پکچر ڈویژن کو بھیجا، کیونکہ تقریباً ایک ہفتہ کے بعد مجھے سینئر محافظ دستاویزات سے ایک نوٹ ملا۔ انھوں نے، نیشنل پارک سروس اور فلم ڈائریکٹر کے درمیان ہوئے کانٹریکٹ کی ایک کاپی منسلک کی جس میں صاف لکھا تھا کہ یہ کام محنتانہ دےکر کرایا گیا ہے، اس لئے فلم ڈائریکٹر کا "اس کام پر کوئی حق نہیں ہوگا۔ "صرف اتناہی نہیں، جیسا کہ میں جانتا ہوں، اس فلم کو بنانے کے لئے فلمساز کو ٹیکسپیئر فنڈ سے 325،000 $ دئے گئے تھے اور، اس فلم کو بنانے میں مدد کے طور پر اس کو امریکن ایکسپریس سے بھی ایک تحفہ موصول ہوا تھا۔ وہ اس کو ایمیزون پر فروخت کر رہے تھے اور وہ اس پر کاپی رائٹ کا پر زور دعویٰ کر رہے تھے اور اس سے حاصل آمدنی کو ہضم کر رہے تھے۔

دوسرے الفاظ میں، انھوں نے مجھے جو ٹیکڈاؤن نوٹس بھیجا تھا وہ کالعدم اور باطل تھا۔ اس پر کوئی کاپی رائٹ نہیں تھا۔ یو ٹیوب کے ذریعے ان کے ابتدائی ٹیکڈاؤن قبول کرنے سے پہلے فلمساز نے پینلٹی آف پیرجوری کے تحت حلف میں کہا کہ فلم کے اصل مالک وہی تھے۔ انھوں نے حلف لیا کہ اگر انہوں نے جھوٹا ٹیکڈاؤن نوٹس بھیجا، تو ان کے خلاف قانونی کاروائی کی جا سکتی ہے۔ یہ دعویٰ کرنے کے لئے کہ میں ان کاپی رائٹ کی خلاف ورزیکر رہا ہوں ان کو پانچ چیک بکس کی تفتیش کرنی پڑی تھی۔ وہ احمقانہ کام کر رہے تھے اور وہ مجھے مجرم بتاکر میرے لئے کئی مسائل کی وجہ بنے، جو مجھے بالکل اچھا نہیں لگا۔

مجھے اس معاہدہ کو فروخت کرنے کے علاوہ نیشنل آرکائیوز نے کہا کہ وہ مجھے ایک ہائی ڈفینیشن ویڈیو فائل بھیجیں گے۔ میں نے یو ٹیوب اور انٹرنیٹ آرکائیو کی مدد لی، انٹر نیٹ پر دوبارہ گیا، ایمیزون ڈی وی ڈی لی اور اس کو پوسٹ کیا۔ نیشنل آرکائیو سے آنے والا ڈسک ڈرائیو 163 کی فائل گیگابائٹ کی تھی اور ویڈیو 28 منٹ کا تھا۔ یہ ویڈیو کافی اچّھے معیار کا تھا۔ میں نے اس کو پوسٹ کر دیا۔ میں نے انکمپریسڈ ہائی ڈفینیشن ویڈیو سے 276 اسٹل تصویروں کو نکالا اور ان کو کاپی رائٹ فری اسٹاک فوٹیج کے طور پر، فلکر پر پوسٹ کیا۔ جس نے نیشنل آرکائیو کے اسٹاف کو

مواد کے نئے اور دلچسپ استعمال کے طور پر متاثر کیا۔ میں مسلسل نیشنل آرکائیو کے ساتھ کام کر رہا ہوں، جنہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھے ایسے اور حوالہ پرنٹس دستیاب کرائیں‌گے، جو انہوں نے فلموں سے ڈجیٹلائز کئے ہیں۔

بہت سے لوگ سوچتے ہیں کہ کاپی رائٹ ایک پرانا مسئلہ ہے، ایک بائنری مسئلہ ہے، جس میں مواد کو استعمال کر کے لوگ، مواد کے "مالک "کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ جھوٹے کاپی رائٹ کے دعویٰ کو جھوٹا ثابت کرتے ہوئے ایسے تجربات نے مجھے سکھایا ہے کہ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو ایسے کنٹینٹ پر دعویٰ کرتے ہیں، جو ان کا نہیں ہوتا ہے۔ ان کے ذریعے کئے گئے مالکانہ دعوے ان کے لئے اہم ہے، ا لیکن یسے دعووں کی تفتیش کی جانی چاہئیے، خصوصی طور پر اس جگہ پر جہاں اس بات کا پختہ ثبوت ہوتا ہے کہ یہ متعلقہ کام حکومت کا کام ہے۔

دی ایکسیڈنٹل کانگریشنل ویڈیو آرکائیو

اصل میں میں فیڈفلکس میں الجھ گیا۔ میرا پہلا ویڈیو انٹریسٹ، کانگریشنل ہیئرنگس میں تھا۔ جان پوڈیسٹا کے ساتھ کام کرتے ہوئے میں نے ایک پلان تیار کرنے میں دو سال لگائے، جس کو میں نے " Eye-Span " کہا۔ یہ تمام کانگریشنل ہیئرنگس کو بروڈکاسٹ کوالٹی ویڈیو کو آن لائن کرنے کی ایک کوشش تھی۔ میں نے اسپیکر نینسی پیلوسی کو ایک رپورٹ بھیجی، اس میں بہت سی باتوں پر زور دیا اور جس کی وجہ سے بعد میں کانگریشنل اسٹاف کے ساتھ متعدد اجلاس ہوئے۔

سال 2010 میں میں نے کانگریس کی آنے والی ریپبلکن اکثریت سے بات کی کہ وہ مجھے کانگریشنل ویڈیو کو آن لائن کرنے میں میری مدد کریں۔ اپنے میعاد عہد کے پہلے دن ہی اسپیکر جان باہینر نے مجھے ایک خط بھیجا جس میں مجھ سے کہا گیا کہ میں ہاؤس آورسائٹ کمیٹی کو، ان کی پورے آرکائیو کو آن لائن کرنے میں مدد کریں۔ سماعت ختم ہونے کے فوراً بعد، سماعت اور ٹرانسکرپٹس مجھے ملنے لگے اور میں نے ان کو صرف اتناہی نہیں سکھایا کہ اعلیٰ معیار کے ویڈیوز کو کیسے کئی مقام پر ایک ساتھ پوسٹ کیا جائے، بلکہ سننے میں نااہل لوگوں کے لئے، کیسے کلوزڈ کیپشننگ جوڑنا ہے وہ بھی ان کو سکھایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس تمام موجودہ سماعت کا اعلی معیار کا فیڈ تھا، ایسا ہاؤس میں پہلی بار ہو رہا تھا۔

ہاؤس کے ساتھ ہوئے میرے معاہدے نے مجھے ہاؤس آورسائٹ کمیٹی کے آرکائیو لینے کی اجازت دی لیکن جب میں ہاؤس بروڈکاسٹ اسٹوڈیو گیا اور ان سے مدد مانگی تو انہوں نے کہا کہ وہ دیگر سنجیدہ چیزوں میں مصروف ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میں ہی خود ان ڈاٹا کو کاپی کر لوں‌گا تو انہوں نے کہا کہ یہ تمام ایک پیشہ ور فارمیٹ میں ہیں جس کو میں غالباً ہینڈل نہیں کر سکتا۔ میری طرف سے تھوڑی بہت خوشامد کرنے کے بعد (اور کمیٹی چیئر مین کی طرف سے ان کو ایک فون کال آنے کے بعد) انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ ایک ٹیسٹ ڈسک بھیجیں‌گے، یہ جاننے کے لئے کہ کیا میں اس کو پڑھ سکتا ہوں، یا نہیں۔ جب بات ایک ویڈیو کی ہو تو میں اتنا گنوار بھی نہیں ہوں کہ ان کی ڈسکس پڑھ بھی نہ سکوں۔

آگے جو ہوا وہ بہت چونکانے والا تھا۔ ہاؤس براڈکاسٹ نے مجھے ایک بائنڈر، فیڈرر ایکسپریس سے بھیجا جس میں پچاس بلو-رے ڈی وی ڈی ڈسک تھے۔ میں نے اس کو کھولا اور اس کو دیکھا۔ اس میں مجھے نہ صرف وہ ڈاٹا ملے جو مجھے ہاؤس آورسائٹ کے لئے چاہئیے تھا، بلکہ اس میں 600 سے زیادہ گھنٹے کے بروڈکاسٹ کوالٹی ویڈیو تھے جو تمام کمیٹیوں کے ڈاٹا تھے۔

میں فوراً ہی چھے بلو-رے ریڈرس خرید لایا اور ان کو اپنے میک ڈیسک ٹوپ پر لگا دیا۔ ایک ہی وقت میں، ڈاٹا کو چھے ڈسک میں کاپی کیا اور اس کو اسی رات کورئیر سے بائنڈر کو واشنگٹن بھیج دیا۔ اگلے دن میں نے ان کو دوبارہ کال کیا، اس کو شکریہ کہا اور ان سے یوں ہی پوچھا کہ کیا ان کے پاس اس طرح کی اور بھی چیزیں ہیں۔ " ضرور، ہمارے پاس ایسی چیزوں کی کثرت ہے۔ کیا آپ ایک اور چاہتے ہیں؟ " اس لئے، انہوں نے مجھے ایک اور بائنڈر بھیج دیا۔

پوری گرمی کے سیزن میں وہ مجھے زیادہسے زیادہ بائنڈرس بھیجتے رہے۔ میں ان کو کاپی کرتا اور ان کو واپس بھیج دیتا تھا۔ جب وہ مکمل ہو گئے تو میں نے واشنگٹن کے لئے ٹکٹ خریدا اور ان سے پوچھا کہ ان کے پاس کوئی اور کام بھی ہے۔ معلوم ہوا ان کے پاس بہت سارے ڈسکس ڈرائیو تھے، جو اوزاروں کے ریک کے پیچھے پڑے ہوئے تھے، اس لئے میں نے فیڈیکس اسٹور سے پیکنگ ٹیپ کے صندوقیں خریدی اور ان کو ریبرن بلڈنگ کےگراؤنڈ فلور پر لایا اور ان کو شپنگ کے لئے پیک کر دیا۔

اس موسم گرما کے آخر تک، میرے پاس کانگریشنل ہیئرنگ کے 14،000 گھنٹے کا ویڈیو تھا۔ آگے کی اسکیموں پر گفتگو کرنے کے لئے میرا اجلاس اسپیکر کے جنرل کاؤنسل سے ہوا۔ میں نے کانگریس کو، 2.4 گیگابائٹ کی لائن سے، کیپیٹول کے بیسمینٹ سے سی-اسپین کے باہر تک، اور پھر اس کو انٹرنیٹ 2 کے بیکبون تک اس کو جوڑنے کی تجویز پیش کی۔ ایسا کرنے سے کانگریس کی کاروائی کو، 48 متوازی سماعتوں کے براڈکاسٹ کوالٹی ویڈیو، ایک ساتھ پورے ملک میں دیکھنے کے لئے لائیو اسٹریم ہو پائےگا۔ ساتھ ہی ساتھ، ایسا کرنے سے انٹرنیٹ آرکائیو، یوٹیوب، اور مقامی نیوز اسٹیشنس اور دیگر وسائل کے ذریعے، کانگریس کی کاروائی دیکھی جا سکےگی۔

میں نے، ڈیڈکیٹیڈ ہارڈویئر انکوڈرس اور اتھرنیٹ سوئچ پر، 42،000 $ خرچ کئے جو دوسری چیزوں پر خرچ کرنے کے لئے تھے۔ ان سبھی کو ایک ریک میں لگا دیا اور میں نے، اس سیٹ-اپ کے فوٹوگراف کو اپنے ساتھ لے گیا۔ میں نے ان کو بتایا کہ اس کے لئے حکومت کو کچھ بھی خرچ نہیں کرنا پڑےگا، کیوں کہ ہارڈویئر پہلے سے دستیاب ہیں، اور صرف 90 دنوں میں اس پورے کام کو انجام دیا جا سکتا ہے جو استعمال کے لئے تیار ہے۔

ہم، اقوام متحدہ کیپیٹول کے بیسمینٹ اس مقام کو بھی صحیح سے جانتے تھے جہاں سے ہم، ہاؤس براڈکاسٹ اسٹوڈیو سے آنے والے فائبر ویڈیو فیڈس کو، جوڑ سکتے تھے۔ ہماری میٹنگ ستمبر، 2011 میں ہوئی، اور میں نے وہاں کے اسٹاف کو کہا کہ ہم جنوری 2012 تک، جب کانگریس کا دوسرے سیشن کی ابتدا ہوگی، اس کو شروع کر دیںگے، اور اس سے ان کے مکھیا کی توانا قیادت میں، ترقی کا ایک نئے زمانے کا آغاز ہوگا۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر وہ امریکہ کے نیوزرومس میں براہ راست ہائی ریجولیوشن ویڈیو لا سکے تو ان کو، ملک کے ہرایک مقامی ٹی وی اسٹیشنوں پر بلایا جائےگا۔ میں نے اس کو پبلک پرائیویٹ شراکت داری کا کام کہا جو سبھی کے لئے فائدہ مند تھا۔

جب میں آفس میں تھا، تو میں نے الگ سے اسپیکر کے اسٹاف کو یہ کہا کہ ہاؤس براڈکاسٹ اسٹوڈیو نے مجھے غلطی سے کانگریس کے تمام دستاویز بھیج دئے ہیں۔ ان کو تعجب ہوا کیونکہ انہوں نے سوچا تھا کہ میں ایک ہی کمیٹی کے اوپر کام کر رہا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ چونکہ اس موضوع پر ہمارے درمیان کوئی رسمی معاہدہ نہیں ہے اور یہ سرکاری کام ہے جو پبلک ڈومین کا ہے، اس لئے اگر میں اس ڈاٹا کو پوسٹ کر دوں، تو شاید کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔ میں نے انھیں، اس ریک

کی فوٹوگراف دی جو میں نے ان کے لئے بنائی تھی اور ساتھ میں سسٹم سے متعلق تفصیلی چارٹس اور ٹیبلس بھی دئے۔

اس طرح کا کام ایک دلچسپ موضوع ہے۔ لائبیریری آف کانگریس میں تفصیلی (اور مہنگی) آڈیو ویڈیو سہولت ہے جو ورجنیا میں واقع ہے۔ براڈکاسٹ اسٹوڈیو اور انتظامی نظام میں کئی ملازم کام کرتے ہیں۔ لائبریری ملازمین نے اس بات کو کافی سنجیدگی سے لیا اور کہا کہ یہ سب ان کا کام ہے اور آخرکار وہ خود اس کو کبھی نہ کبھی کروائیں گے۔ یا وہ اصل میں جب اس کو کرنا شروع کر دیں گے تو کام بہت بہترین ہوگا۔ کسی بھی صورت میں یہ تو واضح تھا کہ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ میں یہ کام کروں۔

انہوں نے مجھے اس کام سے مکمل طورپر دور کر دیا۔ ہاؤس ایڈمنسٹریشن کی کمیٹی کے چیئر مین، کانگریسمین لونگرین نے ایک حکم جاری کیا کہ مجھے اور کوئی ڈاٹا نہ دی جائے۔ لائبریری نے ایک کافی نچلی سطح کے بریندوڈتھ کی اسٹریمنگ سولیوشن قائم کیا اور اس بات کا خاص خیال رکھا کہ پورے آرکائیو کو عوامی طور پر دستیاب نہ کرائیں۔ وہ جو پہلے کر رہے تھے اس سے تو یہ اچھا تھا لیکن یہ کچھ زیادہ نہیں تھا اور اصل میں کافی خراب تھا۔ میرے پاس کوئی کام نہیں تھا اور کچھ ہارڈویئر میں پیسے پھنسے تھے، جو چھ سال کے بعد، لوکل ڈمپ پر ای-سائکلنگ کے لئے دے دیا تھا۔ یہ ایک بھاری نقصان تھا۔

سب سے خوبصورت پل وہ تھا، جب میں ہاؤس ایڈمنسٹریشن پر کمیٹی کے وکیلوں سے مل رہا تھا۔ انہوں نے ایک کاغذ نکالا، ایک اقرارنامہ کا، جس کے مطابق مجھے یہ اجازت تھی کہ جو ڈاٹا پہلے سے میرے پاس ہے میں اس کا استعمال کر سکتا تھا، بشرطیکہ کمیٹیوں کے ویڈیو ریلیز کرنے سے پہلے، میرے پاس ہرایک کمیٹی کے چیئر مین کی اجازت ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ میں اس اقرارنامہ پر دستخط کروں لیکن میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

میرا 14،000 گھنٹے کا ویڈیو اب انٹرنیٹ آرکائیو پر تھا اور میں یہ ویڈیو کبھی بھی دیکھ سکتا تھا اور اس کے ذریعے مجھے 6،390 سننے کے لئے میٹاڈاٹا بھی مل گیا۔ میں نے ہاؤس کے ساتھ کئے گئے سارے ای میل اور خط وکتابت، ساتھ ہی وہ بیوقوفی والا اقرارنامہ بھی جس پر میں نےدستخط نہیں کیا تھا، ان سب کو انٹرنیٹ پر پوسٹ کر دیا۔

ہمارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے عدالتوں نے ایف۔ بی۔ آئی (FBI) کو بلایا

ویڈیو پر کام کرنا دلچسپ تھا، لیکن یہ میرا اہم مقصد نہیں تھا۔ مجھے قانون کے مطالعہ پر توجہ مرکوز کرنا تھا۔ قانون کے مطالعہ سے مجھے شہری مزاحمت کی تاریخ سے متعلق بہت سی معلومات ملی۔ میں نے مقدمہ کا آغاز قانون سے کیا۔ میں، ہارورڈ کے پروفیسر لیری لیسگ کے ساتھ کام کرتے ہوئے، فروخت کنندہ سے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے کورٹ آف اپیل کے، تمام پرانے معاملوں کو خریدا اور ان کو انٹر نیٹ پر ڈال دیا۔ ان معاملوں کو انٹر نیٹ پر ڈالنے میں ہمارے 600،000 $ خرچ ہوئے۔ لیکن پہلی بار لوگوں کو یہ سہولت ملی کہ وہ بنا کسی خرچ کے، انٹر نیٹ پر دستیاب ان خیالات تک پہنچ سکتے تھے۔ یہ انمول تھا۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے کورٹ آف اپیل کے بعد، میں نے امریکہ کی ضلع عدالتوں پر توجہ دی جو " پیسر " (پبلک ایکسیس ٹو کورٹ الیکٹرونک رکارڈس) نام سے ایک سسٹم چلاتے تھے۔ جس

کی مدد سے مختصر، رائے، ڈوکیٹس اور دیگر مواد تک رسائی ہو سکتی تھی، لیکن اس کے لئے فی پیج 8 سینٹس دینے پڑتے تھے (آج کل فی پیج کے لئے 10 سینٹس بھی دینے پڑ سکتے ہیں)۔ یہ واقعی میں مجھے بہت بےتکا لگا، اس لئے میں نے،" پیسر کے بارے میں اکثر پوچھے جانے والے سوالات "کے وسیع سیٹ کے اوپر، پیسر ڈوکس کا اعادہ (ریسائکل) کرنے کے لئے ایک سسٹم بنایا۔ یہ سسٹم کئی تکنیکی اور اقتصادی خامیوں سے گزرا۔

یہ سال 2008 کی بات ہے، ایک بار اچانک میرا فون بجا۔ لائن پر ایم۔ آئی۔ ٹی (MIT) سے ایک طالب علم اسٹیو شلٹج اور اس کا دوست آرون سوارٹج تھا۔ میں، آرون کو اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ 12 سال کا تھا۔ وہ لیری لیسنگ کا شاگرد تھا اور جو فرم (انڈسٹری) ملن (گیٹ ٹوگیدر) تقریب میں اکثر آتا تھا۔ آرون نے میرے ساتھ آئی۔ آر۔ ایس (IRS) جیسے کئی معاملات پر کام کیا تھا۔ اس نے، میری سابقہ بیوی ریبیکا مالاموڈ کے ساتھ بھی کام کیا تھا جب وہ انٹرنیٹ ارکائیو کے لئے اوپین لائبرری سسٹم چلاتی تھی۔

آرون کو میرا ایف۔ اے۔ کیوں (FAQ) کافی پسند آیا اور اس نے بڑے پیمانے پر اعادہ یا تبدیلی نو کے لئے، لائبریری کا استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسٹیو نے ایک معمولی پیسر کراولر (crawler) لکھا تھا اور آرون نے اس کا استعمال کرنا چاہا۔ عدالتوں نے، پورے ملک کے خاص 20 کتب خانوں میں، صرف ایک تجرباتی خدمات قائم کی تھی، یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا " معمولی " لوگ پیسر کا استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک طرح سے کانگریسنل کے افسروں کے بےشمار دباؤ کے سامنے، عدالت کے ذریعے تھوڑا جھکنے جیسا تھا۔ کانگریس یہ جاننا چاہتی تھی کہ کیوں ان کو، پیسر کے بارے میں اتنے خطوط حاصل ہو رہے ہیں۔ اعدالتوں کا خیال تھا کہ 2 سالہ پائلٹ تحقیقات ایک مستحکم عمل ہوسکتا ہے

آرون نے اسٹیو کا کوڈ لیا اور ایک بڑا کراولر لکھ ڈالا۔ انہوں نے دیکھا کہ لائبریری سسٹم تک رسائی (ایکسیس) کے حقوق کو چیک کرنے کے طریقہ کار، ' کوکی ' پر مبنی ہے۔ جس کا معنی یہ تھا کہ جب، ہفتہ کے آغاز میں، ایک بار لائبریرئن سسٹم پر لاگ ان کرتا ہے تب اس کے بعدکوئی بھی ایک ہفتہ تک بیٹھکر، مفت میں پیسر کا استعمال کر سکتا ہے۔ میں اس کو صحیح سے سمجھ نہیں پایا ہوں کہ آرون نے یہاں کیا کیا تھا، لیکن مجھے ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے، ہفتہ میں ایک بار، سیکرامینٹو لائبریری کو ایک جگری دوست کو بھیجا اور اس نے وہاں کی کوکی "cookie" کو کاپی کیا اور اس کوکی کو، آرون کو ای میل سے بھیج دیا۔ کسی بھی صورت میں یہ کوکی، جو ایک ہفتہ کے لئے جائز ہے، جس کی مدد سے وہ اس سسٹم کو پورا ہفتہ کے لئے، کراول کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

کچھ مہینے کے بعد، مجھے آرون کی طرف سے ایک نوٹ ملا، جس میں اس نے کہا کہ اس کے پاس کچھ ڈاٹا ہے، اور کیا وہ میرے سرور پر لاگ ان کر سکتا ہے۔ میں عام طور پر ایسا حق کسی کو نہیں دیتا، اصل میں میں نے اپنے سسٹم پر۔ کسی کو بھی کوئی گیسٹ اکاؤنٹ نہیں دیا تھا۔ لیکن آرون کچھ خاص تھا اور اس لئے میں نے اس کو ایک اکاؤنٹ دے دیا۔ میں نے اس کے بارے میں زیادہ غور بھی نہیں کیا۔ پھر غالباً ایک ماہ کے بعد ہم نے دیکھا کہ اس نے اس پر تقریبا 900 گیگابائٹ ڈاٹا اپلوڈ کیا ہے۔ یہ بہت زیادہ تھا۔ لیکن وہ ایک ہوشیار لڑکا تھا، اس لئے مجھے اس پر تعجب نہیں ہوا۔ میں نے اس کو اپنے دل میں رکھ لیا لیکن اس پر دوبارہ نہیں سوچا کیونکہ ہمارے پاس کافی ڈسک اسپیس تھا۔

پھر فون بجا۔ آرون لائن پر تھا۔ حکومت نے یکایک تجرباتی لائبریری سسٹم کو بند کر دیا ہے اور نوٹس جاری کیا ہے کہ ان کے سسٹم پر حملہ ہو گیا ہے، اور انہوں نے ایف۔ بی۔ آئی کو کال کیا۔ انہوں نے 20 لائبریریوں کے مکمل استعمال کو روک دیا ہے۔ وہ بات کر رہے تھے کہ ان کے سسٹم کو ' ہیک ' کیا گیا ہے، جو ایک سنگین معاملہ تھا۔

...

پھر دو واقعات رونما ہوئے۔ سب سے پہلے، میں وکیل کے پاس گیا اور آرون کو بھی وکیل ڈھونڈنے کو کہا۔ جو ہوا ہم نے اسے غور سے دیکھا، اور آخرکار میری رائے تھی کہ ہم نے کچھ بھی غلط نہیں کیا ہے۔ ہم نے کسی بھی معاہدہ یا خدمات شرائط کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔ ہاں، یہ ضرور تھا کہ عدالتوں نے کسی شخص سے امید نہیں کی تھی کہ وہ پبلک ٹرمینل سے 900 گیگابائٹ ڈاٹا حاصل کر لےگا۔ لیکن جیسا کہ میں نے ایف۔ بی۔ آئی کو کہا تھا کہ "کسی نوکرشاہ کو حیرت میں ڈالنا کوئی جرم نہیں ہے۔ " یہ پبلک ڈاٹا ہے اور ہم نے اس کو پبلک کو دی گئی سہولت سے ہی حاصل کیا ہے۔ ہم بےقصور ہیں۔

دوسری بات یہ تھی کہ اب میں نے رازداری کی خلاف ورزی (پرائویسی وائلیشنس) کے لئے ان ڈاٹا کو باریک نظر وں سے دیکھنا شروع کر دیا۔ مجھے اس میں ہزاروں دستاویز ایسے ملے جو، کورٹ کے اصولوں کے خلاف، ذاتی اطلاعات کو ظاہر کر رہے تھے، جیسے کہ سماجی تحفظ نمبر، چھوٹے بچّوں کے نام، خفیہ اطلاعات دینے والے کے نام، قانون کے افسروں کے گھر کے پتے، طب سے متعلق ذاتی حالت کی تفصیل وغیرہ، جس کو ہرگز ظاہر نہیں کیا جانا چاہئیے تھا۔

اس کام کو کرنے میں مجھے دو ماہ لگے۔ آڈٹ کے نتائج لکھے گئے اور ایک تصدیق شدہ (سرٹیفائڈ) خط، 32 ضلعوں کے ہر ایک چیف جسٹس کو بھیجے گئے۔ انہوں نے شروع میں آڈٹ کو نظرانداز کر دیا تھا، لیکن میں ان کو یہ بار بار بھیجتا رہا، اور تیسری بار جب میں نے ان کو وہ نوٹس بھیجا، تو ان پر میں نے لال سیاہی میں " تیسری اور آخری نوٹس " مہربند کر دیا تھا۔ میں نے ریاست ہائے متحدہ ا مریکہ ضلع کے چیف جسٹس کو ایک گستاخی بھرا خط بھیجا تھا، لیکن پھر بھی ان کا دھیان اس طرف نہیں گیا۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ سینیٹ نے اس نوٹس کو سنجیدگی سے لیا اور انہوں نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے عدالتی کانفرنس کو، تیکھے الفاظ میں لکھا گیا ایک خط بھیجا۔ کورٹ نے، اپنی رازداری کے طریقوں (پرائویسی پریکٹسیز) میں کچھ ہلکی تبدیلی کئے، لیکن ہاں، کچھ ججوں نے اس معاملے کو سنجیدگی سے لیا، جس کا سہرا انہی کو جاتا ہے۔ حالانکہ اس سے ہمیں کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔ مفت رسائی (فری ایکسیس) پائلٹ کا استعمال معطل رہا۔ عدالتوں نے، ان کے مقدموں کی فائل دیکھنے کی اپنی شرح بڑھا دی۔

ایف۔ بی۔ آئی۔ نے آرون کے گھر پر نگرانی رکھی اور اس سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے بات کرنے سے انکار کر دیا۔ بعد میں ایف۔ بی۔ آئی۔ نے، عدالتوں کو کہا کہ ہم نے کچھ غلط نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد، نیویارک ٹائمس میں مضمون شائع ہونے کے بعد، عدالت نے ایف۔ بی۔ آئی کو بلایا اور اس معاملہ پر نظرثانی کرنے کو کہا۔ پھر بھی کچھ نہیں ملا، اور ایف۔ بی۔ آئی نے عدالتوں کو اس معاملہ کو یہیں پر چھوڑ دینے کی گزارش کی۔

...

یہ بات تب کی تھی جب سے میں نے سول نافرمانی (civil resistance) کا سنجیدگی سے مطالعہ کرنا شروع کیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ہم ان خطرات کا سامنا نہیں کر رہے تھے جن خطرات کا مہاتماگاندھی اور مارٹن لوتھر کنگ نے سامنا کیا تھا۔ مجھے کسی بھی قانونی افسر یا احتیاطی کمیٹی کے ممبر سے خطرہ نہیں تھا کہ وہ مجھے جسمانی نقصان پہنچائیں‌گے۔ قانونی ٹیکسٹ کو ایکسیس کرنا، سماجی انصاف پانے کی لڑائی کے مقابلے میں، ایک چھوٹی سی جدو جہد تھی۔ یہ عوام کے لئے آزادی کی لڑائی لڑنے کی طرح نہیں تھی۔

لیکن ہماری کوشش، سسٹم کے انداز کو بدلنا تھا، اور ہم یہ جانتے تھے کہ ہم ان لوگوں سے بہت کچھ سیکھ سکتے تھے، جو ہم سے پہلے مختلف جدو جہد سے گزر چکے ہیں۔ ساتھ ہی، میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ سماج میں موثر تبدیلیوں کو کیسے عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ اپنے سر کو دیوار پر مارنے سے، یا پون چکّی کو جھکانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ میں اس بارے میں اور جاننا چاہتا تھا کہ پہلے ایسی تبدیلی کیسے لائی گئی تھی۔ میں یہ بھی جاننا چاہتا تھا کہ ہم اپنے حال کی شکایتوں میں نہ الجھکر، کیسے آنے والے وقت میں تبدیلی لا سکتے ہیں۔

میرا یہ مطالعہ، سال 2011 سے اور بھی زیادہ گہرا ہوتا چلا گیا۔ میں اب کیس لاء پر کام نہیں کر رہا تھا، اور قانون کے ذریعے ضروری تکنیکی معیارات پر توجہ مرکوز کرنا شروع کر دیا تھا۔ پرائیویٹ پارٹیاں سوچتی تھیں کہ ان قوانین پر ان کی ہی ملکیت ہے۔ وہ سوچتی تھیں کہ اس کے چلتے ان کی تنخواہ داؤ پر ہے۔ وہ سخت جدو جہد کرنے کو تیار تھیں۔ مجھ پر کبھی کوئی مقدمہ نہیں چلا، لیکن مجھے پتا تھا کہ کچھ غیرمنافع بخش اسٹینڈرڈ اداروں کو اس کی کافی فکر تھی اور وہ کسی بھی قیمت پر یہ تبدیلی چاہتے تھے۔

اس دوران کچھ ایسا ہوا کہ آرون کو حراست میں لے لیا گیا۔ اس نے جے۔ ایس ٹی۔ او۔ آر (JSTOR) سسٹم سے کئی اہم علمی مضامین ڈاؤن لوڈ کر لئے تھے۔ وہ ایسا ایم۔ آئی۔ ٹی (MIT) میں ہونے کی وجہ سے ہی کر سکا کیونکہ اس کو وہاں مہمان خصوصی اختیارات (گیسٹ پریولیز) حاصل تھا۔ ایم۔ آئی۔ ٹی نے پولس بلا لی جبکہ ایسی حالت میں، آرون جیسے نایاب طالب علم کے ساتھ جو کرنا چاہئیے تھا وہ یہ تھا کہ اس کو بلاکر سمجھانے کی کوشش کرنا۔ میں نے اپنے دوست جیف شلّر (Jeff Schiller) کو فون کیا جو ایم۔ آئی۔ ٹی نیٹ ورک کو چلاتا تھا، تب اس نے مجھے بتایا کہ اصل میں کیا ہوا تھا۔ یہ معاملہ اس کے دائرہء اختیار کے اندر نہیں آتا تھا کیوں کہ اب کوئی اور کام چلا رہا تھا، اور جب ایک بار پولس بلا لی گئی ہے تو، اب پیچھے جا پانا ممکن نہیں تھا۔

پولس نے اس کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے اٹارنی کو سونپ دیا، جو اس معاملہ کو ایک مثال کی طرح پیش کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے آرون پر 13 سنگین الزامات لگائے۔ ان الزامات کے ثابت ہونے پر، بھاری جرمانہ بھرنا پڑ سکتا تھا اور سالوں تک جیل میں رہنا پڑ سکتا تھا۔ مجھے آرون کے لئے سب سے بڑا خوف یہ لگ رہا تھا کہ اس کا ایسے جرائم کے لئے مجرم ثابت ہونے پر، اپنی رائے دہندگی کا حق وہ کھو دےگا۔ ایک اور نام نہاد ہیکر کی رہائی کے بعد، اس پر یہ عام شرط لگائی جاتی ہے کہ آپ آگے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔ اور یہ آرون جیسے شخص کے لئے سب سے تکلیف دہ اور دل دہلانے والی حالت ہوگی۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے وکیل اس معاملہ کو ا س کے انجام تک پہنچانے کے لئے پابند تھے، اور انہوں نے آرون کے وکیل

کو یہ اطلاع دی کہ وہ، آرون کو جیل کی سزا سے بچنے کے لئے، کسی بھی پلی بارگین کے سودے کے لئے تیار نہیں تھے۔

آرون کا جرم یہ تھا کہ اس نے بہت بڑی تعداد میں مضامین ڈاؤن لوڈ کئے تھے۔ جے۔ ایس۔ ٹی۔ او۔ آر (JSTOR) سروس پر، ڈاؤن لوڈنگ کی اجازت ہوتی ہے۔ کوئی بھی طالب علم کیمپس وائڈ سروس کے تحت، جے۔ ایس۔ ٹی۔او۔ آر جرنل کے مضامین پڑھ سکتا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ آرون یہ مضامین بڑی تیزی سے پڑھ رہا تھا۔ یہ سوچکر میں ابھی بھی چکرا جاتا ہوں کہ کیسے یہ، مبینہ طور پر جرم بن گیا۔

آرون نے یہ مضامین ابھی تک کہیں ریلیز نہیں کیا تھا، حالانکہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے وکیل کو یہ پورا یقین تھا کہ یہ تو ہونے ہی والا ہے۔ مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا۔ جب آرون نے پیسر ڈوکس ڈاؤن لوڈ کیا تھا تو اس نے مجھے دیا تھا، ان کو اسکرب کرکے ریلیز کرنے کے لئے۔ وہ سرور نہیں چلاتا تھا، اس لئے وہ، میرے اور بروسٹر جیسے لوگوں پر منحصر کرتا تھا۔ اس نے ابتک، جے۔ ایس۔ ٹی۔ او۔ آر (JSTOR) کے ڈاٹا ریلیز کرنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا۔

غالباً، مستقبل میں، وہ ان مضامین کو ریلیز کرنے کے لئے اقدامات کرے، لیکن اس بات کا ابھی تک کوئی ثبوت نہیں تھا کہ وہ مستقبل میں یقینی طور پر ایسا کرےگا۔ وہ، میرے جیسے شخص، یا انٹر نیٹ پر ایسے کام کرنے والے اپنے دوستوں میں کسی کا ساتھ لئے بنا، یہ کام نہیں کر پائےگا۔

اس نے پہلے ویسٹ (West) سے، بڑی تعداد میں لاء جرنل ڈاؤن لوڈ کیا تھا، لیکن اس نے انہیں بھی کبھی ریلیز نہیں کیا۔ بلکہ اس نے ان مضامین پر، ایک بگ-ڈاٹا تجزیہ کرکے ایک بنیادی (seminal) پرچہ مشترکہ طور پر لکھا تھا جس میں یہ دکھایا کہ کیسے لاء کے پروفیسر کو، عام طور پر کارپوریٹ مفادات کی مناسبت سے، ان کے مسائل پر لکھنے کے لئے گرانٹ ملتا ہے جیسے کہ آلودگی کی وجہ سے پیدا شدہ آئینی ذمہ داری، اور بعد میں یہی مضامین کورٹ کے معاملات میں، ان کی طرف سے استعمال کئے گئے۔

آرون نے، ہمارے محبوب دوست کلے جانسن سے کہا کہ وہ ماحولیاتی تبدیلی کی تحقیق میں، بد عنوانی کے ثبوت ڈھونڈنے کے لئے وہ جے۔ ایس۔ ٹی۔ او۔ آر کے آرٹیکلس کا تجزیہ کر رہا تھا۔ ارون کی گرفتاری کے بعد، جہاں تک کلے کو یاد ہے، اس کا بیان اس طرح کا تھا: " اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ڈاٹا فری ہونا چاہئیے، لیکن میں صرف ماحولیاتی تبدیلی کے مضامین کو لکھنے کے لئے، دئے گئے فنڈ کا تجزیہ کرنا چاہتا تھا۔ " ایسا آرون ہی کہ سکتا ہے۔

آرون کی گرفتاری اور میرے ذریعے کئے جا رہے ٹیکنیکل اسٹینڈرڈ کے مسائل کے گہرے مطالعے کی وجہ سے میں کئی رات صحیح سے سویا نہیں اور میں نے بے شمار راتیں مطالعہ میں گزاری۔ جب جنوری، 2013 میں آرون نے خودکشی کر لی تو پورے انٹرنیٹ پر تمام لوگوں نے غم منائے، خاص طور پر ان لوگوں نے جن کو اس کے ساتھ کام کرنے کا موقع اور اعزاز حاصل ہوا تھا۔ اس کے جانے سے میں آج بھی غمگین ہوں۔

ہند سوراج

سال 1909 میں مہاتما گاندھی نے *ہند سوراج* کی تخلیق کی۔ وہ لندن سے بذریعہ جہاز واپس آرہے تھے اور جنوبی افریقہ میں زیادہ سنجیدگی سے مسائل کو اٹھانے والے تھے۔ ان کی ستیہ گرہ مہم کامیاب رہی تھی، لیکن یہ کامیابی بہت زیادہ تکلیف برداشت کر کے، اور قربانی دےکر ملی تھی۔ مجھے لگتا ہے کہ گاندھی جی اپنے دماغ میں ان باتوں پر وضاحت لانا چاہتے تھے جن پر ان کو یقین تھا۔ گاندھی جی، ایس۔ ایس کلدونن کیسل نام کے جہاز پر، نو دنوں تک جم کر لکھتے رہے۔ جب ان کے دائیں ہاتھ میں درد ہونے لگتا تو وہ بائیں ہاتھ سے لکھنے لگتے۔ جب انہوں نے اس کتاب کی اشاعت کی تھی، تو انہوں نے اس کے اوپر بڑے حروف میں لکھا تھا "کوئی حق محفوظ نہیں ہے (No Rights Reserved)- "

یہ کتاب سب سے الگ تھی لیکن شاندار تھی۔ گاندھی جی‌کے پاس بہت سارے خیالیات تھے جن میں سے کچھ ان کے دوستوں کو منطقی معلوم ہوتے تھے اور کچھ نہیں۔ نہرو اور ٹیگور اس کتاب کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس کتاب میں کچھ ایسے خیالات ہیں جو آج مجھے احمقانہ لگتے ہیں جیسے " ہسپتال گناہوں کی تشہیر کرنے والے ادارے ہیں (hospitals are institutions for propagating sins)- " لیکن ان سخت جملوں کے بعد بھی کوئی بھی شخص یہ تو قبول کرتا ہے کہ بابائے قوم کے خیالات میں دم تھا۔ بھلےہی آپ کتاب میں ہرایک لفظ کی حمایت نہ بھی کرتے ہو لیکن اس میں، گاندھی کے خیال سے، ہندوستان میں اور ہندوستانیوں کے ذریعے برداشت کیئے جانے والے مسائل کی مکمل تفصیل تھی اور اس کی روک تھام کے مضبوط اصول بھی دئے گئے تھے۔

گاندھی جی نے ایک جواب دیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ صحیح جواب نہ ہو، بلاشبہ یہ صرف تنہا جواب نہیں تھا۔ لیکن یہ مربوط جواب تھا اور یہ ان کا، اس بات کے بارے میں پہلا مکمل اظہار تھا کہ بنیادی تبدیلی، دنیا میں کیسے لائی جا سکتی ہے۔ وہ یہ لگاتار کہ رہے تھے، اس کو دوبارہ دوہرا رہے تھے کہ یہ تبدیلی کیسے ہونی چاہئیے۔ ان کے مضمون کے 100 جلدوں کا مرتب کردہ کام یہ دکھاتا ہے کہ ان کے خیالات کس طرح ارتقاپذیر ہوئے۔ لیکن میرے لئے، *ہند سوراج* کو ہمیشہ میری کتاب کی الماری میں خاص مقام حاصل ہے کیوں کہ یہ ہمیں، ایک شائع شدہ رسالہ کے ذریعے ایک مضبوط پیغام دیتا ہے۔ یہ ایک رسالہ کی طاقت کو دکھاتا ہے اور یہ بھی بتاتا ہے کہ کیوں ہرایک شخص کو ایک ناشر ہونا چاہئیے، اپنے خیالات کو نشر کرنے لئے۔

میں نے جب پہلی بار ہند سوراج کتاب پڑھی تو میرے دماغ میں " کوڈ سوراج (Code Swaraj) " لفظ جھنجھنانے لگا۔ *ہند سوراج* کا خیال اور ہندوستانیوں کی خودمختاری (سیلف رول)، دونوں ہی خیال واضح مقاصد پر مرکوز ہیں۔ یہ بہت آرزومندتھے لیکن ان میں کچھ حاصل کرنے لائق بھی تھے۔ کچھ حقیقی حقیقت تھی۔ کچھ پختہ مقصد تھا۔ یہ آزادی کی لڑائی کی اہم علامتوں میں سے ایک ہے۔ لفظ اہم ہوتے ہیں اور " ہند سوراج " لفظ، لوگوں نے جیسے ہی سنا ان کے لئے یہ مخصوص معنی کا ہو گیا۔ یہ لفظ کسی بڑے کام کا اشارہ بن گیا، ایک اجتماعی ہدف کی شکل میں۔

گاندھی جی نے ہمیں دوسرے اصولوں سے بھی واقف کرایا ہے۔ ستیہ گرہ ایک جدو جہد ہے لیکن یہ کوئی مختصر بےسود جدو جہد نہیں ہے کہ جو کسی بھی اچھے مقصد کے لئے کیا جائے۔ ستیہ گرہ ایک مخصوص جدو جہد ہے جس کو کسی پختہ مقصد کے لئے کیا جاتا ہے، جیسے کہ ایک خاص قانون کی خلاف ورزی کرکے نمک بنانا۔

ستیہ گرہ کے لئے شدید تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ لوگوں کو مسائل کے موضوع پر خود کو تعلیم یافتہ کرنا پڑتا ہے۔ ایک ستیہ گرہ کے لئے اخلاقی بنیاد ضروری ہے۔ گاندھی جی نے جب سمندر کے ساحل تک جانے کے لئے کوچ کیا تو انہوں نے اس سے پہلے، اپنے ارادے کی اطلاع وائسرائے کو دی۔ ستیہ گرہ اپنے ہدف کو مرکوز ہونا چاہئیے، اور ایک بار جب ہدف حاصل ہو جائے تو ان کو اس ہدف کو اور آگے بڑھانا نہیں چاہئیے۔ جیت کے اعلان کے بعد، لوگوں کو دیگر مسائل پر آگے بڑھنا چاہئیے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ کسی بھی ستیہ گرہ مہم کو، ایک بہت بڑے ہدف کے تناظر میں کرنا چاہئیے، جیسے کہ سوراج کی حصولیابی۔

گاندھی جی‌کی یہ نصیحتیں جنوبی افریقہ ور ہندوستان کو بھیجی گئیں۔ یہ نصیحتیں گاندھی جی کے ذریعے، منڈیلا، کینیڈّا اور نروماہ تک پہنچی اور پورے افریقہ میں پھیل گئیں۔ گاندھی جی‌کی یہ نصیحت کنگ تک، اور امریکہ میں نسلی امتیاز کے خلاف کی لڑائی تک پہنچی۔ ان نصیحتوں نے دنیا کو بدل دیا۔

کوڈ سوراج، علامت اور مقصد کے طور پر

میرے لئے کوڈ سوراج کا معنی ہے کہ ہمارے اصولوں کی کتابیں کھلی اور ٹیکس مفت دستیاب ہونی چاہئیے۔ انٹرنیٹ نے دنیا کو بدل دیا ہے اور اس نے دنیا کو، اوپن سورس سوفٹویئر اور اوپن پروٹوکال کے ذریعے بدلا تھا۔ سبھی یہ جان سکتے ہیں کہ انٹرنیٹ کیسے کام کرتا ہے اگر وہ پروٹوکال کی تفصیل (اسپیسفکیشنس) پڑھنے کے لئے وقت نکالیں جو عوامی طور سے دستیاب ہے۔

انٹرنیٹ کوئی ناگزیر نتیجہ نہیں تھا۔ سال 1980 میں جب میں نے انٹرنیٹ پر کام کرنا شروع کیا تو اس وقت مختلف طرح کے نیٹ ورکز تھے۔ ایک نیٹورک کو، انٹرنیشنل آرگنائزیشن فار اسٹینڈرڈائزیشن اور بڑے کارپوریٹس اور سرکاری تنظیمات کی مدد سے فروغ دیا جا رہا تھا۔ اس کو اوپن سسٹم انٹرکنیکشن (او۔ ایس۔ آئی) کہا جاتا تھا اور انہوں نے جو ماڈل اپنایا تھا وہ ویسا ہی تھا جیسا ماڈل ہم آج بھی معیاری اداروں کو استعمال کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ پروٹوکال کی صفات کو ایک منضبط عمل کے تحت تیار کیا گیا تھا۔ اس کی تفصیلی دستاویزات کافی مہنگے تھے اور ان کی نقل، ایک ذاتی ادارے کے ذریعے دئے گئے لائسنس کے بغیر، نہیں تیار کی جا سکتی تھی۔

میں اس وقت کمپیوٹر نیٹ ورک پر، پیشہ ورانہ حوالہ جاتی کتابیں لکھ رہا تھا اور اس کے لئے ہمیں بہت سارے " او۔ ایس۔ آئی " کی دستاویزات خریدنی پڑتی تھیں۔ میں نے، کمپیوٹر ٹریڈ میگزین کے لئے کالم بھی لکھے تھے۔ میرے زیادہ تر کالم اس تناظر میں لکھے گئے ہیں کہ کیسے معیارات کی اعلیٰ قیمت، اور غیرمنقطع ترقی کا عمل (کلوزڈ پروسیس) اس نئی ٹکنالوجی کے اندرونی امکانات کی جان لے رہی ہے۔

اسی دوران، انجینئروں کے ایک غیررسمی گروپ نے انٹرنیٹ انجنیئرنگ ٹاسک فورس (آئی۔ ای۔ ٹی۔ ایف) کی تشکیل کی۔ یہ گروپ خودانعقاد شدہ تھا اور اس کے تمام پروٹوکال اوپن تھے اور مفت دستیاب تھے۔ زیادہ اہم بات یہ تھی کہ یہ ایک "کام کاجی کوڈ (ورکنگ کوڈ) "کے اصول پر کام کر رہے تھے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کمیٹی کے اجلاس میں، انٹرنیٹ کے جاری عمل کے کسی بھی پہلو کا معیار بنانے کے لئے تب تک پیش نہیں کر سکتے ہیں جب تک کہ آپ نے اس کو اپنے کام کاجی کوڈ کے ذریعے نافذ نہیں کیا ہے، مثال کے طورپر آپ ای میل ہیڈر کے فارمیٹ کی تجویز تب تک پیش نہیں کر سکتے جب تک آپ نے ای میل ہیڈر کی تجویز کو کوڈ کرکے نافذ نہیں کیا ہے۔

انٹرنیٹ پرٹوکال ان چیزوں پر مبنی ہوتے تھے جو اصل میں کام کرتے تھے، جبکہ او۔ ایس۔ آئی کارپوریٹ ایجنڈوں پر منحصر تھا۔

انٹرنیٹ پروٹوکال پر میری شراکت کم ہے لیکن میں نے آئی۔ ای۔ ٹی۔ ایف پر بہت وقت دیا اور آخرکار انٹرنیٹ کے انتظامی نظام کے معاملوں پر کام کیا۔ میں اس ریڈیکل گروپ کا حصہ تھا، جو ا س کے انتظامیہ کو دانشمندی سے منضبط کر کے، ایک بوٹّم۔اپ ماڈل کی طرف لے جائے گئے اور اس کے انتظامی نظام کو سرکاری منتظمین (اسپونسرس) کے کنٹرول سے بچاتے رہے، جیسے کہ امریکہ وکی زارت دفاع اور وہ دیگر ایجنسی، جو آج بھی ہمارے اوپر کئی نگرانی (سپروائزری) کے ادارے، جیسے انٹرنیٹ آرکٹیکچر بورڈ کا قیام کر رہے ہیں۔

ہم اصل اصولوں پر ثابت قدم رہے جیسا کہ اجلاس میں حصہ لینے والے شخص اپنے خیالات کو ظاہر کرتے ہوں، نہ کہ اپنے مالک کے۔ ان میں کوئی بھی شخص حصہ لے سکتا تھا، وہاں کوئی درخواست یا رکنیت نہیں ہوتی تھی۔ میں نے بھی اس موضوع پر وقت لگایا ہے کہ ان دستاویزوں کو کیسے دستیاب کیا جا سکتا ہے، جو آئی۔ ای۔ ٹی۔ ایف ڈاٹا بیس کی تشکیل کرتے ہیں، اور بعد میں میں نے، مارشل ٹی۔ روز کے ساتھ معیارات کے لئے، آتھرنگ لینگوئج پر کام کیا جس کا استعمال آج بھی کیا جا رہا ہے۔

انٹرنیٹ نے، او۔ ایس۔ آئی کے خلاف لڑائی جیتی۔ ہم نے یہ پایا کہ جب کبھی بھی بڑا مسئلہ ہوتا ہے جس کا حل ناممکن لگتا ہے تب ہمارا اوپن نیٹ ورک، اس کا کوئی نہ کوئی حل ہمیشہ نکال لیتا ہے۔ اچانک کوئی نیا گریجویٹ طالب علم، کوئی ایسا حل ڈھونڈ نکالےگا جس سے چیزوں کو بہتر طریقے سے کیا جا سکتا ہے۔ انٹرنیٹ کی ترقی، ہمارے تمام تصورات کی حدیں پار کرچکی ہے، لیکن ہم کم سے کم اس بات پر تو ضرور فخر کریںگے کہ ہم نے، اس کی ترقی کی راہ میں کبھی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی۔ او۔ ایس۔ آئی نے اس کو نہیں سمجھا اور اب وہ تاریخ کے ایک صفحے میں، ایک چھوٹے فٹ نوٹ تک ہی محدود رہ گئے ہیں۔

...

کوڈ سوراج انٹرنیٹ کے لئے حقیقی رہا ہے حالانکہ اب بھی ہم لوگ، بڑی دیواروں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے لائنکس کا استعمال کیا ہے تو آپ یہ دیکھیںگے کہ کمپیوٹر کا جاری عمل کیسے کیا جاتا ہے لیکن آپ اپنے آئی فون کا سورس کوڈ کو دیکھ نہیں سکتے ہیں۔ انٹر نیٹ کیپروٹوکول تفصیلات کھلی ہیں لیکن آج کل اس پر چلنے والی زیادہ تر خدمات، عظیم اور مرکوز کلاؤڈ خدمات پر، منتقل ہو رہی ہیں۔ ہم لوگ انٹر نیٹ نیوٹریلٹی کے لئے لگاتار جدو جہد کر رہے ہیں، اور ابھی بھی زیادہ تر انٹرنیٹ کے حصے آج بھی کھلے ہوئے ہیں، اور ہمیں ان کو اسی شکل میں رکھنے کے لئے لڑتے رہنا ہوگا۔ اب بھی انٹرنیٹ پر، نقلی خبروں، بیہودہ بوٹس، اور انٹر نیٹ کو خراب کرنے کےلئے کئی دریافتوں کے حملے ہو رہے ہیں تاکہ اس کو برباد کر کے، بند کیا جا سکے۔

ہمیں اپنے نقطہ نظر کو، صرف انٹرنیٹ کو کھلا اور ٹیکس مفت کرنے کے کام سے زیادہ اوپر رکھنا چاہئیے۔ ہمیں انہی اصولوں کو زندگی کے دیگر شعبوں میں بھی نافذ کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے۔ کوڈ سوراج کا اصول، قانون کے شعبے میں بھی نافذ ہوتا ہے۔ ہم صحیح معنوں میں جمہوریت کیسے بن سکتے ہیں، اگر جن قوانین کے ذریعے ہم حکومت کی تعمیر کرتے ہیں وہ ہی ادھورے ہیں، تکنیکی اعتبار سے ناقص ہوں، اور مہنگے ہوں؟ جب آج وکیل، فروخت کنندہ کے ذریعے ہدایت کردہ

ایک پرانے اور فضول سسٹم کو استعمال کرنے پر مجبور ہے، جیسے وہ کمپنی، جو ہمیں جارجیا لاء کی واحد رسائی (ایکسیس) کے لئے، ایک تکنیکی طور سے ناقص سوفٹویئر کو استعمال کرنے، اور بےشمار شرطوں کو قبول کر نے پر مجبور کرتی ہے۔ یہاں تک کہ پبلک سسٹم، جیسے یو۔ ایس فیڈرل کورٹس کی رسائی بھی، نہایت نااہل اور مہنگے نقد رجسٹر کے پیچھے چھپا ہے جس سے کسی بھی معمولی کام کرنا بھی ناممکن سا لگتا ہے، جیسے رازداری کی خلاف ورزی کے مطالعہ کے لئے، تمام ضلع عدالتوں کے کاموں کو ڈاؤن لوڈ کرنا۔

مجھے لگتا ہے کہ کوڈ سوراج، انٹرنیٹ اور، قانون سے بھی زیادہ دیگر شعبوں کو اشارہ کرتا ہے، جیسے ہمارے تکنیکی معیارات کی آزادی کی جدو جہد، اس کی مثال ہے۔ ہماری دنیا کی زیادہ سے زیادہ تکنیک کاری ہو رہی ہے۔ لہذا یہ بالکل ضروری ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ ہماری دنیا کے اہم بنیادی ڈھانچوں کا جاری عمل کیسے ہوتا ہے۔ معیار ہم سب کی ہم آہنگی کو دکھاتا ہے کہ چیزوں کو کیسا بنایا جائے۔ کوڈ سوراج یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی معیار اہم ہے تو اس کو تمام لوگوں کو پڑھنے کے لئے، اور اس پر تجزیہ کرنے کے لئے دستیاب ہونا چاہئیے۔ کوئی بھی ذاتی معیار، کسی بھی ذاتی قانون کی طرح احمقانہ ہی ہوگا۔

مجھے ایلا بھٹّ کے الفاظ یاد ہے جنہوں نے ہم سے کہا تھا کہ ہمیں اپنے مقاصد کے تئیں آرزومند ہونا چاہئیے۔ ہمیں دنیا کے امن کے لئے کام کرنا چاہئیے، بھلےہی ہمیں اس بات کا یقین نہ ہو کہ ایسا جلدہی ہوگا، بھلےہی ہمیں یہ بھی یقین نہ ہو کہ ایسا کبھی بھی ہوگا۔ پھر بھی ہمیں اس کے لئے کوشش ضرور کرتے رہنا چاہئیے۔

علم کی حصولیابی بھی ایک اہم مقصد ہے۔ ہمیں اس کے لئے کام کرتے رہنا چاہئیے۔ اور جیسے ہند سوراج کا مقصد، ہندوستان کے مستقبل کے کچھ اہم مقاصد کے ساتھ منسلک تھا، مجھے یقین ہے کہ کوڈ سوراج کا مقصد بھی، علم تک آفاقی رسائی کے مقاصد کے ساتھ منسلک ہے۔ اگر ہمارے پاس کوڈ سوراج نہیں ہے تو ہم کبھی بھی علم تک رسائی کی آزادی حاصل نہیں کر پائیں گے۔ اگر آپ کے پاس قانون کی کھلی کتاب نہیں ہوگی تو آپ کبھی بھی اطلاع کو جمہوی کرنے کے قابل نہیں ہو ں گے۔ یہ، ایک جمہوریت میں، لوگوں کے ذریعے اپنی ہی قسمت کو، اپنے ہی قابو میں کرنے کے بارے میں ہے۔

اوپن گورنمنٹ : ایک منتر

براک اوباما کی بطور صدر ذمہ داری سنبھالنے کے بعد ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ سلیکان ویلی میں ہمارے سالوں سے چل رہی سرکاری اطلاع سے متعلق میری جدو جہد کو متفرق مانا جا رہا تھا۔ لیکن، ٹیکنالوجی کی طاقت کا استعمال کرکے حکومت کو بہتر بنانے کا اوباما کی کوشش کی وجہ سے امید کی ایک لہر لوگوں میں دوڑ گئی۔ گوگل اور فیس بک کے سینیئر انجینئروں نے اپنی سودمند نوکریاں چھوڑکر وائٹ ہاؤس میں کام کرنے کے لئے آ گئے۔

صدر نے ایک چیف ٹیکنالوجی آفیسر مقرر کیا اور میرا یہ ماننا تھا کہ جن تین لوگوں نے ان عہدوں کی ذمہ داری سنبھالی وہ میرے دوست کے برابر تھے۔ نیشنل آرکائیو کے لئے ڈیوڈ فریئیرو جیسے دوراندیش افسروں کو پوری ایجنسیوں کو چلانے کا کام دیا گیا تھا۔ ریپلکن، کانگریس کو چلا رہے تھے، لیکن ایسا لگ رہا تھا کہ وہ بھی ٹیکنالوجی کو اپنانا چاہ رہے تھے، جیسا کہ میرے جیسے آزاد خیال کو دکھائی دے رہا تھاجو ایک قدامت پسند ریپلکن کمیٹی کے چیئرمین کانگریس کے ممبر ڈیریل

عیسیٰ کے ساتھ ملکر کام کر رہا تھا۔ ان کا کام کانگریس کانفرنس سے متعلق ویڈیو کے ایک بڑے حصے کو عوامی کرنا تھا۔

بین الاقوامی سطح پر، وائٹ ہاؤس کے ذریعے اوپن گورنمنٹ کی شراکت داری پر غیرمعمولی کوشش کی گئی تھی۔ متعدد ممالک کے اہلکاروں نے اکثر ملاقات کی اور وہ اوپن گورنمنٹ کے منصوبوں اور مقاصد تیار کرکئے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ہرایک وفاقی ایجنسی کو اپنے لئے اوپن گورنمنٹ سے متعلق منصوبہ بنانے کو کہا گیا۔ ایجنسیوں کو ان کے ذریعے عوام کے لئے عام کئے گئے "ڈاٹا سیٹ " کی بنیاد پر ان کو رینک دینا شروع کیا گیا۔ اس صورت حال میں شفافیت، ایک نعرہ اور اوپن ایک مقصد بن گیا۔

سرکاری خدمت میں، زیادہ تعداد میں تکنیکی ماہرین کو لانے کے لئے ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے یونائٹیڈ کنگڈم کی ایک اہم ترین ایجنسی، سرکاری ڈیجیٹل سروس کو سراہا، جو جدید کمپیوٹر پروگرامنگ کو براہ راست آن لائن سرکاری خدمات میں لا رہی تھی۔ اس نئی امریکی ڈیجیٹل سروس جنرل سروس ایڈمنسٹریشن میں واقع "18F" نام کے ایک دوسرے گروپ کے ساتھ شامل ہو گئی، جس میں تقریبا سو ہونہار نوجوان اور تجربہ کار تکنیکی ماہر اسٹاف ہیں۔ (تنظیم کا یہ انوکھا نام اس لئے پڑا کیوں کہ ا س کے دفتر کی عمارت،18ویں اسٹریٹ اور F اسٹریٹ کے کونا پر واقع تھی۔)

اس وقت آرون سوارٹز نے ایک مضمون لکھا تھا جس کو میں نے ضمیمہ کے طور پر شامل کیا ہے۔ انہوں نے خبردارکیا تھا کہ واحد مقصد کے طور پر شفافیت، ایک غلط مقصد ہے، اور میں بھی اس کی اس بات پر متّفق تھا۔ اصل میں مجھے اس وقت کافی غصہ آتا تھا جب لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ میں حکومت میں شفافیت لانے کے لئے ایک واحد مقصدکو لےکر ہی اپنا کام کر رہا ہوں۔ مجھے غلط نہ سمجھیں۔ میں کسی کام کے جاری عمل کو زیادہ موثر بنانے میں ایک ذریعہ کے طور پر شفافیت کے استعمال پر پوری طرح سے یقین رکھتا ہوں۔ یہ اہم ہے، صرف سرکاری ایجنسیوں کے جاری عمل میں ہی نہیں بلکہ میرے جیسی پبلک چیریٹی کے لئے بھی۔ لیکن، مجھے ایسا لگتا ہے کہ جو ہم کر رہے ہیں اس کے لئے یہ شفافیت کا فریم ٹھیک نہیں ہے۔ شفافیت اپنے آپ میں ایک غیر واضع مقصد ہے۔ اس کے تحت ستیہ گرہ جیسی کسی مخصوص مہم کو شامل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ آپ کا مقصد، کچھ بڑے فریم کا ہونا چاہئیے۔

میں نے یہ کام اس لئے کیا کیونکہ یہ حکومت کے طریقہ کار کو بہتر بنائےگا۔ میں ان طریقہ کار کی اصلاحات میں دلچسپی لے رہا تھا جس کے ذریعے حکومت اپنے اصولوں کو، خود کو، بار کو، اور عوام کو دستیاب کراتی ہے۔ میں کانگریس سے متعلق سماعت کو انٹرنیٹ پر دستیاب کرانا چاہتا تھا کیونکہ یہ ملک کے تمام طالب علموں کو تعلیم دینے کا ایک ذریعہ تھا اور جس نے کانگریس کے ملازمین کے لئے، کانگریس کو بہتر طریقے سے چلانے کا کام آسان بنا دیا تھا۔

میں نے یہ پایا کہ شفاف حکومت کی تحریک میں لگے نیک لوگوں کی ایک بڑی تعداد یہ سوچ رہی تھی کہ وہ سسٹم کو اندر سے بدلنے جا رہے تھے۔ میں یہ واضح طور پر کہتا ہوں کہ ان میں سے بہت سے لوگ تو اس سے بھی زیادہ کرنے میں کامیاب رہے تھے۔ ایک چھوٹی سی SWAT ٹیم کے حیرت انگیز کام کو دیکھیں، جس نے healthcare.govکو ایک ٹھیکے دار کی بربادی سے بچایا۔ لیکن کئی لوگ یہ محسوس کرتے تھے کہ اندر میں ایک کلب کام کر رہا تھا۔ اگر آپ حکومت کا حصہ نہیں ہے تو آپ کسی مسئلہ کے حل کے شراکت دار نہیں بن سکتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ

مجھ سے بات کرنے سے ہچکچا رہے تھے اور اس بات کے لئے فکرمند تھے کیونکہ ان کو ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اس جدو جہد، اور بنیادی تبدیلی کو اپنا رہے ہیں۔

مجھے لگتا ہے کہ آپ کو حکومت کو باہر اور اندر، دونوں طرف سے موثر بنانے کی ضرورت ہے۔ میں ہندوستان اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ، دونوں کی عوامی خدمات کی مہارت کا بڑا مداح رہا ہوں۔ آپ کسی بھی مشن اورینٹیڈ ایجنسی کو دیکھیں اس میں آپ کو تکنیکی علم میں مہارت حاصل کئے لوگ ملیں‌گے اور آپ ان کو عوامی خدمات کے تئیں پرعزم پائیں‌گے۔

حالانکہ، ہم یہ حکومت کے صرف اندرونی لوگوں پر چھوڑ نہیں سکتے ہیں۔ ہم اپنی حکومتوں کے مالک ہیں اور اگر ہم ان کے کام میں فعال طور پر حصہ نہیں لیتے ہیں، تو وہ اپنی مکمّل صلاحیت تک نہیں پہنچ پائیں‌گے۔ شفافیت کو ایک مقصد کے طور پرمتعین کرنا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ ہمیں زیادہ مخصوص (اسپیسفک) ہونا ہوگا۔ اس لئے کوڈ سوراج کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی قانون ہے، تو اس کو عوامی ہونا چاہئیے۔ شفافیت کی نظر سے یہ صرف شفافیت کے لئے نہیں ہے، بلکہ یہ ہمارے قانونی اور تکنیکی بنیادی ڈھانچے کو مؤثر طریقے سے بنانے کے لئے ایک اہم ذریعہ ہے۔ ایسا صرف اندرونی کوشش سے ہی نہیں ہوتا ہے۔

کئی سالوں سے، ایسا لگ رہا تھا کہ حکومت کے اندر سے کام کرنا ہی واحد طریقہ ہے۔ یونائٹیڈ کنگڈم کی سرکاری ڈجیٹل سروس کو، تکنیکی دنیا میں عالمی تعریف حاصل ہوئی ہے، لیکن حکومت میں تبدیلی کے بعد اب یہ ایک خالی ڈھانچہ ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں، یو۔ ایس۔ ڈجیٹل سروس اور 18F، اس بات کی جدو جہد کر رہے تھے کہ قانون سازی اور ایگزیکٹو شاخوں میں پالیسی سازوں کی توجہ ان پر رہے۔ وہ مسلسل اچھا کام کر رہے ہیں، اور میں ان دونوں ایجنسیوں کے کارگزار منتظمین کو ذاتی دوست کی حیثیت سے جانتا ہوں اور ان کے خود کی عوامی خدمت کا جذبہ کا میں کافی قدر کرتا ہوں۔ لیکن ان کو باہر سے ہماری مدد کی ضرورت ہے۔ ہم انتظامیہ کو صرف حکومت کے ایماں پر نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔ شہری ہونے کے ناطے یہ ہماری ذمہ داری بھی ہے۔

ہندوستان میں علم کا ایجنڈا

جیسے ہی دسمبر قریب آیا اور سال 2017 کا خاتمہ ہوا، میں نے یہ سمجھنے کی کوشش میں اپنا شب و روز گزارا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے لگا کہ میں ہندوستان میں زیادہ کام کرنا چاہتا ہوں۔ میں ایسا اپنی مفاد پرست وجہوں کے لئے کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس عظیم اور متنوع ملک سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے، یہ ثروت مند تاریخ اور زندہ دل لوگوں کا ملک ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ سیم پترودا کے ساتھ انجام دیئے گئے کام ایک تبدیلی کا آغاز ہے۔ ان کے ذریعے میں ہندوستان میں بہت سارے لوگوں سے ملا اور مجھے اس بات کا یقین ہے کہ وہ زندگی بھر میرے اچھے دوست رہیں‌گے۔

میں اس کتاب کا خاتمہ ان مباحثے کو لکھکر کرنا چاہوں‌گا، جو مستقبل کی کاروائی کے لئے ایجنڈا بنےگا۔ میں اپنے خیالات کو ترتیب میں رکھکر ایسا کروں‌گا، لیکن میں یہ امید کرتا ہوں کہ دوسرے لوگ بھی ہمارے ساتھ اس جدو جہد میں شامل ہوں گے۔

دس شعبے ایسے ہیں جہاں ہم کام کر سکتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر شعبوں میں پہلے سے ہی کام جاری ہے۔ میں اس بات کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے پاس اس سے الگ اور بہتر لسٹ ہو۔ میں ان دس موضوعات کو کسی بھی فیصلہ کن پروگرام کی چیز کے طور پر نہیں رکھ رہا ہوں۔ میں یہ یقین کرتا ہوں کہ جب مہاتما گاندھی نے کہا تھا کہ " تبدیلی کا ذریعہ بنو " تو اس سے ان کا مطلب صرف یہی نہیں تھا کہ لوگ کوئی جدو جہد ہی کریں، ان کو ساتھ ہی ساتھ اپنے اندر بھی دیکھنا چاہئیے اور ان کو دوسرے لوگوں کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ان کو کیا کرنا چاہئیے۔

1-تکنیکی علم. سب سے پہلا، تکنیکی علم تک رسائی حاصل کرنے کی جنگ ہے، یہ معیار ستیہ گرہ ہے۔ اس کے بارے میں صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ وری دنیا میں سوال اٹھائے گئے ہیں۔ لاکھوں لوگ انٹرنیٹ پر ہمارے ذریعے پوسٹ کئے گئے معیارات کا استعمال کرتے ہیں، ہم نے ہندوستان اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں شہریوں کو مطلع کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح کیا ہے کہ اس اطلاع کو وسیع پیمانے پرمزید ترقی دینے کی اشد ضرورت ہے۔

ہم دلّی کی معزز عدالت عالیہ اور معزز یو۔ ایس۔ کورٹ آف اپیل کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہیں، لیکن ہمیں انتظار کرنے کے علاوہ بھی بہت کچھ کرنا چاہئیے۔ ہمیں ان لوگوں کے تعلیم یافتہ، انجینئر، شہری افسروں اور عام شہریوں کے دماغ میں ان مسائل کو اٹھانا چاہئیے، جو ان دستاویزوں کا استعمال کرتے ہیں۔ ایسا تبھی ممکن ہے جب ہم سب اپنی آواز کو اٹھائیں گے اور یہ مطالبہ کریں گے کہ ویسے تکنیکی اصول، جو ہمارے سماج کو کنٹرول کرتے ہیں وہ عام طور پر دستیاب ہونے چاہئیے۔

2- ہندوستانی پبلک لائبریری- دوسرا، ہندوستانی پبلک لائبریری کے ساتھ مل کر کتابوں کو جمع کرنے کا کام جاری ہے۔ کافی کام ہونا باقی ہے اور ہندوستان میں تمام لائبریریوں میں اعلیٰ معیار میں اسکیننگ کرنے کی صلاحیت ہے۔ موجودہ مجموعہ کے لئے کافی کام کرنا باقی ہے، جیسے کہ میٹاڈاٹا کو منظم کرنا، صحیح سے نہیں ہوئے اسکین کا پتا لگانا اور زیادہ مواد کو شامل کرنا۔ ساتھ ساتھ اس کو انتہائی جدید آپٹیکل کیریکٹر ریڈر کے ذریعے اس کو ٹیکسٹ میں تبدیل کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

میں حکومت کی کوششوں کی تعریف کرتا ہوں جس کا نتیجہ ڈجیٹل لائبریری آف انڈیا ہے، میرا یقین ہے کہ پورے مجموعہ کو دوبارہ اسکین کیا جانا چاہئیے۔ کئے گئےاسکیننگ نچلی سطح کے ہیں، یہاں پر کئی صفحات غائب ہیں اور ترچھے ہیں۔ یہ کمی اس مجموعہ کو نامکمل بناتے ہیں اور اس کو اپٹیکل کیریکٹر ریڈر سے پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہندوستان میں ایک بڑا عوامی اسکیننگ مرکز موجود ہے، جس نے عوامی شعبے کے مواد کو دستیاب کرایا۔ یہ ہندوستان کے تمام زبانوں میں تعلیمی مواد کو دستیاب کرنے کے لئے کافی مفید ہو سکتا ہے۔ فی الحال ہمارے پاس 400،000 کتابوں کا مجموعہ ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ تھوڑی کوشش کرکے ہم لاکھوں کتابوں کو اسکین کر سکتے ہیں۔ یہ کافی ممکنہ مقصد ہے اور اس میں کچھ سالوں کا وقت لگ سکتا ہے۔ یہ ہندوستان میں متوقع تعلیم میں ایک بہترین سرمایہ کاری ہو سکتی ہے۔

جب صدر براک اوباما نے اپنا عہدہ سنبھالا تو میں نے جان پاڈیسٹا سے رابطہ کیا اور ہم نے اسی پس منظر میں صدر کو ایک خط لکھا۔ میں نے اس خط کو، صدر کے مہم کے نعرے " ہاں، ہم کر سکتے ہیں (Yes We Can) " پر مبنی YesWeScan.Orgنام کی ویب سائٹ پر ڈال دیا۔ خط کی سب سے

توجہ کن سطر تھی-" اگر ہم کسی آدمی کو چاند پر بھیج سکتے ہیں تو ہم کانگریس کی لائبریری کو سائبر اسپیس پر بھی ڈال سکتے ہیں۔ " چونکہ جان میرے معاون مصنف تھے، انتظامیہ نے آرکیوسٹ ڈیوڈ فریرو کے ذریعے ایک اچھا جواب تو دیا لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میں نے نئی ڈیجیٹل پبلک لائبریری آف امریکہ جیسے آرزومندانہ مقصد میں دلچسپی دلانے کی کوشش کی لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ مجھے یہ امید ہے کہ ہندوستان اس چیلنج کا سامنا کرےگا اور آنے والی نسلوں کو تعلیم دینے کے لئے علم کا ایک مندر تعمیر کرےگا۔

3- حکومتی فرمان- تیسری کوشش، حکومت کے رسالوں کو جدید بنانا۔ اس میں حکومت کے اندر اور دیگر بنیادی شعبوں میں جیسا کہ سرکاری گزٹ میں، حمایت ملنے کی امید لگتی ہے۔ لیکن اس شعبہ میں زیادہ کوشش کی ضرورت ہے۔ گزٹ کے پرانے نمبرات ان کے پراسرار تکنیکی انٹرفیس سے بچانا ہے۔ اس سے اہم یہ ہے کہ گزٹس، قوانین، اصولوں اور خصوصی ضابطوں اور حکومت کے دیگر فرمانوں کو وسیع طور پر دستیاب کرانا لیکن ایسا تبھی ممکن ہے جب سرکاری ایگزیکٹو ان مواد کو فائدہ مند کوشش کے طور پر شائع کرے گا۔ ہمیں ان کو اسی طرح سے تعلیم یافتہ کرنا چاہئیے جیسے ہم خود کو تعلیم یافتہ کرنے میں لگے ہیں۔

ہم حکومت کے فرمان کو وسیع طور پر دستیاب کرانے کے لئے دو کوشش کر سکتے ہیں۔ اول تکنیکی کام ہے اور وہ ہے، ریاستوں اور میونسپلٹیوں کے تمام گزٹس کی ایک نقل کو شائع کرنا، اور اس میں موجودہ آن لائن فائلوں کے علاوہ ان کے پرانے تاریخی ایڈیشن کو بھی اسکین کرنا۔ دستیاب آن لائن گزٹس کو منعکس کرنا ایک مشکل کام ہے لیکن اس کو ایک چھوٹی سطح پر مسلسل کوشش سے کیا جا سکتا ہے۔

ایک دیگر سرگرمی جو مفید ثابت ہو سکتی ہے وہ ہے، کانفرنس یا کانگریس، یا کسی دیگر تقریب کے لئے، حکومت، قانون اور تکنیکی دنیا کے شراکت داروں کو یکجا کرنا۔ یہاں سرکاری رسالوں کے اشاعتی نظام کو جدید بنانے، اور قوانین کو وسیع طور پر شائع کرنے کے لئے کچھ آئینی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کے لئے کچھ انتظامی اور عملی تبدیلیوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ ہندوستان میں ایسے لوگوں کو ساتھ لانا ہے، جو حکومت کے حکم نامہ کے ساتھ کام کرتے ہیں، اور اس کے ساتھ ویسے لوگوں کو بھی لانا ہے جن کے پاس ویسی تکنیکی قابلیت ہو جیسا کہ ان لوگوں کے پاس تھا جنہوں نے یو۔ کے۔ کا سسٹم بنایا تھا، اور تب شاید کچھ پختہ قدم اٹھائے جا سکتے ہیں۔

4- ہند سوراج- یہ چوتھا ہے، ہند سوراج کے ثروت مند تاریخ کے شاندار دستاویزوں کو شائع کرنا، یہ مجھے ذاتی طور پر پسند ہے۔ میں اس کو مجموعہ میں شامل کرنے کے لئے کافی پرجوش ہوں۔ یہاں پر کچھ مسائل ہیں۔ مہاتما گاندھی کے کاموں پر تکنیکی استعمال اور کاپی رائٹ کے ذریعے کئی بار کنٹرول کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جنگ آزادی کی مکمل تفصیل اور تمام ماخذ دستاویز اور آئین ساز کے اقوال کو دستیاب کرانا چاہئیے۔ خاص طورپر جب مواد کا فروغ سرکاری رقم کے ذریعے کیا گیا تھا۔

یہاں تک کہ سابرمتی آشرم بھی مہاتما گاندھی کے مرتب کردہ کاموں پر کاپی رائٹ کا دعویٰ کرتا ہے اور ان کے استعمال پر تکنیکی حدود کو عائد کرتاہے۔ مجھے اس بات کو قبول کرنا چاہئیے کہ جب میں نے مہاتما گاندھی کے مرتب کردہ کاموں کی پی ڈی ایف فائلوں کو حاصل کیا تھا تو میں نے ان پر سے مدافعتی پابندی (تاکہ لوگ ہر ایک جلدسے پیج کو الگ الگ سے نکال سکیں) کو، اور اس پر

لگے آبی نشان (واٹرمارکس) کو، جو ہر ایک صفحہ پر لگا ہوا تھا، ہٹا دیا اور مجھے یقین ہے کہ وہ ان صفحات کو خراب کردیا ہے۔

میں نے سابرمتی آشرم کو، گاندھی جی کے پورٹل سے متعلق موادکو غیرپابند کرنے کے لئے ایک گزارش نامہ بھیجا ہے تاکہ ہم اس میں بغیر آبی نشان اور بغیر تکنیکی پابندیوں کے ہند سوراج کے کاپی کو منسلک کر سکیں۔ اس موضوع پر ان لوگوں سے بات ہونے کی امید ہے، جو ہندوستان میں اہم تاریخی مواد کے محافظ ہیں۔ میں مرتب کردہ کاموں پر لگنے والی کچھ پابندیوں کی ضروریات کو سمجھتا ہوں، جو اس کام کی سالمیت کی حفاظت کرنے اور ان کے غلط استعمال کو روکنےکے لئے ضروری ہے۔ لیکن مجھے ایسا نہیں لگتا ہے کہ ان تاریخی کاموں کو لاک کرکے ان کے غلط استعمال کو روکا جا سکتا ہے کیونکہ اس سے وہ صرف اس کے قانونی استعمال کی ہی حوصلہ شکنی کریںگے۔ میرا یقین ہے کہ ہمیں اس پر آئندہ کچھ سالوں تک گفتگو کرنی ہوگی کیونکہ ہم سبھی کا ایک ہی مقصد ہے۔

5- فوٹو گرافک رکارڈ آف انڈیا- یہ ایسا پانچواں میدان عمل ہے جس کے بارے میں میرا یقین ہے کہ ہمیں بہتر فوٹو گرافک رکارڈ آف انڈیا فراہم کرنے کے لئے کام کرنا چاہئیے۔ ہمیں وزارت اطلاعات کے سرور پر سطحی معیار کی تصویریں ملی ہیں، پھر بھی وہ تصویریں کافی بہتر تھیں۔ ہندوستان کے بےشمار فوٹو گرافک آرکائیوز ہیں جن میں اعلیٰ معیار کے اسکین کی گئی تصویریں لگی ہوئی ہیں پر وہ پیسے کی دیوار (paywalls) کے پیچھے بند ہیں۔ یہاں کئی جگہوں پر حیرت انگیز مجموعے موجود ہیں، جیسے کہ برٹش لائبریری۔

میرا یقین ہے کہ اعلیٰ معیار کا ڈاٹا بیس کی تیار کرنا کار آمد مقصد ہے، جس کا استعمال پرنٹ سے لےکر ویب تک کیا جا سکے اور اس ڈاٹا بیس کو بغیر کسی پابندی کے دستیاب کیا جا سکے۔ یہ مشکل کام نہیں ہے۔ مثال کے طور پر وزارت اطلاعات کے فوٹو گرافک رکارڈ کو آسانی سے دستیاب کرایا جا سکتا ہے اور اس کے استعمال پر پابندی عائد کر نے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

6- آل انڈیا ریڈیو- چھٹا، میں آل انڈیا ریڈیو پر مہاتما گاندھی کی زندگی کے آخری سال کے 129 تقریروں کو پاکر ایک دم حیرت زدہ تھا۔ بلاشبہ آل انڈیا ریڈیو کی تجوری (vault) میں اور بھی مزید مفید مواد ہوںگے۔ ان میں سے کچھ کو موسیقی یا دیگر مواد کی تجارتی سی-ڈی کی شکل میں جاری کیا گیا تھا۔ ایک وقت تھا جب آل انڈیا ریڈیو حکومت کا اٹوٹ حصہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ان آرکائیوز کو زیادہ وسیع پیمانے پر استعمال کے لئے دستیاب کرانا کافی دلچسپ کام ہو سکتا ہے۔

7- ہندوستان کا ایک ویڈیو رکارڈ- ساتواں، ویڈیو آرکائیوز، ویڈیو آرکائیو سے متعلق ہے۔ ہم نے بھارت ایک کھوج نام کے پروگرام کے 53 ایپی سوڈ پوسٹ کئے ہیں۔ یہ اب بھی اتنا ہی مقبول عام ہے جتنا کہ یہ پہلی بار نشر ہونے پر تھا۔ رامائن کو کیوں نہیں پوسٹ کیا جائے؟ یا ان ہزاروں شاندار نغمات، رقص، آرٹ اور ہندوستان کی تہذیب اور تاریخ کو کیوں نہیں پوسٹ کیا جائے؟ آل انڈیا ریڈیو کی طرح دوردرشن بھی کافی وقت تک حکومت کا ہی حصہ تھا۔ اب وہ ایک آزاد ایجنسی ہے، جس کا مقصد عوامی مشن ہے۔

دوردرشن کے علاوہ، پورے ہندوستان میں ویڈیو کے دیگر کئی آرکائیوز ہیں، جن کو آسانی سے زیادہ وسیع پیمانے پر دستیاب کرایا جا سکتا ہے۔ یو۔ ایس نیشنل آرکائیوز سے میرا تجربہ یہ رہا ہے کہ ان کے محفوظ ویڈیوز کا استعمال وسیع پیمانے پر کیا جانا چاہئیے۔ جب ہمارے رضاکاروں نے

6،000 ویڈیو زکو کاپی کر کے اس کو دستیاب کرایا، اور اس پر 7.5 کروڑ سے زیادہ تبصرے ملے تو اس سے محافظ دستاویزات حیرت زدہ رہ گئے۔ آرکائیو کا سکہ-بند(مونیٹائزیشن) کرنے کے غلط طریقوں کی وجہ سے ویڈیو کو چھپایا جاتا ہے، لیکن ایسا کرنے سے شاید ہی ان کی وسیع تقسیم ہو پاتی ہے یا اس سے کوئی بڑی رقم حاصل ہو پاتی ہے۔ اس طرح سے ہماری تاریخ کو دوسروں سے محروم رکھنے سے عوام کی مناسب خدمت نہیں ہوتی ہے۔

بہترین معیار والے ویڈیو، فوٹو اور آڈیو دستیاب کرانے کا ایک اور پہلو ہے۔ فلم یا نیوز پروڈکشن، یا اعلیٰ معیار کا رسالہ میں مضمون لکھنے کا سب سے مشکل کام یہ جاننا ہے کہ فلم کے لئے " بی-رول "، یا پرنٹ کے لئے " اسٹاک فوٹوز " کیا کیا ہیں۔ اگر آپ سفر سے متعلق مضمون لکھ رہے ہیں، تو ہو سکتا ہے کہ آپ کو تاج محل کی تصویر کی ضرورت پڑے۔ اگر آپ ہندوستان پر ایک فلم بنا رہے ہیں، تو ہو سکتا ہے کہ آپ نہرو کی فوٹیج چاہتے ہوں۔ اس طرح کے تاریخی مواد کو حاصل کرنا اکثر بہت مشکل ہوتا ہے۔

تاریخی رکارڈ کے عوامی مرکز کو ڈیجیٹائز کرکے اور ان اطلاعات کو مفت اور مطلق استعمال کے لئے دستیاب کرانے سے حکومت، بالی ووڈ اور نیوز میڈیا اور تمام چھوٹے آزاد فلم ساز، مضمون نگار اور یہاں تک کہ طالب علموں کے لئے بھی ایک اچھا تحفہ ہو گاکہ اس سے وہ اپنے کام میں جو مواد استعمال کرنا چاہتے ہیں وہ کر سکیں‌گے۔ اس عام پبلک کور کو بنانے سے ہم ذاتی سرگرمیوں کو پرجوش کر سکتے ہیں۔

یہ سات شعبے بےحد مشکل لیکن کافی واضح ہیں۔ میں تین اور چیلینجز کو سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

8.روایتی علم ؛
9.جدید سائنسی علم ؛
10.جمہوری اطلاعات کا وسیع اور آرزومندانہ مقصد

روایتی علم اور حیاتیاتی لٹیرے (بایوپائریٹس)

روایتی علم میرے لئے بالکل نیا شعبہ تھا، جس کو میں نے تفصیلی طور پر نہیں پڑھا تھا۔ سال 2017 اکتوبر میں میں نے سین فرانسسکو سے فلائٹ لی اور سیم نے شکاگو سے فلائٹ لی۔ ہم دلّی ہوائی اڈہ پر ملے اور وہاں سے سیدھے بینگلورو گئے۔ ہمیں پہلے ایک آیورویدی یونیورسٹی اور ہسپتال جانا تھا، جہاں سیم اس تنظیم کے وائس چانسلر تھے۔ اس تنظیم کو انہوں نے 30 سال پہلے اپنے دوست درشن شنکر کے ساتھ مل‌کر شروع کیا تھا۔

ہندوستانی سنسکرت متون میں آیوروید کو طب کی روایتی سائنس کہا جاتا ہے۔ وقت کے ساتھ یہ نفیس ہوتا گیا۔ ا س کے ڈاکٹروں کو یونانی معالج کے طور پر جانا جاتا ہے۔ یونانی طبی روایت آیوروید سے متعلق تھی۔ یہ قدیم طبی روایت عربی اور فارسی دنیا سے آئی تھی۔ اس کی مشق مسلم حکیموں کے ذریعے کی جاتی تھی۔

جب سیم اپنے بورڈ اور پروفیسروں کے ساتھ کام میں مصروف تھے، تو میں ادھر ادھر گھومنے لگا۔ ٹرانس ڈسیپلنری یونیورسٹی (ٹی-ڈی-یو) ایک دلکش جگہ ہے۔ ہندوستان میں 6،500 سے زیادہ ادویاتی پودوں کا استعمال کیا گیا ہے اور یہ قدیم گرنتھوں میں درج ہیں۔ ٹی-ڈی۔ یو میں 1،640 سے زیادہ

اقسام کی نباتات اگائی جا رہی ہیں۔ ایک بڑے نباتات خانہ میں، 4،500 سے زیادہ اقسام کی نباتات کو محفوظ اور جمع کیا گیا ہے۔

ٹی-ڈی-یو روایتی متون اور اصولوں کے ایک وسیع علم کو جدید سائنس سے منسلک کرتا ہے۔ 50 50 سے زائد پی ایچ ڈی کے طالب علم یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آیوروید کی قدیم تکنیکیں کیسے اور کیوں کام کرتی ہیں (یا کام نہیں کرتی ہیں)۔ حال ہی میں اس اسکول نے انڈرگریجویٹ نصاب شروع کیا ہے۔ یہ ایک بڑا ہسپتال بھی چلاتا ہے۔ اس کے علاوہ ٹی-ڈی-یو، 6،500 ادویاتی پودوں، فارمولاسازی (فارمولیشن)، دواسازی، ادویہ سازی کے متعلق اصولوں اور طریقہءکار، علم طب، تولیدی مرض، حیاتیاتی ضابطہ اور آیورویدی سائنس کے دیگر پہلوؤں کے کمپیوٹرائزڈ ڈاٹا بیس کا جاری عمل کرتا ہے۔

میں نے اس طرح کی ریسرچ کی کئی مثالیں دیکھے ہیں۔ مثال کے لئے، ایسے کئی مطالعے ہیں جو بتاتے ہیں کہ کچھ خوردنی اشیاء لمبی عمر میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ کچھ مقبول عام مطالعوں نے اس خوبی کو ریڈ وائن میں بتایا ہے۔ آیوروید میں، انار ایسی خوبیوں کے لئے ہی جانا جاتا ہے۔ آیوروید کی ایک شاخ جس کو رسایانا کہا جاتا ہے وہ طویل عمر کی سائنس کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ایک پی ایچ ڈی کے طالب علم نے اس تجویز کی جانچ کرنے کے لئے ڈروسوفیلا (پھل مکھی) پر استعمال کیا۔ کچھ مکھی کو ریڈ وائن دیا گیا اور دیگر کو انار کا رس دیا گیا اور باقی منضبط گروپ میں تھے۔ یہ دیکھنا تھا کہ یہ مکھیاں ایک برتن پر کتنی دور تک چڑھ سکتی تھی، جو ان کی زندگی کی قوت اور قابلیت کی پیمائش تھی۔ طالب علم نے پایا کہ مکھی پر غذا کی ضمیمہ کاری نے نہ صرف ان کی زندگی کی مدت ہی نہیں بڑھائی بلکہ ان کی تولیدی صلاحیت کو بھی بڑھایا۔ یعنی یہ پایا گیا کہ وہ مکھیاں ریڈ وائن اور کنٹرول گروپ کی مکھیوں کے مقابلے میں بہتر تھیں۔

ٹی-ڈی-یو بورڈ آف ٹرسٹیز کے معاون صدر ڈاکٹر راماسوامی ایک اہم نیورولوجسٹ ہیں۔ انہوں نے مجھے ایک اور زیادہ متاثر کن تجربہ کے بارے میں بتایا۔ طب کے شعبے میں ریسرچ کرنے کے مسائل میں ایک یہ ہے کہ نام نہاد اصلی دنیا میں نتائج کی جانچ کیسے کی جاتی ہے۔ کوئی بھی آدمی، تجربہ گاہ میں چوہوں یا مکھیوں پر استعمال کر سکتا ہے، لیکن یہ انسان سے الگ ہیں۔ انسانوں پر تجربے کا اصول خاص طورپر مشکل ہوتا ہے کیونکہ اس سے کوئی بھی بڑا نقصان ہو سکتا ہے۔ فیلڈ ٹیسٹ کے لئے سخت لیبارٹری پروٹوکول ہوتے ہیں۔ یہ تمام طبی ریسرچ کے لئے ایک مشکل مسئلہ ہے۔

ڈاکٹر نے کہا کہ وہ ان ادویات کا متاثرکن تجربہ کرنا چاہتے تھے جو ملیریا کا علاج کرنے میں معاون تھیں۔ حالانکہ، ایسا کرنے کا واحد طریقہ جگر کی بایوپسی لینا تھا جس میں دوا کا انجکشن دیا گیا تھا۔ یہ یقینی طور پر ملیریا میں مبتلا کسی زندہ انسان پر ممکن نہیں ہے۔

ٹیم نے انتہائی جدید اسٹیم سیل ٹیکنالوجی کا استعمال کیا۔ اس میں ابتدائی طور پر ہاتھ کی جلد کے خلیوں کو لیا جاتا ہے۔ اسٹیم سیل سے انسانی جسم کے کسی بھی عضو کی نشوونما کی جا سکتی ہے۔ اس لئے، انہوں نے کچھ جگر کو فروغ دیا۔ انہوں نے ان جگر میں ملیریا کی سوئی لگائی۔ پھر ان میں سے ایک جگر میں آیورویدی دوا ڈالا۔ اس طریقے سے ان قدیم دوا کے اثرانداز کا پتا لگایا۔

یہ سفر دلچسپ تھا۔ روایتی علم کے بارے میرے خیال اس سے بدل گیا تھا۔ درشن شنکر نے کہا کہ ان کے پاس ایک جامع ڈاٹا بیس ہے، جس میں انہوں نے تصویروں، تبصروں اور دیگر مواد کے ساتھ کلاسیکی متون میں مذکورہ دواؤں کو رکھا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا اس ڈاٹا بیس کو آن لائن رکھا جا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حیاتی تنوع قانون اس پر روک لگائےگی۔ میں اس کو سمجھ نہیں پایا اور اس کے بارے میں اور زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اس شام، میسور کی ملکہ، رائل ایکسلینسی پرمودا دیوی واڈیار نے اپنے بینگلورو شاہی محل میں بینگلورو سماج کے کچھ منتخب مشہور ممبران اور ٹی-ڈی-یو کے ڈاکٹروں کے لئے ایک تقریب کا انعقاد کیا تھا۔ تعارف کے بعد، ہم نے جنوبی ہندوستان کے شاندار عشائیہ کا لطف اٹھایا، جس میں ڈوسا اور پانی پوری اور خربوزہ کے چھلکے میں خربوزہ سے بنی کلفی اور کھوکھلے سنترہ میں سنترہ کی کلفی شامل تھی۔ عشائیہ پر، میں آیورویدی علم کے بارے پوچھتا جا رہا تھا اور معلومات کی تشہیر انٹرنیٹ پر کرنے کے لئے حیاتی تنوع قانون کی مزاحمت کو سمجھنے کے لئے بھی سوال پوچھ رہا تھا۔

...

جب میں کیلیفورنیا واپس آیا، تو میں نے روایتی علم اور حیاتیاتی سرقہ (بایوپائریسی) سے متعلق کتابیں خریدی اور اس کا آغاز وندنا شیوا کے بے مثال کاموں کی کتاب سے کیا۔ میں نے قدیم طب کے کچھ سنسکرت عالموں کو نوٹ بھیجے، جو پبلک لائبریری آف انڈیا کے فعال صارف تھے اور میں نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے اس کے بارے میں کیا سوچا ہے۔ روایتی علم پر پیٹینٹ کے بارے میں میں نے کئی کتابوں سے آیورویدی طب اور دانشورانہ جائیداد کی تاریخ پڑھی۔

دو چیزوں نے مجھ میں تجسس پیدا کر دیا۔ پہلا، درشن شنکر نے مجھے 13 سی-ڈی بھیجی، جن کو وہ " میڈسنل پلانٹ ان ہومیوپیتھی (Medicinal Plants in Homeopathy " اور " میڈسنل پلانٹ ان کیرالا (Medicinal Plants of Kerala) " کے عنوان سے بیچتے ہیں۔ ہرایک سی-ڈی میں معمولی ڈاٹا بیس انٹرفیس اور پودوں کی تصویروں کے ساتھ کچھ متون،کی ورڈس اور دیگر مواد شامل تھے۔ اس سی-ڈی کو دیکھکر ایسا لگ رہا تھا کہ ان کا ترجمہ اچھے انٹرنیٹ انٹرفیس میں آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔

دوسری بات جو مجھے پریشان کر رہی تھی، وہ تھی ٹریڈیشنل نالیج ڈیجیٹل لائبریری نام کی حکومت کی بڑی کوشش۔ اس سسٹم کو کئی سالوں میں تیار کیا گیا ہے جس میں 150 کتابوں کی بڑے محتاط انداز سے نقل تیارکی گئی، اور پھر ایک ڈاٹا بیس میں 297،183 روایتی آیورویدی اور یونانی فارمولیشنس کو شامل کیا گیا۔ مشہور ماہرین نے مضامین کا انتخاب کیا ہے اور میں یہ کہ سکتا ہوں کہ یہ ڈاٹا بیس روایتی علم کی آیورویدی فارمولا سازی کے کوڈ کے آرٹ کو دکھاتا ہے۔ لیکن اس میں بھی ایک دقت ہے: یہ ڈاٹا بیس عوام کے لئے دستیاب نہیں ہے اور یہ صرف پیٹینٹ ممتحن کے لئے ہی دستیاب ہے۔

میں طویل عرصے سے یو۔ ایس۔ پیٹینٹ سسٹم کو لےکر فکرمند ہوں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ ابتک جو بھی " بزنس کے طریقے " اور " سافٹ ویئر " پیٹینٹ ہوئے ہیں، ان سے فائدہ ہونے کے بجائے نقصان زیادہ ہوا ہے اور یہ زیادہ جدید یا لاثانی بھی نہیں ہے۔ میں نے سال 1994 میں یو۔ ایس پیٹینٹ ڈاٹا بیس کو انٹرنیٹ پر ڈالا تھا۔ میں نے پیٹینٹ کے عمل کو سمجھنے میں کافی وقت گزارا ہے۔ ساتھ

ہی ان لوگوں سے بات کی ہے، جو اپنے روزمرہ کے کام میں پیٹینٹ کا استعمال کرتے ہیں۔ اصل میں، جب پہلی بار میں نے پیٹینٹ ڈاٹا بیس کو انٹرنیٹ پر ڈالا، تو میرے سب سے حوصلہ مند صارفین میں سے کچھ یو۔ ایس۔ پیٹینٹ اینڈ ٹریڈمارک آفس میں کام کرتے تھے۔ ان کو دفتر میں خراب اور پرانی سرچ کرنے کی سہولیات فراہم کی گئی تھی اور وہ اپنی ریسرچ کے لئے میرے سسٹم کا استعمال کرنے کے لئےمیرے گھر آتے تھے۔

تجارتی طریقوں اور سافٹ ویئر پیٹینٹ کی بڑھتی تعداد کے علاوہ، دواؤں سے متعلق اسی طرح کے مسائل سامنے آئے ہیں۔ خاص طورپر، یو۔ ایس اور یوروپی پیٹینٹ دفتروں نے بہت زیادہ تعداد میں مشتبہ پیٹینٹ جاری کئے ہیں، جس سے ہندوستان، افریقہ اور کئی دیگر جگہوں پر غصے کی لہر دوڑ گئی ہے جہاں اپنے روزمرہ کی زندگی میں ان روایتی علم کا استعمال کرنے کی گہری تاریخ رہی ہے۔

سب سے مشہور پیٹینٹ ہلدی کا تھا۔ ہلدی طویل عرصے تک زخموں کے علاج علاوہ بہت سی طبی خوبیوں کے لئے جانی جاتی ہے۔ دو امریکی محققین نے " ہلدی پاؤڈر اور اس کے استعمال " پر ایک پیٹینٹ حاصل کیا۔ ہندوستان مناسب وجہوں سے شرمسار ہوا۔ سائنس داں اور صنعتی ریسرچ کونسل کے ڈائریکٹر جینرل ڈاکٹر آر۔ اے۔ ماشیلکر جو ہندوستان میں بڑی نیشنل ریسرچ لیبارٹریز کو چلاتے ہیں، ان کی قیادت میں کافی کوشش کرنے کے بعد اس پیٹینٹ کو منسوخ کیا گیا۔

باسمتی چاول پر بھی ایک پیٹینٹ جاری کیا گیا تھا، جس کو بنگال میں ہزاروں سال سے اگایا جاتا ہے۔ یہ پیٹینٹ اچّھی فصل اگانے کے لئے چاول کی بونی اقسام کے ساتھ باسمتی چاول کی کراس بریڈنگ پر مبنی تھا۔ یہ یقینی طور پر اختراعی نہیں ہے کیونکہ ہندوستان میں کسانوں نے صدیوں سے اس مقصد سے کراس بریڈنگ کرکے چاول اگا رہے ہیں۔ اتناہی نہیں، پیٹینٹ میں "باسمتی" لفظ کو بھی شامل کیا گیا تھا اور جس کے سبب اس لفظ کا استعمال کرنے پر کسانوں کے خلاف کاروائی کی جا سکتی تھی۔

حیاتی تنوع پر عالمی کمیونٹی نے اقوام متحدہ کنونشن کے ساتھ ملکر، یہ منظور کیا ہے کہ وہ پیٹینٹ جو روایتی علم پر مبنی ہوتے ہیں اور جس کو مقامی لوگ کافی عرصے سے جانتے ہیں، وہ کسی مغربی حیاتیاتی لٹیرا کمپنیوں (کارپورّیٹ بایوپائریٹس) کے حق میں نہیں آنا چاہئیے جو اس علم کو اپنے لئے ہڑپ لینا چاہتے ہیں۔ اس کنونشن نے مختلف ممالک کو ایک قومی قانون بنانے کے لئے کہا اور ہندوستان نے سال 2002 کے حیاتی تنوع قانون کو بنایا۔ اس کنونشن اور اس قانون، دونوں کا اہم اصول یہ ہے کہ مغربی کارپوریشن کو مقامی کمیونٹی کے علم سے کمائی کی آمدنی کو صرف اپنے لئے نہیں محدود کرنا چاہئیے بلکہ اس کا ان مقامی لوگوں کے ساتھ اشتراک کرنا چاہئیے۔

اگر روایتی علم پر پیٹینٹ جاری کیا جاتا ہے تو میں اس بات کی حمایت میں ہوں کہ اس کے فائدے کو اشتراک کرنا چاہئیے۔ اس کے علاوہ اگر حیاتیاتی مواد کو خاص معالجاتی اثرات کی بیداری کی بنیاد پر اس کو کسی مقامی علاقے میں وسیع پیمانے پر اپجایا جاتا ہے تو اس سے ہوئی آمدنی کو مقامی کمیونٹی کے ساتھ اشتراک کرنا چاہئیے۔ حیاتی تنوع قانون ان اصولوں کو قائم کرتا ہے۔

حالانکہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ ہلدی سے لےکر باسمتی چاول تک جتنے بھی پیٹینٹ سےنوازا گیا تھا ان میں سے زیادہ تر (آرٹ کی ایک تکنیکی اصطلاح کا استعمال کرنے کے لئے) مکمل طور پر جعلی تھے۔ ان کو جاری ہی نہیں کرنا چاہئیے تھا۔ لیکن اب بھی ایسے خراب پیٹینٹوں کو جاری کیا جا رہا

ہے۔ روایتی علم ڈیجیٹل لائبریری کا اصول یہ ہے کہ اس کا استعمال پیٹینٹ ممتحن، خراب پیٹینٹ کو جاری ہونے سے روکنے کے لئے کریں۔ ڈیجیٹل لائبریری نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور یوروپ پیٹینٹ دفتر کے ساتھ معاہدہ کیا ہے۔ میں اس خیال کا مکمل طورپر حمایت کرتا ہوں کہ پیٹینٹ ممتحن کو اس ڈاٹا بیس کا استعمال باقاعدگی سے کرنا چاہئیے۔ یہ مثبت چیز ہے۔

لیکن کچھ لوگ کا یہ خیال ہے کہ ڈاٹا بیس کو وسیع سطح پر دستیاب کرنا کچھ حد تک برا ہو سکتا ہے۔ اس سے یہ علم برے کارپوریشن کو دستیاب ہوگا جس کا وہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس لئے ٹی۔ ڈی۔ یو کے ڈاٹا بیس کو انٹرنیٹ پر ڈالنا تشویشناک ہو سکتا ہے۔ مجھے یہ دلیل سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ پچھلے تین دہائیوں سے میں جس طرح کی معلومات کو آن لائن پر عام کر رہا ہوں، یہ دلیل میرے اس تجربے سے بالکل برعکس تھی۔

میں نے اس پر صلاح لینے کے لئے کئی لوگوں کو نوٹس بھیجا کہ وہ اس کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ وہ میری اس بات سے متّفق تھے کہ ڈاٹا بیس کو خفیہ رکھنے سے برے پیٹینٹ کو روکا نہیں جا سکتا ہے۔ میں اس نتیجہ پر آ چکا ہوں کہ اس اطلاع کو خفیہ رکھنا، اہم عوامی اطلاع کی ترقی اور توسیع کو مسدود کرتا ہے۔ مجھے یہ یاد ہے کہ میں نے ڈاٹا بیس کو نہیں دیکھا ہے، اور سنسکرت کے ماہرین نے متنبہ کیا ہے کہ کسی بھی فارمولاسازی کو بغیر اس کے اندرونی عبارتوں کو سمجھے، ڈاٹا بیس میں ڈالنا اس کو کچرا کا ڈھیر بنا دینا ہوگا جس سے صرف کچرا ہی نکلےگا۔

پر یہ بہت ہی اعلیٰ معیار والا ڈاٹا بیس ہے۔ میرا یقین ہے کہ وسیع طور پر اس کی دستیابی، مفید علم کی تشہیر میں معاون ہو سکتی ہے۔ اگر یہ معلومات برے پیٹینٹ کو روکنے میں مفید ہے تو اس معلومات کو پیٹینٹ بسٹر کے وسیع گروپ کو دستیاب کرانا فائدےمند ہو سکتا ہے۔ اگر ڈاٹا اعلیٰ معیار کا نہیں ہے تو سنسکرت ماہرین اس پر تبصرہ کرنے کا کام کر سکتے ہیں اور اس کو زیادہ مفید بنا سکتے ہیں۔ اور آیورویدی اور یونانی سائنس کی ترقی میں بھی یہ کافی مفید ہو سکتا ہے۔

صرف ممتحن تک ڈاٹا بیس محدود کرنے سے بہتر حکمت عملی یہ ہو سکتی ہے کہ یہ وندنا شیوا جیسے پیٹینٹ بسٹر کو راغب کرے۔ میرا شریک کار بیتھ ناویک، جو وائٹ ہاؤس میں امریکہ کے سابق صدر براک اوباما کے اوپن گورمنٹ کے صدر تھے (وہ سیم پترودا کے بھی دوست ہیں)، ایک " پیر ٹو پیٹینٹ (Peer To Patent) " نام کے نظام کے موسس تھے، جس میں پیٹینٹ ممتحن سابقہ آرٹ کی مثالوں کا پتا لگانے کے لئے انٹر نیٹ پر دیگر لوگوں کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ صرف کچھ پیٹینٹ ممتحن کے لئے ڈاٹا بیس دستیاب کرانے کے بجائے، پیر ٹو پیٹینٹ بہتر نتیجہ حاصل کرنے کے لئے لوگوں کے علم کا فائدہ اٹھاتا ہے۔

مجھے اس بارے میں یقین نہیں ہے کہ اس کا جواب کیا ہے لیکن میرا یہ رجحان ہے کہ حکومت کے روایتی علم ڈیجیٹل لائبریری کے ڈاٹا بیس کو عوامی طور سے دستیاب کرانا چاہئیے۔ اس میں عوامی شعبے کا علم شامل ہے، اس کو حکومت کے ذریعے جمع کیا گیا تھا اور اس کو دستیاب کرنا روایتی علم کے لئے بہتر ہوگا۔

سرکاری فرم کی شکل میں، یہ بھی لگےگا کہ کاپی رائٹ قانون، حق اطلاعات قانون، اور آئین سبھی کی نشوونما اس کی آزاد اشاعت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ میں غلط بھی ہو سکتا ہوں، لیکن مجھے امید ہے کہ سال 2018 میں اس پر گفتگو ہوگی۔ اور جس کے نتیجے میں ہو سکتا ہے کہ حکومت کو ایک

رسمی عرضی دائر کروں کہ وہ اپنے ڈاٹا کو عام کریں، صرف پورٹل کے لئے نہیں بلکہ اس کو کثیر مقدار میں ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے اور پھر اس کو اپنے طریقے سے استعمال کرنے کے لئے۔

سائنسی علم اور دلّی یونیورسٹی میں کاپی کرنے کی دکان

نواں شعبہ ہے سائنسی علم کا۔ میرا مطلب رسالوں میں شائع جدید علمی اشاعت سے ہے۔ سال 2017 میں میری زیادہ تر کوششیں سائنسی علوم تک رسائی حاصل کرنے کی رکاوٹوں کو حل کرنے میں تھیں۔ خاص طورپر امریکی ملازمین اور افسروں کے ذریعے ان کے سرکاری فرائض کے دوران لکھے گئے رسالوں کے مضامین تھے، جن کو غیر قانونی طور پر ناشر کے ذریعے پیسے کی دیوار (paywall) کے پیچھے چھپایا گیا تھا۔

میری کاروائی کا اصل منصوبہ امریکی بار ایسوسی ایشن میں میرے نتائج پر ووٹ سے پیدا شدہ مسئلہ کا تجزیہ کرنا تھا، اور دیکھنا تھا کہ ایسوسی ایشن مجھے ووٹ ' ہاں ' میں دیتی ہے یا ' نا ' میں۔ پھر اس کے بعد اس اطلاع کو تصدیق شدہ میل کے ذریعے کئی درجن ناشر اور ایجنسیوں کو بھیجی جانی تھی۔ ان خطوط کے ذریعے ناشر کو نوٹس دیا جانا تھا کہ ان پر کچھ سوال اٹھے ہیں اور ان کو 60 دنوں کے اندر اپنا رد عمل دینا ہے۔

میرے دماغ میں ایک ہی سوال تھا کہ " پھر کیا ہوگا "؟ جب میں پبلک ڈومین کے کام پر کاپی رائٹ کے غیر مناسب دعوے کے بارے میں خط بھیجتا ہوں، تو میں اس کو شائع کرنے کی اجازت نہیں طلب کرتا ہوں۔ اگر کوئی کام پبلک ڈومین میں ہے، تو مجھے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس بات کو بھی واضح کر دیتا ہوں کہ میرے پاس ایسے کام کی ایک کاپی بھی ہے جس کے بارے میں یہ سوال اٹھا رہا ہوں، نہیں تو یہ صرف ایک نظریاتی مسئلہ ہے۔ میں نے رد عمل کا مطالبہ کیا، لیکن مجھے برائے نام رد عمل ہی ملا۔ اس حالت میں سوال یہ تھا کہ کیا اس مضمون کو پوسٹ کیا جانا چاہئیے؟

مجھے Sci-Hub کے الیکزانڈراا یلباکیان اور جے ایس ٹی او آر (JSTOR) کے یاران سوارٹز کے تجربات کا علم ہے کہ جب ناشروں کو ان کے مالی مفادات پر خطرہ نظر آتا ہے تو وہ کتنے بےرحم ہو سکتے ہیں۔ مجھے نہیں لگتا ہے کہ اگر میں حکومت کے کاموں کے بارے میں جائز طریقے سے بات کروں‌گا تو ناشر میری بات کو ذرا بھی سنیں‌گے۔ وہ وہی کرتے ہیں جو معیارات کے لوگوں نے کیا ہے اور وہ جم‌کر جھگڑنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ میں یقینی طور پر اس نوٹس کو ناشروں کو بھیجنے جا رہا ہوں کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ انہوں نے عوامی جائیداد کا غلط استعمال کیا ہے، لیکن میں ایسا کرنے کے لئے کوئی دوسرا راستہ تلاش‌کر رہا ہوں، جو کم خمیدہ ہو اور جو مجھے براہ راست میرے مقاصد تک پہنچائے۔

ہندوستان میں بھی ایسی ہی حالت ہے۔ دلّی یونیورسٹی کی کاپی کرنے کی دکان وہ راستہ ہو سکتا ہے۔ دلّی یونیورسٹی میں ایک چھوٹی اور ذاتی کاپی کرنے کی دکان تھی۔ پروفیسر وہاں کچھ رسالوں کے مضامین کی فہرست لاتے ہیں۔ دکان دار لائبریری میں جاکر ان مضامین کو لاکر ان کی نقلیں تیار کرتے ہیں، اور پھر ان نقلوں کوجمع کر کےطلبا کے لئے نصابی کتابچہ تیار کرتے ہیں۔ وہ اس نصابی کتابچہ کو معمولی قیمتوں پر فروخت کرتے ہیں۔ رامیشوری فوٹوکاپی شاپ کے خلاف آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، کیمبرج یونیورسٹی پریس اور ٹیلر اینڈ فرانسس نے مقدمہ دائر کیا تھا۔

دکان پر مسلح پولس دستہ نے چھاپا مارا تھا۔ دکان کے مالک نے ' دی وائر ' کو بتایا کہ " یہ شرمناک تھا میں خود کو گناہ گار محسوس کر رہا تھا۔ "

یہ مقدمہ دلّی کی عدالت عالیہ میں گیا۔ ہندوستان کے ایک اہم دانشورانہ ملکیت کے عالم اور ایک وقف شدہ عوامی کارکن، میرے دوست شمناد بشیر نے طالب علموں اور ماہر تعلیم کی سوسائٹی کی طرف سے مداخلت کی۔

کسی بھی دیگر کاپی رائٹ قانون کے مانند ہی ہندوستان کے کاپی رائٹ قانون میں کچھ استثنا ہیں، جس میں کاپی رائٹ نافذ نہیں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، امریکہ میں، امریکی حکومت کا کام کاپی رائٹ سے آزاد ہے۔ ہندوستان اور امریکہ دونوں میں، کوئی بھی کاپی رائٹ کی خلاف ورزی کئے بغیر کسی نابینا کے لئےکتاب کو کاپی کر سکتا ہے۔ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کتاب کی اہمیت کیا ہے، یہ ایک بین الاقوامی معاہدہ کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان میں، کاپی رائٹ سے متعلق ایک اور استثنا ہے، اگر کوئی استاد اپنے طالب علم کو ہدایت دینے کے لئے کسی کام کی کاپی کرواتا ہے، تو اس پر کاپی رائٹ نافذ نہیں ہوگا۔ عدالت کا کہنا ہے کہ دلّی یونیورسٹی میں نصابی کتابچے کاپی رائٹ کے اس استثنا کے تحت آتے ہیں۔ اس لئے، رامیشوری فوٹوکاپی شاپ نے کاپی رائٹ کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی ہے کیونکہ نصابی کتابچہ کو یونیورسٹی کی اجازت کے ساتھ کسی خاص مقصد کے لئے تیار کیا گیا تھا، علم کی تشہیر کومزید فروغ دینے میں کاپی رائٹ کا اہم مقصد ہے۔

کاپی رائٹ کا قانون اس پر نافذ نہیں ہوا۔ اور مقدمہ خارج کردیا گیا۔

میں دلّی یونیورسٹی کے معاملے پر غور کر رہا ہوں، اور عدالت کا فیصلہ میرے کانوں میں گونج رہا ہے۔ کیا ہوگا اگر میں اپنے جرنل آرٹیکلز کے ڈٹا بیس کو یونیورسٹی کے احاطے میں دکھاؤں؟ میں دلّی یونیورسٹی کے معاملے کی طرح ہی کچھ کرنے کی سوچ رہا تھا، جو امریکہ میں بھی ہرجگہ موجود ہو۔

میرا خیال ہے کہ ایک پروفیسر مجھے رسالے کے مضامین کے لئے ایک ڈجیٹل آبجیکٹ آئڈینٹیفائر کی فہرست دے سکتا ہے۔ پھر، جب طالب علم کھڑکی پر آئیں‌گے، تو میں ان کو ان کے نصاب کے ساتھ ایک یو ایس بی (USB) ڈرائیو دے دوں‌گا۔ پھر میں دوسری یونیورسٹی میں جاؤں‌گا اور اسی عمل کو دوہراؤں‌گا۔ یہ علم دستیاب کرانے کی خدمت ہوگی۔ ہم مفت یو ایس بی ڈرائیو کے ساتھ طالب علموں کو کچھ ناشتہ بھی دے سکتے ہیں۔ میرے پاس گواکیمولے کے نسخےکا ایک حیرت انگیز مجموعہ ہے، جو ہندوستان میں کافی مشہور ہے۔

میں نے شمناد سے پوچھا سے " کیا یہ بات اسی نقطہ پر نہیں ہے؟ " انہوں نے اتفاق کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ یو ایس بی ڈرائیو بھی نصابی کتابچہ کے مانند ہی ہے، لیکن کوئی یہ نہیں بتا سکتا ہے کہ عدالت اس کی مخصوص حقیقتوں کی کیسی وضاحت کرےگی۔ کیا وہ یو ایس بی ڈرائیو کے نصاب کو کاغذی کتابچہ کے مانند دیکھیں‌گے۔ لیکن ہم دونوں اس بات پر متّفق ہیں کہ یہ کام یقینی طور پر اسی نقطہ پر تھا۔

تعلیم کا حق نہ صرف کاپی رائٹ قانون میں درج کیا گیا ہے، بلکہ یہ ہندوستان کے آئین کے بنیادی حقوق میں بھی شامل ہے۔ مثال کے طور پر، اپنی پسند کے پیشے کا انتخاب کرنا بنیادی حق ہے، ایک حق جو ذات کے بارے میں ہے۔لیکن، یہ ذات سے کہیں زیادہ ہے: آپ اپنی پسند کے پیشے کی تب تک مشق نہیں کر سکتے ہیں جب تک آپ اس کو نہیں سیکھ سکتے۔ تکنیکی معیارات کے ساتھ میری یہی دلیل تھی اور میں عام طور پر علم کے حصول کے لئے بھی یہی تجویز رکھوں گا۔ ایک باخبرشہری ایک فعال جمہوریت کی بنیاد پر ہے۔

سائنسی اطلاع تمام لوگوں کو فراہم کرنے کے بجائے، مجھے 2 کروڑ ہندوستانی طالب علموں کو وہ اطلاع، ایک ایک کر کے دستیاب کرانے میں خوشی ہو گی۔ یہ اہم نقطہ بن سکتا ہے : علم کی رسائی دوگنا (بائنری) مسئلہ نہیں ہے۔ اگرچہ یہاں نجی جائیداد کے حقوق کا معاملہ ہے، لیکن ہم اس حق کو علم کے راستے میں غیرمناسب رکاوٹ بننے نہیں دے سکتے ہیں جب طلبا اپنی تعلیم کو آگے بڑھانے میں کوشاں ہیں۔ تعلیم کے لئے رکاوٹ پیدا کرنا غیراخلاقی ہے اور شاید ان رکاوٹوں کو دور کرنے کا یہی موقع ہے۔

مجھے اس ڈاٹا کو ہندوستان میں استعمال کرنے اور اس کو ہندوستانی طالب علموں تک پہنچانے کی امید ہے۔ میں اس بارے میں مطمئن نہیں ہوں کہ مجھ میں اس کام کو انجام دینےکی ہمت ہے، یا اگر ہندوستان کی یونیورسٹیوں کو مجھے اپنے احاطے میں اس بات کے لئے آنے کی اجازت دینے کی جرات ہوگی۔ مجھے نہیں پتا کہ اس بات پر لالچی ناشر کاکیسا رد عمل ہوگا۔ لیکن میرا یہ یقین ہے کہ یہ سرگرمی براہ راست ہندوستان کے قانون کے تحت آتی ہے۔ اور اگر علم ستیہ گرہ ان معلومات کو دستیاب کرنے کا ایک واحد طریقہ ہے تو پھر اس کو کرنا ہی چاہئیے۔

اطلاع کی جمہوریت

دسواں شعبہ ہے اطلاع کو جمہوری بنانا۔ یہ میرا میدان عمل ہے، شاید یہ سب سے اہم ہے۔ میری ذاتی توجہ ان بڑے ڈاٹا بیس کو تلاش کرنا اور پھر ان کو عام کرنا ہے جن کو پبلک فنڈ سے، یعنی زیادہ تر سرکاری فنڈ سے تیار کیا گیا ہو۔ یہ ایک اوپر سے نیچے (ٹاپ-ڈاؤن) جانے کا کار عظیم ہے، جو اکثر ہندوستان یا امریکہ میں قومی حکومت کی سطح پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ میں ان چیزوں کو تلاش کرتا ہوں جو پہلے سے موجود ہیں، اور ان کو لوگوں تک دستیاب کرانے کی کوشش کرتا ہوں۔

لیکن علم اوپر سے نیچے (ٹاپ-ڈاؤن) نہیں بہتا ہے۔ علم لوگوں سے شروع ہوتا ہے۔ سال 2016 میں اپنے سفر کے دوران جب میں بنکر رائے سے ملا تو اس کا مجھے احساس ہوا۔ سیم کو اشرافیہ مایو کالج میں تقریر کرنی تھی اور اس کے بعد اگلی صبح ہم بیئرفوٹ کالج میں سیم کے پرانے دوست بنکر سے ملنے گئے۔ اس کے بعد سیم کو سینٹرل یونیورسٹی آف راجستھان کے چانسلر کے طور پر کنووکیشن کی تقریب کی صدارت کرنی تھی۔

بیئرفوٹ کالج ایک حیرت انگیز جگہ ہے۔ بنکر نے سال 1972 میں اس کی تشکیل کی تھی۔ فی الحال راجستھان کے وسط میں تلونیا گاؤں کے قریب اس کا بڑا احاطہ ہے۔ ان کا واضح کام شمسی (سولر)لالٹین ہے۔ وہ دنیا بھرکے گاؤں سے خواتین کو لائے اور ان کو شمسی(سولر) لالٹین بنانے اور اس کے رکھ رکھاؤ کے طریقوں کو سکھتے ہیں۔ وہ لوگ سولڈر کرنا، اسکیمیٹکس ڈائیگرام پڑھنا اور دوسروں کو تربیت کرنا سکھاتے ہیں۔ یہ خواتین اپنے گھر واپس جاتی ہیں اور اپنے گاؤں میں روشنی پھیلانے کا کام کرتی ہیں۔ اس سے طالب علموں اور بالغوں کو اندھیرے ہونے کے بعد بھی

پڑھنے کی سہولت ملتی ہے۔ شمسی توانائی کا استعمال کئی دیگر کاموں کے لئے بھی کیا جاتا ہے، جیسے کہ سیل فون کو چارج کرنے کے لئے۔

اس کے علاوہ، بیئرفوٹ کالج نے سولر کوکر، آبی بازیابی (ریکلمیشن) منصوبہ، شمسی توانائی کے ذریعہ آبی ازالہ نمک (ڈیسیلنیشن)، کچرا نمٹانے کا نظام اور دیگر کئی اسکیموں کو تیار کیا ہے۔ انہوں نے ایپّل کمپنی کے ساتھ ایک ایسے سسٹم پر بھی کام کیا ہے، جس سے اگر بچّے دن بھر کھیتوں میں کام کرتے ہیں، تو وہ رات میں تعلیم حاصل کر سکیں‌گے۔ حال میں پی۔ ایچ۔ ڈی کر چکے طلبا نے اپنی پی۔ ایچ۔ ڈی کے بعد پوسٹ ڈوک کا ایک سال ٹلونیا میں گزارے، اور اس وقت کا استعمال زیادہ بہتر ٹکنالوجی بنانے کے لئے، پھر ان کو ہندوستان اور دنیا کے گاؤں میں جاکر لگانے کے لئے کیا۔

علم زمینی سطح سے پیدا ہوتا ہے۔ کوئی شخص صرف قومی حکومتوں پر ہی توجہ مرکوز کر سکتا ہے، لیکن ایسا کرنے کا مطلب ہوگا کہ وہ، بےشمار چھوٹی لائبریریوں، اسکولوں، گاؤوں میں بزرگوں کا علم، مندروں اور آیورویدک ڈسپینسری میں رکھے جانے والے روایتی علم اور علم کے بہت سے ذخیرے کو نظر انداز کررہا ہے۔

جمہوری اطلاع ایک مقصد ہے، جو امریکہ اور ہندوستان کے درمیان پودے کی جفتہ سازی (کروس-فرٹیلائزیشن) کا موقع فراہم کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، دونوں ممالک کے کسانوں کو ایک جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے کہ صحیح سافٹ ویئر کی حصولیابی، زراعت کرنے کی اپنی مشینوں کی مرمت، اور بیج کا دوبارہ استعمال وغیرہ۔ امریکہ اور ہندوستان دونوں کے پاس مضبوط دیہی روایات اور پورے ملک میں پھیلے ان کے چھوٹے شہروں میں عظیم وسائل موجود ہیں۔ امریکہ-ہندوستان بھائی بھائی، بہت طاقتور نعرہ رہےگا۔ امریکہ میں رہنے والے 35 لاکھ ہندوستانی نژاد کے شہری، اس شراکت داری کی تعمیر کے لئے ایک مضبوط بنیاد بن سکتے ہیں۔

سیم پترودا اکثر جمہوری اطلاع کے بارے میں بیان دیتے رہتے ہیں-یہ ایک اہم مقصد ہے۔ یہ کوئی ڈاٹا بیس نہیں ہے جس کو آزاد کیا جانا ہے۔ جمہوری اطلاع سے علم کی پیداوار اور اس کے استعمال میں بنیادی تبدیلی آئےگی۔ علم تک آفاقی رسائی ہمارے وقت کا وعدہ ہے اور اطلاع کی جمہوریت اس کا نتیجہ۔ ہمیں لازمی طور پر اس اہم مقصد پر کام کرنا چاہئیے۔

میری اپنی دریافت ہندوستان کی

ہندوستان اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ دنیا کی دو سب سے بڑی جمہوریت ہیں، اور آزادی اور قانون کی حکومت کے لئے لڑی گئی اہم لڑائیوں کی تاریخ، ان دونوں ممالک کی وراثت میں ہیں۔ یہ شاید میرے جیسے ایک مہاجر غیرہندوستانی کے لئے ہندوستان کے علم کے بارے میں صلاح و مشورہ کرنا تھوڑی گستاخی ہوگی، لیکن مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میری کوششوں کو اچّھا رد عمل ملا ہے اور میں اب ان کو مزید کوششوں کے ساتھ کرنا چاہوں‌گا۔

یہ میرا پختہ یقین ہے کہ اگر علم تک آفاقی رسائی حاصل کرنے کے لئے، اور علم کو تمام پابندیوں سے آزاد کرنے کے لئے پوری دنیا میں انقلاب لایا جائے، تو اس انقلاب کی قیادت کرنے کے لئے ہندوستان، پوری دنیا کے ممالک میں سب سے بہتر حالت میں ہوگا۔ میرے اس یقین کے پیچھے دو ایسی حکایتیں ہیں جس کو میں بتانا چاہوں‌گا۔

ڈاکٹر کوی راج ناگیندرناتھ سین گپتا کی تحریرکردہ *' دوا کے آیورویدی نظام '*، جلد-2 بنگلہ زبان میں لکھی ایک بہترین کتاب، جس کا ترجمہ سنہ 1901 میں انگریزی میں کیا گیا تھا، اس کے ایک حوالے سے میں کافی متاثر ہوا۔ سین گپتا ان ویدوں اور سنسکرت آچاریوں کی نسل تھے جنہوں نے کلکتہ میں طویل عرصے تک ڈاکٹری کی تھی۔ اس کتاب کے تعارف میں انہوں نے لکھا ہے کہ " اس ملک کا علم فروخت کرنے کے لیے نہیں ہے۔ ہندو شاستر کے مطابق علم کی فروخت قابل مذمت ہے۔ "

وہ باتیں میرے دماغ میں گونجنے لگیں۔ میں نے جتنے بھی ہندوستانی معیارات کو پوسٹ کیا ان سبھی کے اوپر بھرت منی کے نیتشتکم کے الفاظ کو لکھا، " علم ایسا خزانہ ہے جس کو چرایا نہیں جا سکتا ہے۔ " مجھے ان الفاظ کو، سال 1901 کی آیورویدی کتاب پر دیکھنے کی امید نہیں تھی لیکن فطری طورپر، مجھے اس کے لئے حیرت زدہ نہیں ہونا چاہئیے تھا۔

سین گپتا جی نے دوبارہ مجھے حیرت زدہ کیا، کیونکہ انہوں نے لارڈ فرانسس بیکن کی کلاسیکی کتاب *دی ایڈوانسمینٹ آف لرننگ* کا حوالہ دیا تھا۔ بیکن نے کہا علم کی تعمیر کا کام " منافع یا فروخت کی دکان " نہیں ہونی چاہئیے بلکہ علم کو " تخلیق کار کی تخلیق کے کثیر زخیرے کا آئینہ دار اور انسانی صورت حال کو خوشی و راحت پہنچانے والا " ہونا چاہئیے۔

ڈاکٹر سین گپتا ان کلاسیکی متون کا گہرائی سے مطالعہ کرکے وضاحت کرتے ہیں کہ یہ قدیم دور میں کیسے کام کرتے تھے :

> *" اگر کوئی شخص علم کی کسی شعبے میں مہارت حاصل کی ہو تو وہ اس علم کو اس کے قابل مستحق طالب علموں کو دینے کے لئے مجبور ہے۔ استاد اپنے طلبا کو نہ صرف تعلیم دیں گے بلکہ جب تک وہ ساتھ ہیں ان کے رہنے اور کھانے کا بھی انتظام کریں گے۔ دولتمند اور زمیندار تعلیم دینے والے اساتذہ کی مدد کریں گے۔ "*

فطری طورپر کوئی بھی شخص اس اصول کو تھوڑی مشکوک نظر سے دیکھےگا۔ جیسے شمناد بشیر نے مجھے یہ یاد کرایا تھا کہ پہلے زیادہ تر براہمن مذہبی گرنتھوں کے ابلاغ کو محتاط طریقے سے محدود رکھتے تھے۔ اگر کوئی شودر اس کو سن لیتا تھا تو وہ ان کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالکر سزا دیتے تھے۔ لیکن میرا یہ مشورہ ہے کہ علم کا ابلاغ، ذات-پات اور دیگر رکاوٹوں سے آزاد ہو کر کیا جانا چاہئیے اور یہ اصول ہندوستان کی تاریخ میں کثیر مقدار میں موجود تھا۔

روایتی علم پر میری تعلیم کے دوران، میرا سامنا ایک اور ایسے قصہ سے ہوا، جس نے مجھے پریشان کر دیا۔ میں *' ڈاکٹرنگ ٹریڈشن '* پڑھ رہا تھا، جو 19ویں صدی کے آخر میں بنگال میں آیورویدی مشق جدیدیت پر مبنی تھی۔ پچھلی صدی کی ابتدا میں، مغربی طبی تعلیم زیادہ وسیع ہو گئی تھی، لیکن ڈاکٹری کی نئی نسل میں کئی آیورویدی ڈاکٹر بھی تھے۔ انہوں نے تھرمامیٹر،خوردبین(مائکرواسکوپ) اور اسٹاپ واچ جیسے جدید آلات کو اپنایا تھا۔ نئے ہسپتال بنائے جا رہے تھے۔ فارمیسیاں بڑی اور زیادہ مرکوز ہو گئی تھیں۔

ان سبھوں کے درمیان، نئی یونیورسٹیوں اور کالجوں کی تعمیر طب کی تعلیم کے لئے کی جا رہی تھی۔ جب نئے ' اسٹانگ آیوروید ' کالج کی تعمیر ہوئی، تو اس کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے مہاتما گاندھی کو مدعو کیا گیا تھا۔

مہاتما گاندھی نے اپنے کسی ذاتی اسباب سے اس دعوت کو قبول‌کر لیا۔ وہاں پر ان کا استقبال خصوصی مہمان کے طور پر شہنائیوں کے ساتھ کیا گیا اور ان سے چند الفاظ کہنے کے لئے کہا گیا۔ انہوں نے اس کے بعد اس پورے ادارہ کی تنقید کی۔ آپ 6 مئی،1925 کی ان کی تقریروں کو مرتب کردہ کاموں کی جلد 27 کے صفحہ 42 پر پڑھ سکتے ہیں۔ مہاتما گاندھی نے اس بات پر زور دیا کہ وہ ان سب کے بارے میں کیا محسوس کرتے ہیں کہ کیسے بڑے بڑے ہسپتال اور چمکیلے ڈسپینسری، چیزوں کو بہتر بنانے کے بجائے خراب کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آیوروید ڈاکٹروں میں ادراک کی کمی ہے اور ان میں خاکساری کی بھی کمی ہے۔ یہ تو صرف ان کی ابتدا تھی۔ وہ بعد میں، اس سوال کی جڑ تک جا کر اس کی سخت تنقید کی، اور ایسا صرف گاندھی جی ہی کر سکتے تھے۔

مہاتما گاندھی کے جانے کے بعد وہاں پر افراتفری کی حالت پیدا ہو گئی۔ دعوت کمیٹی نے ان کو خط لکھا اور ان سے اپنے لفظ واپس لینے کی درخواست کی۔ انہوں نے اس کو مسترد دیا۔ میں نے ان کی یہ تقریر سیم پترودا کو بھیجا اور انہوں نے یہ کہتے ہوئے رد عمل دیا کہ وہ بہت سے نکات پر گاندھی جی سے متّفق ہیں۔ سیم نے واضح کیا کہ گاندھی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ سماج کو بیماریوں کی روک تھام پر توجہ دینی چاہئیے نہ کہ ڈاکٹروں، ادویات اور ہسپتالوں کے صنعتی ادارے کی شکل میں ترقی کرنے پر۔ گاندھی جی نے یہ بھی کہا کہ آپ کا یہ سوچنا کہ آپ کے پاس تمام جوابات ہیں ایک دم غلط ہے۔ اور وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ زیادہ تر جدید ڈاکٹر یہ سوچتے ہیں کہ تمام جوابات آیوروید کے پاس ہیں، جو غلط ہے۔ اور ان ڈاکٹروں میں عام لوگوں کے مقامی علم کے تئیں، خاکساری اور ایمان کی بھی کمی دکھتی ہے۔

ان دو حکایات نے مجھے یہ بتایا کہ کیوں جمہوری اطلاعات اور اس کی بے‌لگام آزادی کی تحریک شروع کرنےکے لئے ہندوستان ہی سب سے بہتر جگہ ہے۔ اطلاع تمام لوگوں کو دستیاب ہو، یہ خیال ہندوستانی تاریخ میں، اور جمہوریت کے جدید جمہوری ڈھانچے میں پوری طرح داخل ہے۔ مغربی ممالک کی ادویات کی اعلیٰ قیمت، روایتی علم پر پیٹینٹس، اور پورا سائنسی مجموعہ (کارپس) تک محدود رسائی، یہ تمام علم پر لگی پابندی کی علامت ہے، جس کو لوگ پہچانتے اور سمجھتے ہیں۔

ہندوستان کے لوگ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ جب علم کچھ کارپوریشن کی ذاتی جائیداد بن جاتی ہے، تو اس سے سماج کو کتنا زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ ہندوستان میں سماجی مسائل پر بحث کرنے کی روایت ہے۔ ایسا ہی گاندھی جی نے بھی کیا، جب انہوں نے اسٹانگ میں کھل‌کر تقریر کی تھی۔ ایسا ہی شہنشاہ اشوک نے کیا تھا، جب انہوں نے تمام مذاہب کے لئے رواداری کے لیے حوصلہ بڑھایا تھا اور تیسرا بودھ کونسل کو امدادکرنے میں مدد بھی کی تھی۔ اگر ہم علم کی آفاقی رسائی کے بارے میں واضح طور پر بات چیت کرتے ہیں، تو ہندوستان اس بحث کے لئے ایک دم صحیح جگہ ہے۔

یہ نوٹ کیلیفورنیا میں، یوم کرسمس پر پورا کر رہا ہوں۔ میں نے فروری میں ہندوستان جانے کے لئے ٹکٹ بک کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ نیا سال میرے لئے، اور دوسروں کے لئے بھی علم سے

بھرا سال ہوگا۔ مجھے اس سفر میں شامل کرنے کے لئے میں اپنے دوست سیم پترودا کا شکر گزار ہوں۔ جئے ہند۔ کوڈ سوراج

ٹی- ڈی- یو، بینگلور میں نباتات خانہ (ہربیریئم)

ٹی- ڈی- یو، بینگلور میں نباتات خانہ (ہربیریئم)

سابرمتی آشرم میں گاندھی جی کے کام کرنے کی جگہ

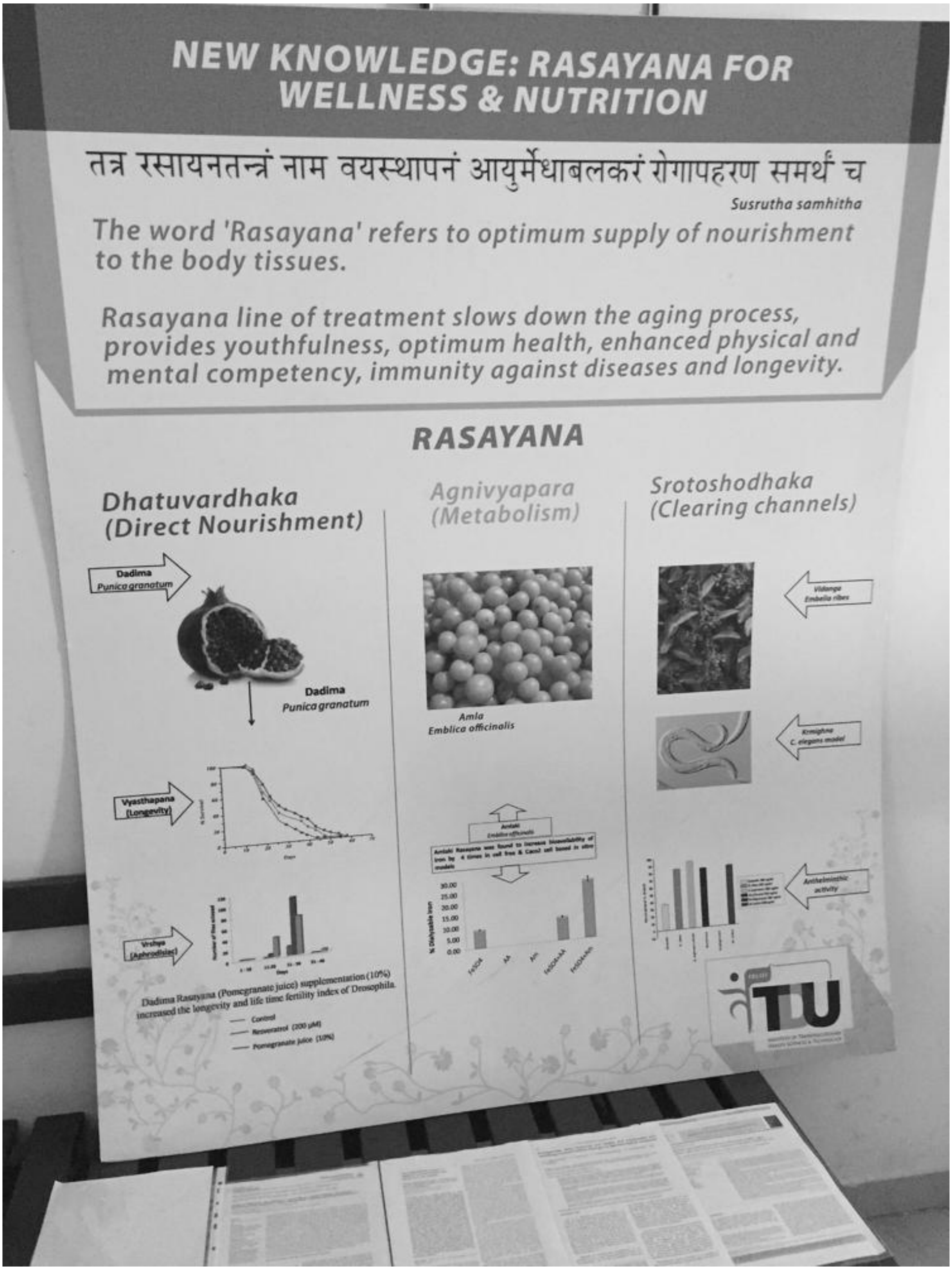

آیوروید ادویات کے روایتی نظام، کیمیا کے سائنسی تجربے پر، ڈاکٹریٹ کے طالب علموں کا ایک پوسٹر

میسور کی ملکہ کے ساتھ

رات کے کھانے پر سیم پترودا کے ساتھ- درمیان میں کھڑے ہیں ٹی_ڈی_یو کے جناب درشن شنکر ہیں-

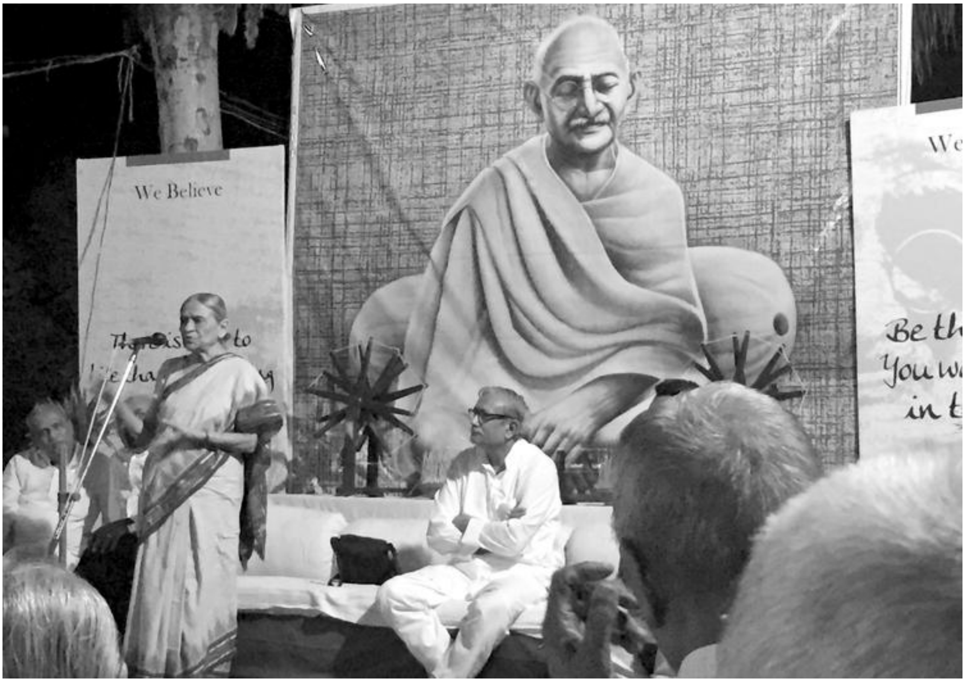

احمد آباد میں ایلا بھٹّ اور انامک شاہ تقریر کرتے ہوئے

گجرات ودیاپٹھ میں کنووکیشن تقریب کا جلوس

کتابیں، لارڈ رچرڈ ایٹنبرو کے ذریعے مرتب کردہ مجموعہ میں سے

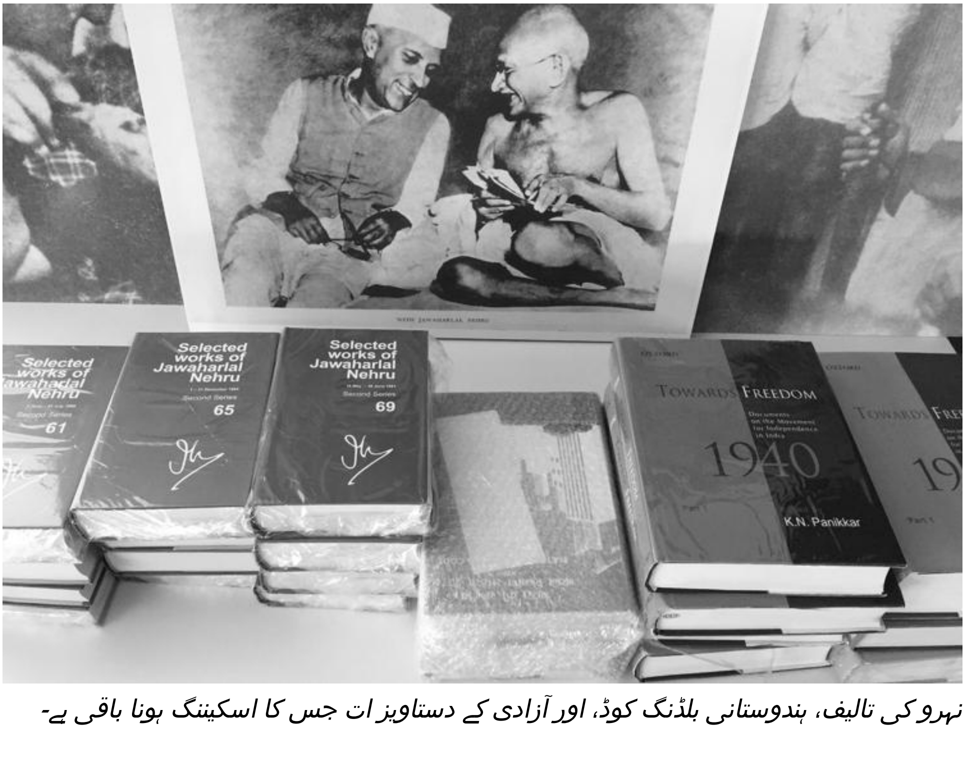

نہرو کی تالیف، ہندوستانی بلڈنگ کوڈ، اور آزادی کے دستاویز ات جس کا اسکیننگ ہونا باقی ہے۔

بیئرفوٹ کالج میں، عظیم کٹھ پتلیوں کے ساتھ

بیئرفوٹ کالج میں، خواتین شمسی لالٹین بنانے اور اس کے رکھ رکھاؤ کرنا سیکھ رہی ہیں-

بیئرفٹ کالج میں، بنکر رائے پانی کی بازیابی (ریکلیمیشن) نظام کے بارے میں سمجھا تے ہوئے۔

دنیش ترویدی کے گھر پر گجراتی کھانا

سلمان کے چیمبر میں، نشیتھ دیسائی کی فرم کی اننت مالتی اور سلمان خورشید-

سیم پترودا، گجرات ودیاپاٹھ کے طلبا سے بات چیت کرتے ہوئے

نیشیتھ دیسائی کے ساتھ، ممبئی میں انڈیا گیٹ پر

نوٹیفکیشن کے ڈبے، جو معیارات اکائیوں کو بھیجے گئے- کرک والٹر کے ذریعے لی گئی تصویر-

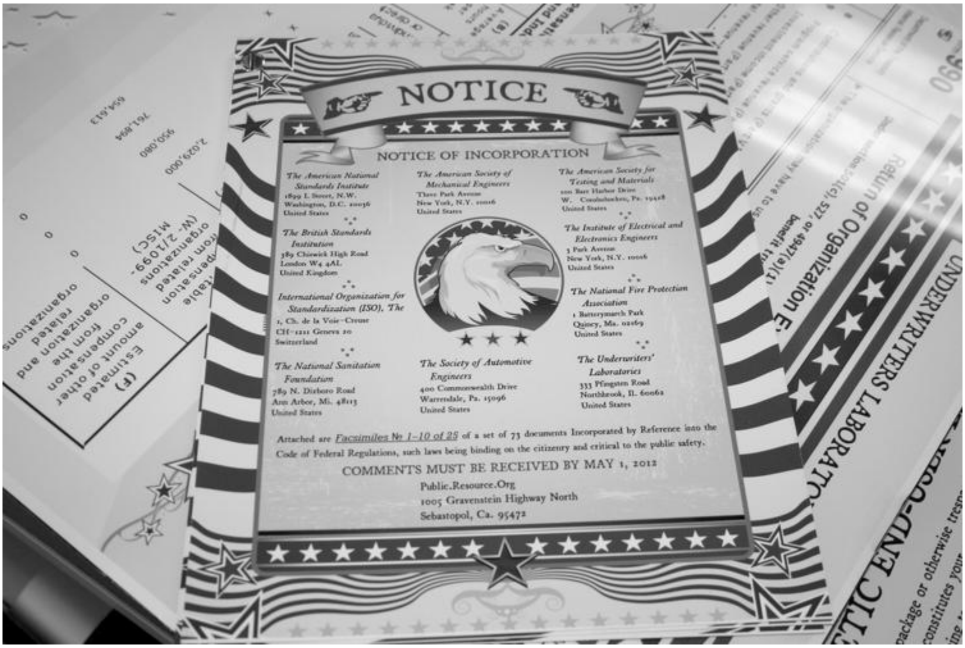

کمپنی بنانے (انکورپوریشن) کی نوٹس جو ہمارے اس اعتماد کو پیش کرتا ہے کہ قانون سبھی کو دستیاب ہونا چاہئیے-

دو ڈسک ارے میں 545 لاکھ رسالوں کے مضامین جس میں تمام انسانی علم کا ایک بڑا حصہ دستیاب ہے- ان ڈسک کو ' پبلک ریسورس ' آفس سے ہٹاکر اور دیگر جگھوں پر بھیج دیا گیا ہے-

ضمیمہ : علم پر ٹویٹس

کارل مالاموڈ، سیبسٹوپول، کیلیفورنیا، June 6, 2017

carlmalamud, 2:13PM-6 Jun 2017@
1/10 Public Resource، سائنسی مضامین / علمی ادب کو آڈٹ کر رہے ہیں۔ ہم نے امریکی حکومت کے کاموں پر اپنی توجہ مرکوز کیا ہے۔

Replying to @carlmalamud, 2:13 PM - 6 Jun 2017
2/ ہمارے آڈٹ نے یہ طے کیا ہے کہ وفاقی ملازمین یا افسروں کے ذریعے تحریرکردہ 1،264،429 جرنل کے مضامین، غالباً کاپی رائٹ سے کالعدم ہیں۔

Replying to @carlmalamud, 2:13 PM - 6 Jun 2017
3/ اس موضوع پر زیادہ تفتیش کرنے کے لئے، میں نے اس ڈاٹا بیس کی کاپی بنا لی ہے جس کو Sci Hub کہا جاتا ہے، جس میں 63 + ملین جرنل کے مضامین ہیں۔

Replying to @carlmalamud, 2:14 PM - 6 Jun 2017
4/ اس کو کاپی کرنے کا مقصد ہے، اس کا تبدیلی کے ساتھ استعمال کرنا، اور اس میں سے ان تمام مضامین کو نکالنا ہے جو عوامی شعبوں (پبلک ڈومین) کے ہیں۔

Replying to @carlmalamud, 2:14 PM - 6 Jun 2017
5 / جن 1،264،429 سرکاری رسالہ کے مضامین کا میرے پاس میٹاڈیٹا ہے، ان میں سے اب میں ممکنہ ریلیز کے لئے 1،141،505 فائلیں (90.2 %) نکال سکتا ہوں۔

Replying to @carlmalamud, 2:14 PM - 6 Jun 2017
6 / اس کے علاوہ، میرے پاس سنہ 1923 یا اس سے پہلے کے شائع شدہ 2،031،35 9 مضامین ہیں۔ ان دو زمرے کے مضامین ملکر Sci Hub کے 4.92 % مضامین ہو جاتے ہیں۔

Replying to @carlmalamud, 2:15 PM - 6 Jun 2017
7 / اضافی زمروں جس کی تفتیش کرنی باقی ہے، ان میں وہ مضامین ہیں جس کے کاپی رائٹ کا رجسٹریشن ختم (لیپس) ہو گیا ہو، اور وہ مضمون جہاں اوپن ایکسیس نہیں ہے یعنی مصنفین نے اس کے کاپی رائٹ اپنے پاس رکھ لیے ہیں۔

Replying to @carlmalamud, 2:15 PM - 6 Jun 2017
8 / پبلک ریسورس جلد ہی الیکزینڈرا کی لائبریری کا نتیجہ جلد ہی دستیاب کرائےگا، اور اس کو ناشر اور حکومتوں کو پیش کرےگا۔

Replying to @carlmalamud, 2:15 PM - 6 Jun 2017
9 / الیکزینڈرا ایلباکیان نے Sci Hub کی تشکیل کر کے اور علم تک عوامی رسائی کو ممکن بنانے کے لئے ایک گہرے اور حوصلہ-مندانہ شراکت دی ہے۔ ہم سبھی کو ان کی حمایت کرنی چاہئیے۔

Replying to @carlmalamud, 2:16 PM - 6 Jun 2017
10 / تمام علم تک آفاقی رسائی کو ممکن بنا ناہماری نسل کا ادھورا وعدہ ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے یہ خواب حقیقت بن سکتا ہے۔

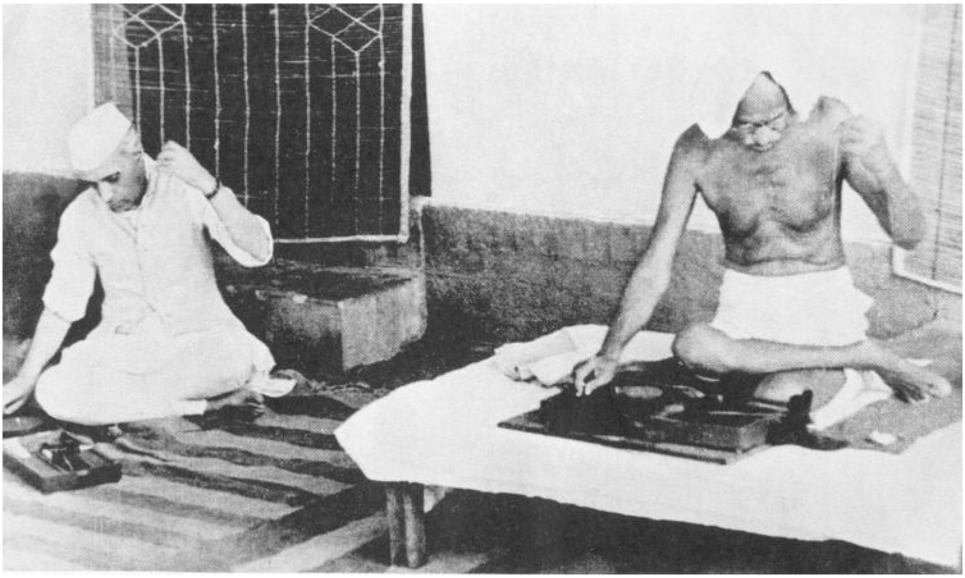

سی، ڈبلیو- ایم- جی، جلد 85 (1946)، فرنٹسپیس، نئی دلّی کی بھنگی کالونی میں جواہرلال نہرو کے ساتھ-

سی- ڈبلیو- ایم- جی، جلد 48 (1931-1932)، صفحہ 80، لنکاشائر میں کپڑا مزدوروں کے ساتھ

سی- ڈبلیو- ایم- جی، جلد 90 (1948-1947)، فرنٹسپیس

انٹرنیٹ آرکائیو پر آرون سوارٹز کی، نیولا کریڈ کے ذریعے تعمیرکردہ مجسمہ- بی- زیڈ پیٹراف کے ذریعے کھینچی فوٹو

آرون، انٹرنیٹ پر اظہار کی آزادی پر تقریر کر رہے رہیں ہیں- ڈینیل جے- سیرادسکی کے ذریعے کھینچی فوٹو

ضمیمہ : شفافیت کب مفید ہوتی ہے؟

آرون سوارٹز (Aaron Swartz)، جون، 2009

" شفافیت " ایک غیرمعینہ لفظ ہے، یہ " اصلاح" لفظ جیسا ہوتا ہے، جو سننے میں تو اچھا لگتا ہے لیکن اصل میں اس کا انسلاک اس غیر معینہ سیاسی بات سے ہوتا ہے جس کو کوئی بڑھاوا دینا چاہتا ہے۔ لیکن اس موضوع پر بات کرنا حماقت ہے کہ کیا اصلاح لفظ مفید ہے (یہ اصلاح پر منحصر کرتا ہے)، عام طور پر شفافیت پر بات کرکے ہم کسی خاص نتیجہ پر نہیں پہنچ پائیں‌گے۔ عوامی سماعت سے لےکر پولس کے ذریعے پوچھ تاچھ کے عمل کا ویڈیو ٹیپ کرنے کا مطالبہ کو شفافیت کہا جا سکتا ہے۔ اتنے بڑے زمرے کے بارے میں بات کرنا زیادہ مفید نہیں ہوتا ہے۔

عام طورپر جب کوئی آدمی آپ کو " اصلاح " یا " شفافیت " الفاظ کا معنی سمجھانے کی کوشش کرتا ہے تو آپ کو اس پر شبہ ہونا چاہئیے۔ لیکن خاص طورپر، رجعت پسند سیاسی تحریک کی اور خود کو اس طرح کے اچھے الفاظ کے پردے میں چھپا لینے کی ایک لمبی تاریخ ہے۔ مثال کے طور پر، بیسوی صدی کے ابتدائی سالوں میں ہوئی ' اچھی حکومت ' (goo-goo) تحریک کو ہی دیکھیں۔ اسے مشہور اور اہم تنظیمات (فاؤنڈیشنس) کے ذریعے مالی امداد دی گئی تھی اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ نظام سے بد عنوانی کو مٹائےگا اور سیاسی نطام کی برائیئوں کو دور کرےگا، جو جمہوریت کی ترقی میں خلل ڈالنےوالا بن رہے ہیں۔ ایسا ہونے کے بجائے یہ جمہوریت کے لئے ہی رکاوٹ بن گئی۔ یہ ان انتہا پسند امیدواروں کے لئے، جو اب منتخب ہونے کے دہانے پر تھے، ان کے انتخاب میں خلل ڈالنے والا بن گئے۔

goo-goo مصلحین نے کئی سالوں تک انتخابات کا آپریٹنگ کیا۔ انہوں نے شہری سیاست کو قومی سیاست سے الگ کرنے کا دعویٰ کیا لیکن ان کا اصل اثر تھا رائےدہندگان کو مایوس کر کے رائے دہندگی میں ان کی موجودگی کو کم کرنا۔ انہوں نے سیاستدانوں کو تنخواہ دینا بند کر دیا تھا۔ یہ بد عنوانی کو کم کرنے کی امید سے لیا گیا قدم تھا لیکن اس سے صرف یہ طے ہو سکا کہ صرف امیر لوگ ہی منتخب کے کے لئے آگے آئیں‌گے۔ انہوں نے انتخابات میں حزب مخالف (پارٹی) کے کردار کو ہٹا دیا۔ بنیادی طور سے ایسا اس لئے کیا گیا کیونکہ شہری انتخابات کا تعلق مقامی مسائل سے تھا، نہ کہ قومی سیاست سے۔ لیکن اس کا اثر مخصوص شخص کے نام کی طاقت کو بڑھانا تھا، پر رائےدہندگان کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہو گیا کہ کون سا امیدوار ان کی طرف سے ہے۔ اور انہوں نے میئر کی جگہ، غیرمنتخب شہری منتظمین کو مقرر کر دیا جس سے انتخاب میں فاتح ہونے پر بھی فاتح امیدوار کوئی موثر تبدیلی نہیں لا سکتے تھے۔

فطری طورپر، جدید شفافیت تحریک ' قدیم اچھی حکومت ' (گو-گو) تحریک سے کافی الگ ہے۔ لیکن اس کی کہانی سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہمیں غیرمنافع بخش تنظیمات کی مدد سے محتاط رہنا چاہئیے۔ میں شفاف سوچ کی ایک اور کمی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ کیسے یہ کام کو بگاڑ سکتا ہے۔ اس کی ابتدا ایسی چیز کے ساتھ ہوتی ہے جس سے آپ کو غیرمتفق ہونا مشکل ہوتا ہے۔

عوام کے ساتھ دستاویز اشتراک کرنا

جدید سماج میں نوکرشاہی کا جنم ہوا ہے اور جدید نوکرشاہی کا جاری عمل کاغذات، خطوط، اطلاعات، رپورٹوں، فارموں اور فائلوں کے نظام پر ہوتا ہے۔ عوام کو ان اندرونی دستاویزوں کا دیکھنا اصل میں اچھا لگتا ہے اور اصل میں ان دستاویزوں کی اشاعت سے اچھے نتائج بھی حاصل ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ دستاویز نیشنل سکیورٹی آرکائیو کے ہوں، جس کو اطلاع کی آزادی قانون (ایف۔ او۔ آئی۔ اے) کی وجہ سےشائع کیا جا سکا، اور جس سے اس بات کا پتا چل سکا ہے کہ دہائیوں سے ہماری حکومت پوری دنیا میں کئی غلط کام کر رہی تھی۔ یا یہ دستاویز وہ ہوں جس کو کارل مالاموود اور اس کے اسکیننگ کے چلتے ہمیں ملے ہوں، جس نے بہت ہی زیادہ مقدار میں، حکومت کے مفید دستاویزوں کو، قانون سے لےکر فلموں تک کے دستاویزوں کو، انٹرنیٹ کے ذریعے تمام لوگوں کو دستیاب کرا دیا ہے۔

مجھے ایسا شک ہے کہ کچھ لوگ اپنی سیاسی ترجیحات کی فہرست میں " سرکاری دستاویزوں کو ویب پر شائع کرنے " کو مقدم رکھ سکتے ہیں، لیکن یہ بہت ہی آسان منصوبہ ہے (یہ ایک طرح سے بہت سے مواد کو اسکینر سے گزارنا ہی ہے) اور اس میں بہت زیادہ خطرہ بھی نہیں ہے۔ سب سے بڑی فکر کی بات ہے رازداری کی، جس کو بچائے رکھنے کے لئے مناسب قدم اٹھائے جا چکے ہیں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں، ایف۔ او۔ آئی۔ اے اور رازداری قانون ((PA) اس تعلق سے واضح انضباطی ہدایات دیتا ہے کہ لوگوں کو رازداری کی حفاظت کرتے ہوئے، دستاویزوں کی اشاعت کو کیسے متعین کیا جا سکتا ہے۔

ممکنہ : سرکاری دستاویزوں کو آن لائن کرنے کے مقابل یہ زیادہ مفید ہوگا کہ کارپوریٹ اور غیرمنافع بخش رکارڈوں تک کی رسائی کو عوامی بنائی جا سکے۔ رسمی حکومت سے باہر، بہت سی سیاسی سرگرمیاں ہوتی ہیں اور اس طرح وہ ایف۔ او۔ آئی۔ اے قانون کے کام کے شعبے سے باہر ہوتی ہیں۔ لیکن ایسی چیزیں، شفافیت پر کام کرنے والے کارکنان سے رڈار سے مکمل طورپر باہر ہوتی ہیں۔ اس کے بجائے بڑے بڑے کارپوریشن، جن کو حکومت سے اربوں ڈالر کی امداد حاصل ہوتی ہیں، اپنے دستاویزوں کو مکمل طورپر خفیہ رکھتے ہیں۔

عوام کے لئے ڈاٹا بیس تیار کرنا

بہت سے پالیسی سے متعلق سوالات، آپسی مفادات کے مقابلے کی لڑائی ہیں کوئی بھی کار ڈرائیور ایسی کار نہیں چاہتا ہے، جو موڑتے وقت لڑھک جائے اور ان کی جان لے لے، لیکن کار کمپنیاں ایسی کاریں بیچتی رہتی ہیں۔ اگر آپ کانگریس کے ممبر ہیں، تو مذکورہ دو باتوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا آپ کے لئے مشکل ہوگا۔ ایک طرف آپ ایسے لوگوں کے ذریعے منتخب ممبر ہیں، جنھوں نے آپ کے لئے رائے دہندگی کی ہے۔ لیکن دوسری طرف وہ بڑے کارپوریشن ہے، جس نے آپ کے انتخابی مہم کے لئے رقم کا انتظام کیا ہے۔ اصل میں ایسی حالت میں آپ، کسی بھی ایک فریق کی زیادہ ناراضگی، سنبھال نہیں سکتے ہیں۔

اس لئے، کانگریس سمجھوتہ کرانے کی کوشش کراتی ہے۔ اس طرح کے سمجھوتے کی مثال ہے، ٹرانسپورٹیشن ریکال انہانسمینٹ، اکانوٹبلیٹی اینڈ ڈاکیومینٹیشن (ٹی۔ آر۔ ای۔ اے۔ ڈی) قانون۔ محفوظ

کاروں کی مانگ‌کے بجائے، کانگریس کار کمپنیوں سے یہ توقع کرتی ہے کہ ان کی کار کی کن کن حالات میں لڑھکنے کا امکان ہے اس کی وہ رپورٹ کریں۔ اور یہ ہے شفافیت کی پھر سے جیت!

یا، ایک اور زیادہ مشہور مثال یہ ہے : واٹرگیٹ کے بعد، لوگ اس بات سے کافی غمگین تھے کہ سیاستدانوں کو بڑے کارپوریشن سے لاکھوں ڈالر ملتے ہیں۔ لیکن، دوسری طرف کارپوریشن، سیاستدانوں کو رقم دستیاب کرانے میں کافی مستعد رہتے ہیں۔ اس لئے اس پیٹرن پر روک لگانے کے بجائے، کانگریس نے صرف یہ مطالبہ کیا کہ سیاستداں ایسے تمام لوگوں پر نظر رکھیں، جو ان کو رقم مہیّا کراتے ہیں، اور وہ اس کی ایک رپورٹ عوامی جائزے کے لئے پیش کریں۔

مجھے اس طرح کی پیٹرن بہت ہی مضحکہ خیز لگتی ہے۔ جب آپ ایک انضباطی (ریگولیٹری) ایجنسی بناتے ہیں، تو آپ ایسے لوگوں کا گروپ بناتے ہیں جن کا کام کچھ مسائل کا حل کرنا ہوتا ہے۔ ان کو ان لوگوں کی تفتیش کرنے کا حق دیا جاتا ہے، جو قانون توڑ رہے ہوں اور ان کو ایسا اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو سزا دے سکیں۔ دوسری طرف، شفافیت ایسے کاموں کو حکومت کو دینے کے بجائے معمولی شہریوں کو سونپ دیتی ہے، جن کے پاس ایسے سوالوں کو تفتیش کرنے کے لئے، نہ تو وقت ہے اور نہ ہی صلاحیت۔ اور ان کے ذریعے اس کے بارے میں کچھ قدم اٹھانا تو دور کی بات ہوگی۔ یہ ایک تماشہ ہے : جس سے ایسا لگتا ہے کہ کانگریس اس اہم مسائل کے بارے میں کچھ کام کر رہی ہے، لیکن کارپوریشن منتظمین (اسپانسرس) کو بغیر کسی خطرے میں ڈالے۔

ڈاٹا بیس کا تجزیہ کرنا، عوام کے لئے

یہ وہ صورت حال ہے جب تکنیکی ماہرین آتے ہیں۔ " کچھ چیزوں کے بارے میں عوام کو صحیح سے سمجھنا کم مشکل ہوتا ہے؟ " ان سے یہ سننے کو ملتا ہے کہ " ہم لوگ جانتے ہیں اس کو کیسے ٹھیک کرنا ہے " اس لئے وہ ڈاٹا بیس کی ایک کاپی ڈاؤن لوڈ کرتے ہیں اور اس کے خلاصے کے اعداد و شمار تیار کرکے، اس کے آس پاس خوبصورت تصویروں کو ڈال‌کر، اور اس میں کچھ خاص سرچ اور ویزولائیجیشن کی صفت کے ساتھ عوام کے استعمال کے لئے اس کو انٹرنیٹ پر ڈال دیتے ہیں۔ اب تفتیش کرنے والے شہری، انٹرنیٹ پر جاکر اس بات کا پتا لگا سکتے ہیں کہ ان کے سیاستدانوں کو مالی امداد کون فراہم کر رہا ہے، اور ان کی کار کتنی خطرناک ہیں۔

غیرمعتبر لوگ اس کو پسند کرتے ہیں۔ حال ہی کی کئی بےضابطگی سے متاثر اور حکومت مخالف جذبے سے شرابور لوگ، حکومت کے تئیں خائف رہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ " ہم منتظمین پر اعتماد نہیں کر سکتے ہیں "۔ " ہمیں خود ان اعداد و شمار کا تجزیہ کرنا ہوگا "۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ٹکنالوجی کوئی بہتر حل نکالےگی۔ آپ کو صرف اس کو آن لائن کرنا ہےلوگ کم سے کم ڈاٹا کا جائزہ تو لے سکتے ہیں، بھلےہی وہ کسی کے پر اعتماد نہیں کریں گے۔

صرف ایک مسئلہ ہے : اگر آپ ضابطہ کار پر اعتماد نہیں کر سکتے ہیں، تو آپ ڈاٹا پر اعتماد کرنے کے بارے میں کیسے سوچ سکتے ہیں؟

ڈاٹا بیس تیار کرنے کا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ اس کو پڑھنا مشکل ہوتا ہے ؛ بلکہ یہ ہے کہ اس کا صحیح سے تجزیہ نہیں کیا جا سکتا ہے اور نا ہی اس پر عمل کیا جا سکتا ہے، اور اس میں ویب سائٹ سے بھی کوئی مدد نہیں ملتی ہے۔ کیونکہ ا س کی توثیق کی جانچ کرنے کا کوئی افسر نہیں ہوتا ہے اس لئے شفافیت والے ڈاٹا بیس میں دی گئی زیادہ تر باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔ کبھی کبھی وہ

اتنے سنگین جھوٹ بولتے ہیں، جیسے کچھ کارخانے کام کرنے کی جگہ پر لگنے والے زخموں کے بارے میں اپنے پاس دو رجسٹر رکھتے ہیں : جن میں سے ایک صحیح ہوتا ہے جس میں ہرایک زخم کی روداد درج کی جاتی ہے، اور دوسرا حکومت کو دکھانے کے لئے ہوتا ہے جس میں صرف 10 % زخموں کی روداد کو دکھایا جاتا ہے۔ انھیں اور بھی چالاکی سے دکھایا جاتا ہے : کچھ فارم تو غلط طریقے سے بھرے ہوں گے، کچھ میں ٹائپنگ کی غلطی رہےگی، یا کچھ ڈاٹا کو اس طریقے سے بدل دیا گیا ہوگا کہ اس کو فارم میں دکھایا ہی نہ جا سکے۔ ان ڈاٹابیسوں کو پڑھنے کے لئے آسان بنانے کا نتیجہ ہو جاتا ہے ان کو آسانی سے پڑھنے لائق بننا، لیکن صرف جھوٹی باتوں کا۔

تین مثالیں :

•کانگریس کے کام کاج عوام کو دیکھنے کے لئے اوپن ہیں، لیکن اگر آپ ایوان کی منزل پر جاتے ہیں (یا اگر آپ ان شفافیت سائٹوں میں سے کسی ایک پر جاتے ہیں) تو آپ پاتے ہیں کہ وہ اپنے تمام وقت گزارتے ہیں، ڈاکخانوں کے نام دینے پر۔ سبھی اصل کام، ہنگامی اہتماموں کے ذریعے منظور کئے جاتے ہیں، اور کسی معمولی بلوں کے ذیلی حصوں میں چھپے رہتے ہیں۔ (بینک کو بچانے کا کام، پال ویلسٹون کے دماغی صحت قانون کے اندر رکھا گیا تھا)۔ میٹ ٹیبّی (Matt Taibbi) کی ' *دی گریٹ ڈرینزمینٹ* ' (اسپائجیل اینڈ گراؤ) اس کہانی کو بتاتی ہے۔

•ان سائٹوں میں سے کئی سائٹیں آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ آپ کے منتخب سرکاری افسر کون ہیں، لیکن آپ کے منتخب سرکاری افسران کا اصل میں کیا اثر پڑا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں رہتا ہے؟ 40 سال تک، نیویارک کے لوگوں نے یہ سمجھا تھا کہ ان کو اپنے منتخب افسران بلدیاتی کونسل، چیئرمین، گورنر کی حکومت تھی۔ لیکن رابرٹ کیرو نے ' دی پاور بروکر (ونٹیج) ' میں بتایا کہ، وہ تمام لوگ غلط تھے۔ نیویارک میں طاقت صرف ایک ایسے شخص کے ذریعے منضبط تھا، جو ہر بار انتخاب میں ناکام رہا، ایسا شخص جس کے بارے میں کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ اس کے پاس پورا کنٹرول ہے : اور وہ شخص تھا پارکوں کا کمشنر، رابرٹ موزیز۔

•انٹرنیٹ پر بہت ساری سائٹیں آپ کو یہ بتائےگی کہ آپ کے نمائندے کو کس سے پیسہ ملتا ہے، لیکن ان کا کھلا ہوا چندہ انھیں ملے، اصل چندے کا بہت ہی چھوٹا حصہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ کین سلورسٹین نے ہارپر ناشر کے لئے اپنے مضامین کی سریز میں ذکر کیا ہے کہ کیسے ایک کانگریس کا ممبر ہونے کی وجہ سے ایسے لوگوں کو کئی طریقے سے منافع (پرکس) اور نقدی بڑی مقدار میں ملتی ہے جبکہ یہ بات چھپائی جاتی ہے کہ یہ آیا کہاں سے۔ ان میں سے کچھ مضامین ان کی کتاب ' ترکمینسکیم (رینڈم ہاؤس) ' میں شامل ہیں۔

شفافیت کے مداح، اس لفظ کے چاروں طرف چکر لگاتے رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں، " ٹھیک ہے لیکن کچھ تو ڈاٹا صحیح ہوںگے۔ اگر ایسا نہ بھی ہو تو کیا ہم یہ نہیں سیکھتے کہ لوگ کس طرح جھوٹ بولتے ہیں؟ "ممکنہ طور پریہ صحیح ہے، حالانکہ اس بارے میں کوئی اچھی مثال ملنی مشکل ہے (اصل میں ایسے شفاف کام کی کوئی اچھی مثال سوچنا مشکل ہے، جس میں کچھ بھی تصدیق ہوئی ہو، سوائے اس کے کہ اس میں شفافیت زیادہ ہوئی ہے)۔ لیکن ہرایک چیز کی اپنی ایک قیمت ہوتی ہے۔

دنیا بھر میں شفافیت منصوبوں کے لئے سینکڑوں لاکھ ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں۔ وہ پیسہ آسمان سے نہیں آتا ہے۔ سوال یہ نہیں ہے کہ شفافیت بالکل نہ ہونے کے بجائے کچھ شفافیت تو بہتر ہے : بلکہ یہ کہ کیا ان وسائل کو خرچ کرنے کے لئے، شفافیت ہی سب سے مفید ہے۔ اگر ان وسائل کا استعمال دوسری جگہ پر کیا جائے تو کیا اس کا اثر نسبتاً بہتر نہیں ہوگا۔

مجھے ایسا ہی لگتا ہے۔ یہ سارا پیسہ، براہ راست جواب حاصل کرنے کے مقصد سے خرچ کیا گیا، نہ کہ صرف کچھ کام کرنے کے لئے۔ عمل کرنے کی طاقت کے فقدان میں، دنیا کے زیادہ تر قابل مطالعہ ڈاٹابیسوں سے کوئی زیادہ اثر نہیں پڑےگا، اگرچہ یہ مکمل طورپر صحیح بھی ہوں توبھی۔ اس لئے لوگ آن لائن پر جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ تمام کاریں خطرناک ہیں، اور تمام سیاستداں خراب ہیں۔ یہ جاننے کے بعد بھی وہ کیا کر سکتے ہیں؟

یقینی طور پر، وہ چھوٹی تبدیلی کر سکتے ہیں۔ اس سیاستداں کو شاید دوسرے کے مقابلے میں کچھ کم تیل کی رقم ملتی ہے، اس لئے میں اس کو اپنا ووٹ دوں‌گا (دوسری طرف، ہو سکتا ہے کہ وہ بہتر طریقے سے جھوٹ بولتا ہو، اور تیل کی رقم کو وہ کسی پی۔ اے۔ سی یا دیگر تنظیمات (فاؤنڈیشن) یا دیگر مبلغین (لابی ایسٹ) کے ذریعے لیتاہو، لیکن اس سے وہ کسی بڑے مسائل کا حل نہیں کر سکتے ہیں جو حکومت کر سکتی ہے : ویب سائٹ پڑھنے والے تھوڑے سے لوگ، کار کمپنی کو مجبور نہیں کر سکتے ہیں کہ وہ محفوظ کار بنائیں۔ آپ اپنے اصل مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کچھ نہیں کر پائے ہیں : آپ نے اس کو اور زیادہ مایوس کن بنا دیا ہے : تمام سیاستداں خراب ہیں، تمام کاریں خطرناک ہیں۔ آپ کر ہی کیا سکتے ہیں؟

ایک اختیار

المیہ یہ ہے کہ انٹرنیٹ کچھ ایسا بھی دستیاب کراتا ہے جس میں آپ کچھ کر سکتے ہیں۔ اس نے لوگوں کو اپنا گروپ بنانا، اور ایک ساتھ مل‌کر معقول کام کرنا، پہلے سے کہیں زیادہ آسان کر دیا ہے۔ اور اس کے ذریعے لوگوں کو ایک ساتھ آنے سے، نہ کہ ویب سائٹ پر پڑے ڈاٹا کے تجزیے سے اصل سیاسی ترقی ہو سکتی ہے۔

ابھی تک ہم نے چھوٹے مسائل کو دیکھا ہے کہ لوگ انٹرنیٹ پر جو بھی دیکھتے ہیں اس کی نقل کر کےاس کو سیاست میں نافذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ویکیپیڈیا اچھا کام کر رہا ہے، تو آپ سیاسی ویکیپیڈیا بنا دیتے ہیں۔ سبھی لوگ سوشل نیٹورک کو پسند کرتے ہیں اس لئے آپ سیاسی سوشل نیٹ ورک بنا دیتے ہیں۔ لیکن یہ آلات اپنی اصل سیٹنگ میں تو کام کرتی ہیں کیونکہ اس میں وہ ایک مخصوص مسئلہ کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں نہ کہ اس سبب کہ وہ کوئی جادو کی چھڑی ہیں۔ سیاست میں ترقی کرنے کے لئے، ہمیں یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اس کے مسائل کا حل کیسے کیا جا سکتا ہے، نہ کہ ویسی تکنیک کو نقل کرکے، جو دیگر شعبوں میں کامیاب ہوئے ہیں۔

ڈیاٹا تجزیہ اس کا ایک حصہ ہو سکتا ہے، لیکن یہ ایک بڑی تصویر کا حصہ ہے۔ لوگوں کے اس گروپ کے بارے میں سوچیں، جو کسی خاص مسئلہ کا سامنا کرنے کے لئے ساتھ مل‌کر کام کرنے کے لئے آئے ہیں، جیسے کہ غذائی تحفظ کا مسئلہ۔ آپ کے پاس ایسے تکنیکی ماہر ین ہو سکتے ہیں، جو مدافعتی رکارڈوں پر نظر رکھتے ہیں، نامہ نگاروں کا فون کالوں کی تفتیش کرتے ہیں، عمارتوں میں در ریختگی کرتے ہیں، ایسے وکیل ہوں سکتے ہیں جو دستاویزوں سے متعلق سمّن جاری کرتے

ہیں اور مقدمہ دائر کرتے ہیں، ایسے سیاسی منتظم ہو سکتے ہیں جو منصوبہ کی حمایت کرتے ہیں اور رضاکاروں کو مربوط کرتے ہیں، ایسے کانگریس کے ممبر ہوں سکتے ہیں جو آپ کے مسائل پر سماعت کرنے کے لئے دباؤ ڈالتے ہوں اور آپ کے مسائل کو سلجھانے کے لئے قانون منظور کراتے ہوں، اور آپ سے متعلق ایسے فطری بلاگر اور مضمون نگار ہوں سکتے ہیں جو آپ کی کہانی کو، جیسےجیسے یہ ترقی یافتہ ہوتی رہتی ہے، اس کو سناتے رہتے ہیں۔

تصور کیجئے : ایک تفتیشی جماعت، ایک مسائل پر کاروائی کر رہی ہے، سچ کا پتا لگا رہی ہے اور اصلاح کے لئے زور دے رہی ہے۔ فطری طورپر وہ ٹکنالوجی کا استعمال کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ سیاست اور قانون کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ سب سے اچّھی حالت میں، شفافیت قانون آپ کو دیگر ڈاٹا بیس دیکھنے کی صلاحیت عطا کرتا ہے۔ لیکن ایک مقدمہ (یا کانگریس سے متعلق تفتیش) آپ کو تمام ڈاٹا بیس کو دیکھنے کے لئے اور اس کے پیچھے کے سورس رکارڈ کو بھی دیکھنے کے لئے حق ملتا ہے، اور اس کے بعد لوگوں کو حلف دلاکر ان سے پوچھ تاچھ کرنے کا حق بھی ملتا ہے۔ ان سبھی کا جو بھی معنی ہو، یہ آپ کو اپنی ضرورت کے مطابق پوچھ تاچھ کرنے کا حق ملتا ہے، نہ کہ اس چیز کی پیش گوئی کرنے کے لئے جس کی کبھی مستقبل میں آپ کو ضرورت پڑےگی۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں پر ڈاٹا عمل اصل میں مفید ہو سکتا ہے۔ اس کا استعمال، نہ تو کسی رینڈم سرور کو ویب پر طے شدہ جواب فراہم کرنے کے لئے ہوگا بلکہ اس کا استعمال بےقاعدگی، اور نمونے کی شناخت کے لئے، اور ایسے سوالوں کا جواب تلاش نے کے لئے جس کی تفتیش دوسرے لوگ کر رہے ہوں۔ اس کا استعمال کوئی مصنوعات بنانے کے لئے نہیں ہوگا بلکہ یہ کسی دریافت کے عمل میں حصہ لینے کے لئے مفید ہوگا۔

لیکن اس کو تبھی کیا جا سکتا ہے جب اس تفتیشی جماعت کے ممبر دیگر لوگوں کے ساتھ ملکر کام کرتے ہیں۔ وہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کر سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ " ٹکنالوجی "، " صحافت " اور " سیاست " کے زمروں میں منقسم نہ ہوں۔

ابھی، تکنیکی ماہرین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ وہ کسی بھی مسئلہ پر ڈاٹا کا پتا لگانے کے لئے فطری فورم کی تعمیر کر رہے ہیں۔ صحافی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ وہ حقیقتوں پر نظر رکھنے کے لئے رہتے ہیں۔ اور سیاست سے متعلق لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ان کو پہلے سے ہی جواب معلوم ہے اور انھیں کسی اور سوالوں کی تفتیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تمام اپنی اپنی حدود تک محدود ہیں، اور وہ بڑا منظرنامہ نہیں دیکھ پا رہے ہیں۔

میں بھی تھا۔ میں ان مسائل کے بارے میں کافی سنگین ہوں۔میں بدعنوان سیاستداں نہیں چاہتا ہوں ؛ میں نہیں چاہتا تھا کہ کاریں لوگوں کی جان لیں، اور ایک تکنیکی ماہرین کے طور پر مجھے ان کا حل کرنے میں خوشی ملےگی۔ اس لئے میں شفافیت کے مطالبے کے بہاؤ میں بہہ گیا۔ میں ان چیزوں کو کرنے لگا، جس کو میں بہت اچھے طریقے سے کر سکتا ہوں۔ جیسے کوڈ لکھنا، ڈاٹا بیس کی تفتیش کرنا۔ مجھے لگا کہ اس سے میں دنیا کو بدل سکتا ہوں۔

لیکن یہ کچھ زیادہ کام نہیں کرتا ہے۔ ڈاٹا بیس کو آن لائن ڈالنے سے مسئلہ کا حل نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ شفافیت لفظ سننے میں جتنا اچھا لگتا اتنا اصل میں نہیں ہوتا ہے۔ لیکن یہ خود کو غلط فہمی میں ڈالنے کے لئے اچھا تھا۔ مجھے صرف یہ کرنا تھا کہ چیزوں کو آن لائن کر دینا، اور پھر یہ

سوچنا کہ کہیں نہ کہیں کوئی شخص اس کو ضرور مفید پائےگا۔ آخرکار، تکنیکی ماہرین تو ایسے ہی کام کرتے ہیں، ہے نا؟ ورلڈ وائڈ ویب کو خبروں کی اشاعت کرنے کے لئے ڈیزائن نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کو غیر جانبدارانہ پلیٹ فارم کے طور پر ڈیزائن کیا گیا تھا، جو کسی بھی طرح کی اشاعت کے لئے، سائنس کی اشاعت سے لےکر فحش ادب تک کی اشاعت کے لئے معاون ہوگا۔

سیاست اس طرح سے کام نہیں کرتی ہے۔ ایک وقت تھا جب نیویارک ٹائمس کے فرنٹ پیج پر کسی مسئلہ کی تفصیل اس بات کی گانرٹی ہوتی تھی کہ اب اس کو سلجھا لیا جائےگا، لیکن یہ سب اب پرانی بات ہو چکی ہے۔ کسی معاملہ کا سامنے آنا، اس کی تفتیش ہونا، اس کی رپورٹ آنا اور پھر اس کو سلجھا دینے کا عمل اب پوری طرح سے منقطع ہو چکا ہے۔ تکنیکی ماہرین کا صحافیوں پر بھروسہ نہیں رہا ہے تاکہ وہ ان کے مواد کا استعمال کر سکیں ؛ صحافیوں کا سیاستدانوں پر بھروسہ نہیں رہا ہے کہ وہ ان کے ذریعے اجاگر کئے گئے مسائل حل کر سکیں گے۔ تبدیلی ہزاروں لوگوں کے کام کرنے سے نہیں ہوتی، تبدیلی کے لئےاگر وہ سبھی اپنے اپنے الگ الگ طریقوں کو اپناتے ہیں۔ اور لوگوں کو ایک معقول مقصد کے لئے ساتھ ملکر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسا تکنیکی ماہرین کے ذریعے خود کرنا بہت ہی مشکل ہے۔

لیکن اگر وہ سبھی اس کو اپنے واحد مقصد کےطور پر لیتے ہیں، تو وہ اس مسئلہ کے تئیں اپنی مکمّل قابلیت اور مہارت لگا سکتے ہیں۔ وہ اپنی کامیابی کو، ان لوگوں کی تعداد سے ناپ سکتے ہیں، جن میں اس تبدیلی کی وجہ سے اصلاح ہوئی ہو، نہ کہ وہ اپنی کامیابی کو، اپنی ویب سائٹ پر آنے والے لوگوں کی تعداد سے ناپیں۔ وہ یہ سیکھ سکتے ہیں کہ کون سی ٹکنالوجیاں اصل میں تبدیلی لا رہی ہیں اور کون سی صرف اطمینان دیتی ہیں۔ وہ اسے اعادہ کر سکتے ہیں، اس میں اور اصلاح کر سکتے ہیں اور پھر اس کو بڑے پیمانے پر کر سکتے ہیں۔

شفافیت ایک طاقتور چیز ہو سکتی ہے، لیکن یہ ایک مختلف کام نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا بند کریں کہ ہمارا کام صرف وہاں سے ڈاٹا کو نکالنا ہے، اور یہ دیکھنا دوسرے لوگوں کا کام ہے کہ ڈاٹا کا کس طرح استعمال کیا جائے۔ آئیے ہم طے کریں کہ ہمارا کام ہے، دنیا میں اچھائی کے لئے لڑنا۔ میں ان تمام حیرت انگیز وسائل پر کام کرنا چاہتا ہوں۔

نوٹس

1۔ زیادہ معلومات کے لئے، http://sociology.ucsc.edu/whorulesamerica/power/local.html ویب سائٹ دیکھیں۔

2۔ فاسٹ فوڈ نیشن، ایرک شلوسیر، ہافٹن مفلن، 2001

سی- ڈبلیو- ایم- جی، جلد 74 (1941)، فرنٹسپیس، ڈانش ٹاکلی کے ساتھ کتائی کرتے ہوئے-

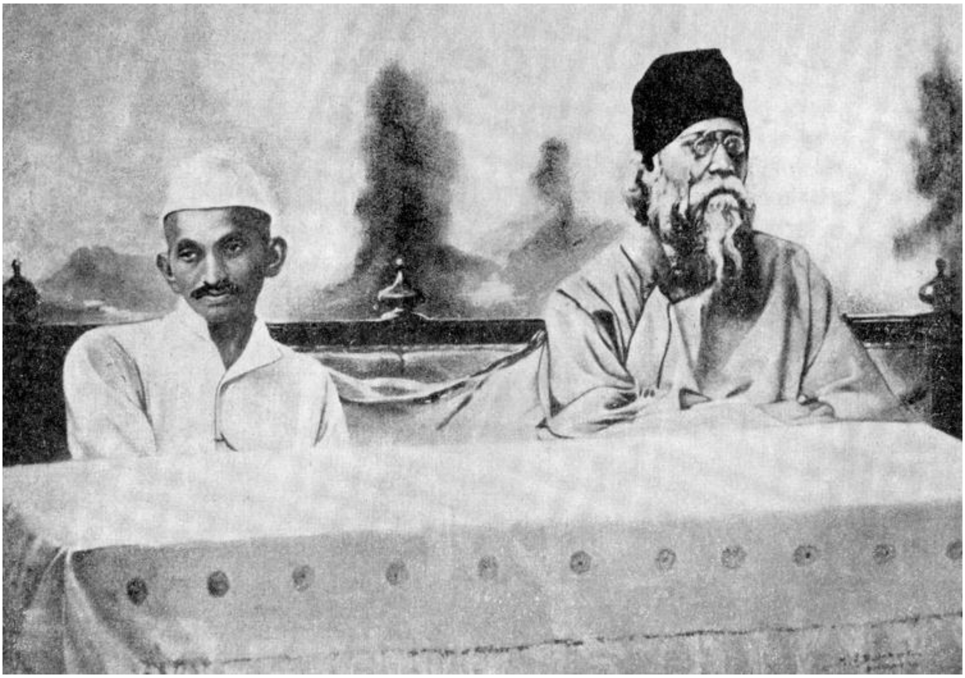

سی- ڈبلیو- ایم- جی، جلد 17 (1920)، صفحہ 169، گاندھی جی، ٹیگور کے ساتھ احمد آباد میں، اپریل، 1920

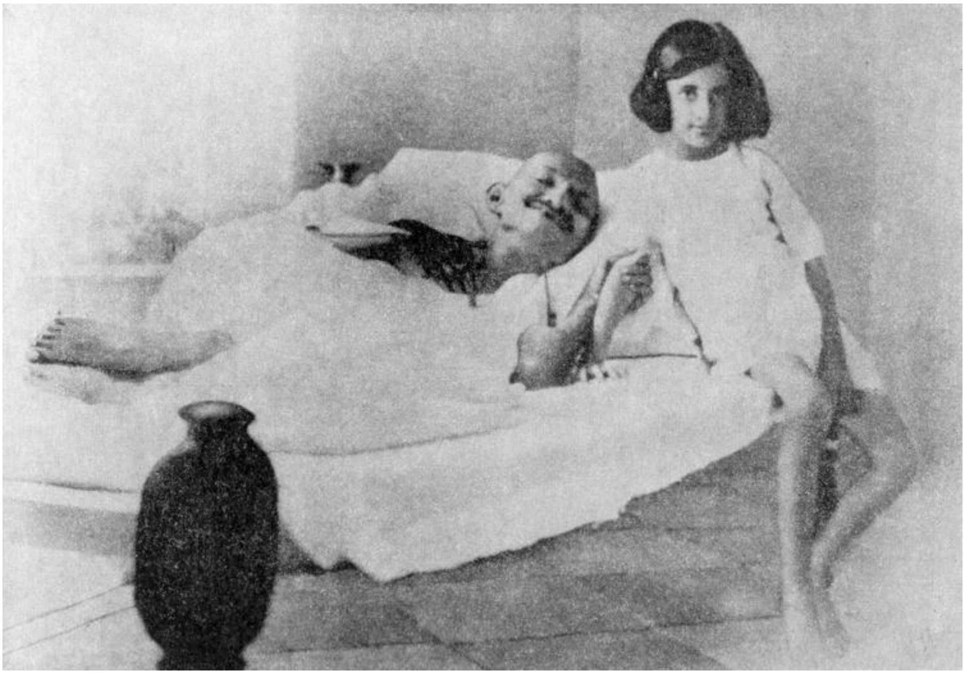

سی- ڈبلیو- ایم- جی، جلد 25 (1924-1925)، صفحہ 177، گاندھی جی بھوک ہڑتال کے دوران، اندرا کے ساتھ-

سی- ڈبلیو- ایم- جی، جلد 86 (1947)، صفحہ 225، نواکھالی میں، پوجا کے بعد-

سی- ڈبلیو- ایم- جی، جلد 89 (1947)، فرنٹسپیس-

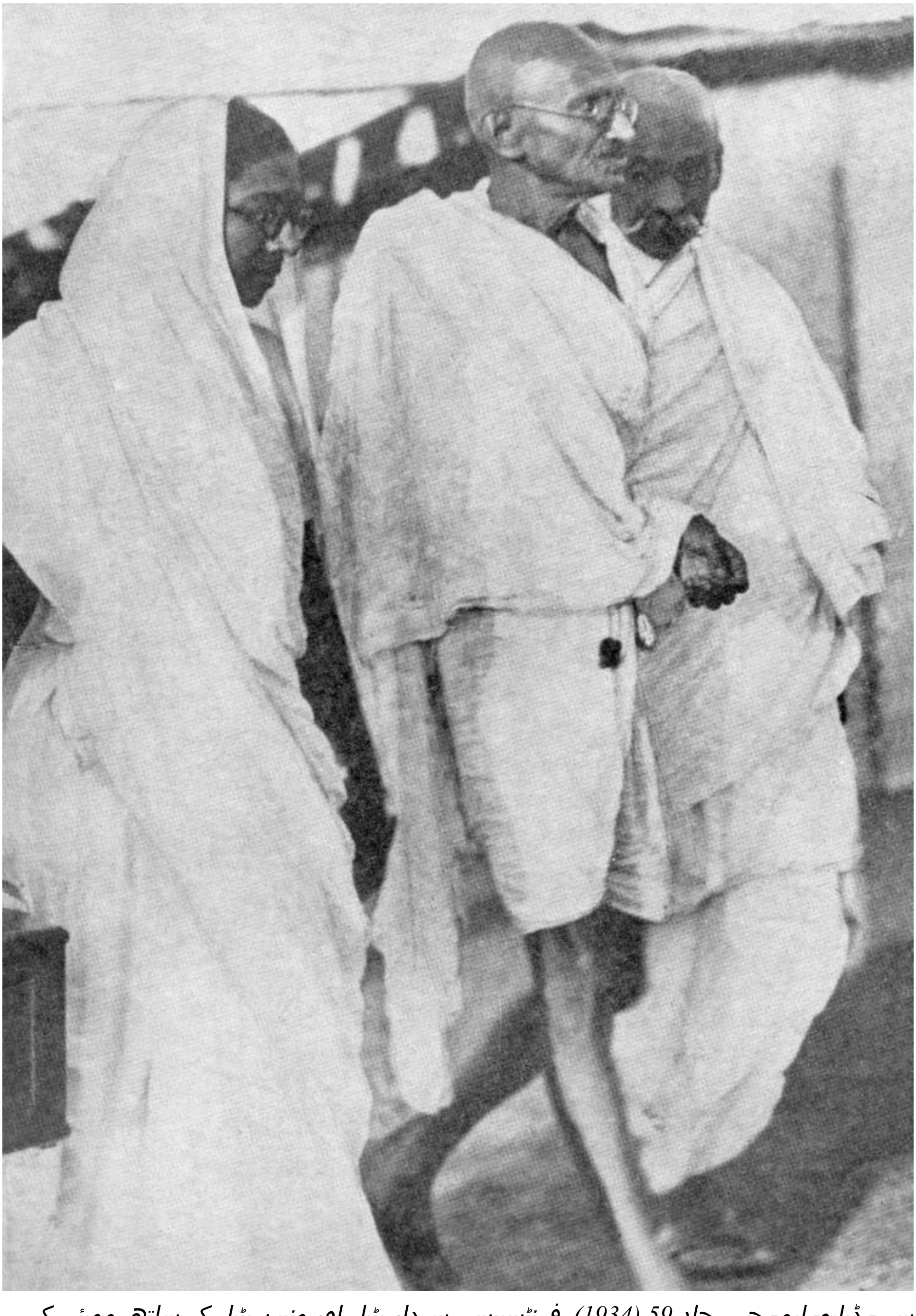

سی- ڈبلیو- ایم- جی، جلد 59 (1934)، فرنٹسپیس، سردار پٹیل اور منبین پٹیل کے ساتھ، ممبئی کے کانگریس سیشن میں-

منتخب اسباق

ایڈمس، جان، *جان ایڈمس: ریوولیوشنری رائٹنگ، 1775-1755*، لائبریری آف امریکہ، 2011.

ایلنسکی، ساؤل ڈی، *رولس فار ریڈیکلس*، ونٹیج، 1989.

ایلن، چارلس، *اشوک: دی سرچ فار انڈیا'ز لاسٹ ایمپیرر*، لٹل، براؤن، 2012.

امبیرڈکر، بی آر.، *اینہلیشن آف کاسٹ*، سیلف-پبلشڈ، 1936، سال، 2014.

آسٹن، گرین ویلو، *دی انڈین کانسٹچیوشن: کارنرسٹون آف اے نیشن*، کلرنڈن پریس، 1966.

بیکن، لارڈ فرانسس، *دی ایڈوانسمینٹ آف لرننگ اینڈ نیو اٹلانٹس*، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1984.

بھٹاچاریہ، سبیساچی، *مہاتما گاندھی د جرنلسٹ*، فریزر، 1984.

بھٹاچاریہ، سبیساچی، *مہاتما اینڈ دی پویٹ؛ لیٹرس اینڈ ڈبیٹس وبدن گاندھی اینڈ ٹیگور 1941-1915*، نیشنل بک ٹرسٹ، 1977.

بنگھم، تھومس ہینری، *د رول آف لا*، پینگوئن پریس، 2011.

برانچ، ٹیلر، *پارٹنگ دی واٹرس: امریکہ ان دی کنگ ایرس 1954-63*، سمن اینڈ سکوسٹر ، 1988.

برانچ، ٹیلر، *پلر آف فائر: امریکہ ان دی کنگ ایرس، 1963-65*، سمن اینڈ سکوسٹر ، 1998.

برانچ، ٹیلر، *ایٹ کینانز ایڈز : امریکہ ان دی کنگ ایرس، 1965-68*، سمن اینڈ سکوسٹر ، 2006.

براؤن، جوڈتھ ایم، *گاندھی'ز رائز ٹو پاور: انڈین پالٹکس 1915-1922*، کیمبرج یونیورسٹی پریس، 1972.

براین، ولیم جیننگس، *اسپیچیز آف ولیم جیننگس براین*، جلد 2، فنک اینڈ واگنالس، 1911.

بائڈ، روبرٹ سی، *دی سینیٹ آف دی رومن ریپلک، ایڈڑیسیز آن دی ہسٹری آف رومن کانسٹیٹیوشنلزم* گورنمنٹ پرنٹنگ آفس، 1995.

چودھری، سجیت، مادھو کھوسلا، اینڈ پرتاپ بھانو مہتہ، سمپادک، *دی آکسفورڈ ہینڈ بک آف دی انڈین کانسٹیٹیوشن*، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2016.

کلیٹن، رچرڈ اینڈ ٹاملنسن، ہیوز، *دی لا آف ہیومن رائٹس*، دوسرا ایڈیشن، 2 جلد، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2009.

کراس، ہیرولڈ ایل، *دی پیپلس رائٹ ٹو نو : لیگل ایکسیس ٹو پبلک رکارڈس اینڈ پروسیڈنگس*، کولمبیا یونیورسٹی پریس، 1953.

ڈرنٹن، روبرٹ، *سینسرس ایٹ ورک: ہاؤ اسٹیٹس شیپڈ لٹریچر*، ڈبلوڈبلو۔ نارٹن اینڈ کمپنی، 2014.

دیوجی، فیصل، *دی امپاسبل انڈین: گاندھی اینڈ دی ٹیمپٹیشن آف وایلینس*، ہ ہارورڈ یونیورسٹی پریس، 2012.

ڈیسیلوو، چارلس آر، *ایم-کے- گاندھی: اٹارنی ایٹ لا*، یونیورسٹی آف کیلیفورنیا پریس، 2013.

ڈوکے، جوسیف جے، *ایم-کے- گاندھی: انڈین پیٹریاٹ ان ساؤتھ افریقہ*، اکھل بھارت سرو سیوا سنگھ پرکاشن، 1909.

ہرزا، کائی لال، *اشوکا ایز ڈیپکٹیڈ ان ہز ایڈکٹس* منشیرام منوہرلال پبلشرس، 2007.

گاندھی، ایم۔ کے، *ہند سوراج: اے کریٹکل ایڈشن*، ، سریش شرما اور تردیب سوہرد، ایڈیٹرس، نوجیون ٹرسٹ، 1910، اورئینٹ بلیک سوان، 2010.

گاندھی، ایم۔ کے.، *ستیہ گرہ ان ساؤتھ افریقہ*، ایس گنیشن، 1928.

گاندھی، ایم کے.، *دی اسٹوری آف مائی ایکسپیرمینٹس ود ٹرتھ*، جلد 2، نوجیون پریس، 1927.

گاندھی، سونیا، سمپادک، *فریڈم’س ڈاوٹر: لیٹرس بٹوین اندرا گاندھی اینڈ جواہرلال نہرو 1922-1939*، ہڈّر اینڈ اسٹاگھٹن، 1989.

گھوش، انندیتا، *پاور ان پرنٹ: پاپولر پبلشنگ اینڈ دی پالٹکس آف لینگویز اینڈ کلچر ان اے کولونیل سوسائٹی* آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2006.

گوپال، سروپلی، *رادھاکرشنن : اے بایوگرافی*، انوین ہائمن، 1989.

ہافمیئر، اسابیل، *گاندھی’س پرنٹنگ پریس*، ہارورڈ یونیورسٹی پریس، 2013.

ہنٹ، جیمس ڈی، *گاندھی ان لندن*، نٹراج بکس (ترمیم شدہ ایڈیشن)، 1993.

ہاٹینبیک، رابرٹ اے، *گاندھی ان ساؤتھ افریقہ:رٹش امپیریلزم اینڈ دی انڈین کویشچن، 1860-1914*، کارنیل یونیورسٹی پریس، 1971.

جیفرسن، تھامس، *جیفرسن: رائٹنگس*، لائبریری آف امریکہ، 1984.

جانس، ایڈرین، *پائریسی: د انٹلیکچیل پراپرٹی وارس فروم گٹینبرگ ٹو گیٹس*، یونیورسٹی آف شکاگو پریس، 2010.

خورشید، سلمان، سنس آف بابر: *ب اے پلے ان سرچ آف انڈیا*، روپا اینڈ کو، 2008.

کلنگ، بلیئر بی، *دی بلیو میوٹنی*، فرما کے-ایل-ایم پرائیویٹ، 1977.

کلکرنی، سدھیندر، *میوزک آف دی اسپننگ وہیل*، امرائلس، 2012.

مادھوی، سندر، *فروم گڈس ٹو اے گڈ لائف: انٹیلیکچئل پراپرٹی اینڈ گلوبل جسٹس*، یل یونیورسٹی پریس، 2010.

منڈیلا، نیلسن، *لانگ واک ٹو فریڈم: دی آٹوبایوگرافی آف نیلسن منڈیلا*، بیک بے بکس، 1995.

ماشیلکر، رگھوناتھ، سن.، *ٹائملیسس انسپریٹر: ریلونگ گاندھی*، سکل پبلکیشنس، 2010.

مترا، دینبندھو، *نیل درپن آر دی انڈیگو پلانٹنگ مرر*، پچھم بنگ ناٹیہ اکیڈمی، 1997.

مکھرجی پروجیت بہاری، *ڈاکٹرنگ ٹریڈشنس: آیوروید، اسمال ٹیکنولوجیس اینڈ بریڈیڈ سائنسیز*، یو- آف شکاگو پریس. 2016.

مکھوپادھیائے، گریندرناتھ، *ہسٹری آف انڈین میڈیسن*، ، جلد 3، منشی رام منوہرلال، 1922، 2007 میں دوبارہ شائع کیا.

نانڈا، بی آر.، *نرس، موتیالل اور جوہرہرال*، جے ڈے کو، 1963.

نیشنل گاندھی میوزیم، *گاندھی-جی آن ہند سوراج اینڈ سیلیکٹ ویوز آف ادرس* نیشنل گاندھی میوزیم، 2009.

نوروجی، دادابھائی، *پوورٹی اینڈ ان-برٹش رول ان انڈیا*، سوان سونینسچین اینڈ کو، 1901.

نوریا، انل، *د ی افریقن ایلیمنٹ ان گاندھی*، نیشنل گاندھی میوزیم اینڈ گیان پبلشنگ ہاؤس، 2006.

نہرو، جواہرلال، *د ڈسکوری آف انڈیا*، وائکنگ، 2004.

نہرو، جواہرلال، *گلمپسیس آف ورلڈ ہسٹری*، وائکنگ، 2004.

رادھاکرشنن، سروپلی، سن.، *مہاتما گاندھی: ایسیز اینڈ رفلیکشنس آن ہز لائف اینڈ ورک*، جایکو پبلشنگ ہاؤس، 1994.

سندھیا، توتارام، *مائی ٹوینٹی-ون ایرس ان دی فجی آئلینڈ*، فجی میوزیم، 1991.

سنیال، شکل، : *ریوولیوشنری پمفلیٹس، پروپیگنڈا اینڈ پولیٹیکل کلچر ان کلونیل بنگال*، کیمبرج یونیورسٹی پریس، 2014.

سرکار، سمیت، *دی سودیشی مووومینٹ ان بنگال 1903-1908*، اورینٹ بلیک سوان، 2011.

سکیلمر، سین، *گاندھی ان دی ویسٹ: دی مہاتما اینڈ دی رائز آف ریڈکل پروٹیسٹ*، کیمبرج یونیورسٹی پریس، 2011.

شیاوون، ایلڈو *دی انوینشن آف لا ان دی ویسٹ*، بیلکنیپ ہارورڈ، 2012.

سیروائی، ایچ ایم.، *کانسٹیٹیوشنل لا آف انڈیا*، جلد 3، چوتھا ایڈیشن، یونیورسل لا پبلشنگ کو، 1991

سین، امارتیہ، *دی آرگومینٹیٹو انڈین: رائٹنگ آن انڈین ہسٹری، کلچر، اینڈ آئڈینٹیٹی*، فرار، اسٹراس اینڈ گروکس، 2005.

سین، امرتیہ، *دی آئڈیا آف جسٹس*، ہارورڈ یونیورسٹی پریس، 2009.

سین، امارتیا، *ڈیولپمینٹ ایز فریڈم*، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1999.

سیناپتی، فاکر موہن، *سکس ایکرس اینڈ اے تھرڈ*، بنیادی طور پر 1902میں شائع، انگریزی ترجمہ، یونیورسٹی آف کیلیفورنیا پریس، 2005.

سینگپتا، کویراج ناگیندرناتھ، *دی آیورویدک سسٹم آف میڈیسن*، جلد 2، لوگوس پریس، 1919.

شارپ، جین، *دی پاولٹیکس آف نانوایلینٹ ایکشن* جلد 3، پورٹر سارجنٹ، 1973.

شیوا، وندنا، *بایوپائرسی: دی پلنڈر آف نیچر اینڈ نالیج*، ساؤتھ اینڈ پریس، 1999.

شیوا، ونڈنا، *ہو ریلی فیڈس دی ورلڈ؟: دی فیلیرس آف ایگری بزنس اینڈ دی پرومس آف ایگروئکولواجی*، نارتھ اٹلانٹک بکس، 2016.

تلولکر، گووند، *گوپال کرشن گوکھلے: ہز لائف اینڈ ٹائمس*، روپا، 2006.

تھاپر، رومیلا، *اشوکا اینڈ دی ڈکلائن آف دی موریاز*، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 1999.

تھاپر، رومیلا، *دی پبلک انٹلیکچئل ان انڈیا*، ایلف، 2015.

تھرور، ششی، *این ایرا آف ڈارکنیس: دی برٹش ایمپائر ان انڈیا*، ایلف، 2016.

تھرور، ششی، *نہرو-دی انوینشن آف انڈیا*، پینگوئن، 2003.

تھوریو، ہینری ڈیوڈ، *کلیکٹیڈ ایسے اینڈ پوئیمس*، لائبریری آف امریکہ، 2001.

ترویدی، لیزا، کلوتھنگ گاندھی'س نیشن: *ہومسپن اینڈ ماڈرن انڈیا*، انڈیانا یونیورسٹی پریس، 2007.

وارنر، مائیکل، سن.، *امیریکن سرمنس: دی پلگرمس ٹو مارٹن لوتھر کنگ جونیئر*، لائبریری آف امریکہ، 1999.

واشنگٹن، جیمس ایم.، سن.، *اے ٹیسٹامینٹ آف ہوپ: دی ایسینسیل رائٹنگ آف مارٹن لوتھر کنگ*، ہارپر اینڈ رو، 1 99 1.

ویبر، تھومس، *آن دی سالٹ مارچ: دی ہسٹروریوگرافی آف مہاتما گاندھی'ز مارچ ٹو ڈنڈی*، روپا، 2009.

ووجاستک، ڈومینک، ایٹ. آل.، ایڈیٹرس، *میڈکل ٹیکسٹ اینڈ مینواسکرپٹس ان انڈین کلچرل ہسٹری*، منوہر، 2013.

کوچرب آشرم میں

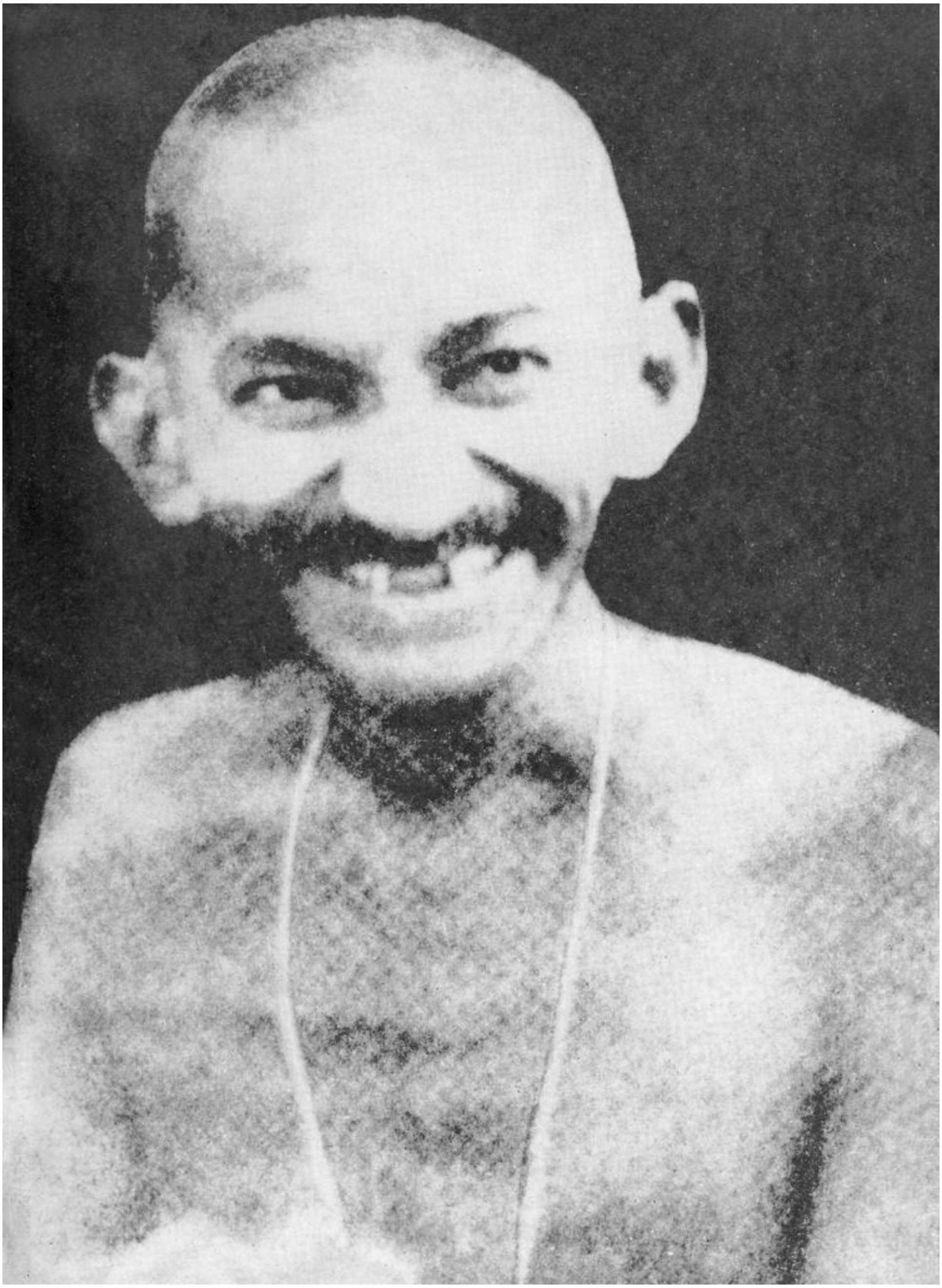

سی-ڈبلیو-ایم-جی، جلد 37 *(1928)*، فرنٹسپیس

سی،ڈبلیو-ایم-جی، جلد 13 (1917)، صفحہ368، کٹھیاواڑی پگڑی پہنے ہوئے

لنک کی فہرست

انٹرنیٹ آرکائیو، ہندوستان اور امریکہ میں علم تک رسائی
https://archive.org/details/A2KInIndiaAndAmerica

سیم پیٹرودا، ڈیجیٹل انڈیا
https://www.youtube.com/watch?v=sSGCLBt1juo

نیوما بینگلور میں ہیسگیک ایوینٹ
https://archive.org/details/in.hasgeek.2017.10.15.1

ہندوستان کی تصاویر
https://www.flickr.com/photos/publicresourceorg/collections/
/72157666804055474

ہندوستان کی پبلک لائبریری
https://archive.org/details/digitallibraryindia

ہند سوراج مجموعہ
https://archive.org/details/HindSwaraj

ہندوستان کے گجرات
https://archive.org/details/gazetteofindia

گلوبل پبلک سیفٹی کوڈ
https://archive.org/details/publicsafetycode

سیم پیتررودا
https://sampitroda.com/
@sampitroda

کارل مالامود
https://public.resource.org/
@carlmalamud

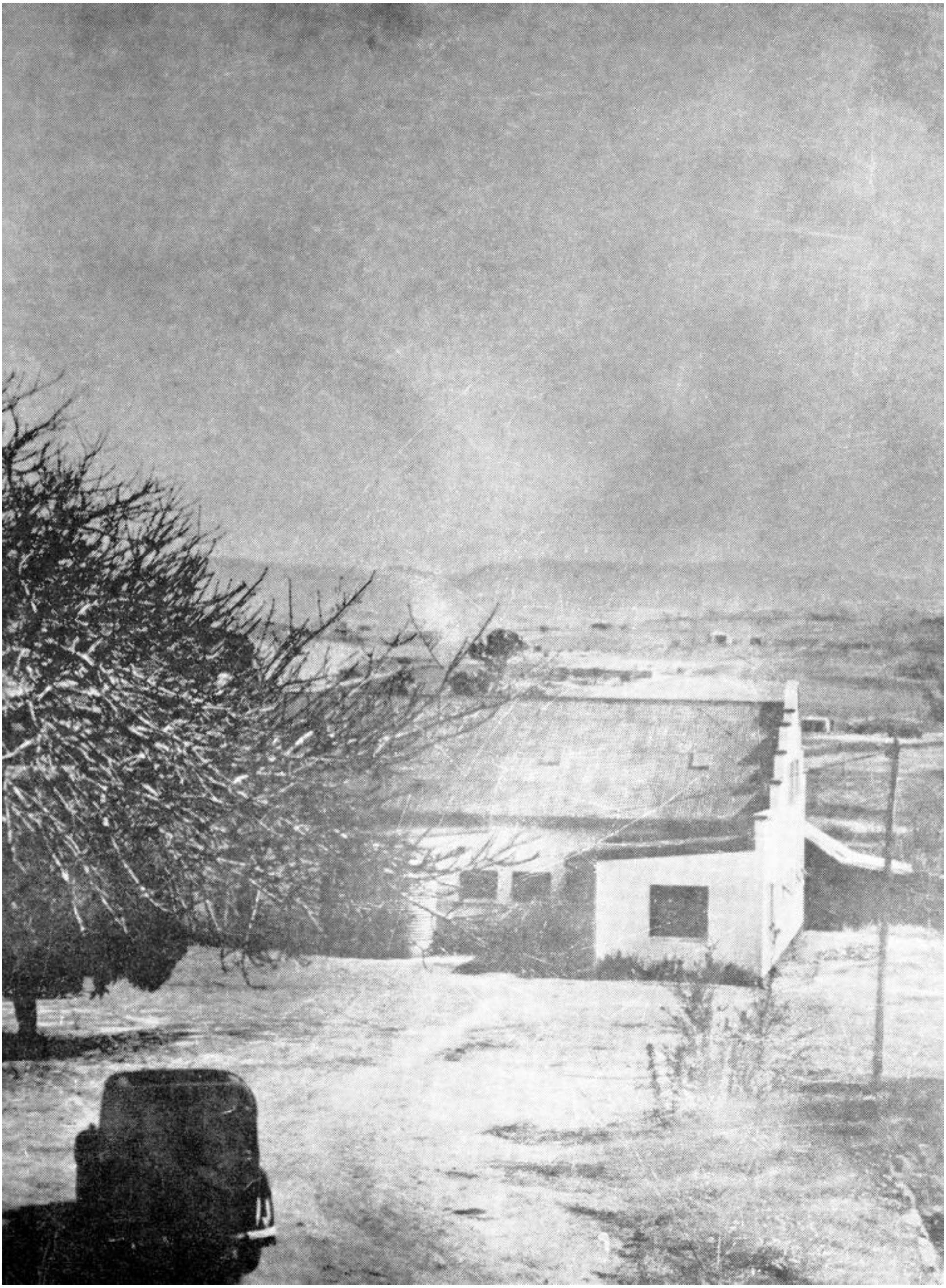

سی ڈبلیو ایم جی، جلد 96، فرنٹسپیس، انٹرنیشنل پرنٹنگ پریس، فینکس.

کوڈ سوارج شہری مزاحمت کی ایک جدید دن کی مہم کی کہانی ہے جو مہاتما گاندھی اور ان کے مہم جوئی ستیہ گرہ سے متاثر ہے، جس نے ہماری حکومتوں کی اپنے شہریوں سے بات کرنے کی نوعیت کو کس طرح سے تبدیل کر دیا ہے۔ علم تک آفاقی رسائی، جمہوریت سازی کی معلومات، اور علم کو مقبوضہ عملداری سے آزاد کرنے کے لئے ان کی تلاش میں، مالامد اور پیترودا نے ان گاندھیائی اقدار کو اپنے جدید عہد پر نافذ کرتے ہیں اور ہندوستان اور دنیا کے لئے تبدیلی کے لئے زبردست ایجنڈا پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سم پیترودا ہندوستان کے دو وزیر اعظم، راجیو گاندھی اور ڈاکٹر منموہن سنگھ کے دور حکومت میں کابینہ وزیر کی حیثیت سے مشیر تھے، اور 1980 کی دہائی میں ہندوستان کے ٹیلی مواصلات انقلاب کے لئے بڑے پیمانے پر کریڈٹ انہیں کوحاصل ہے۔ سم کے پاس پی ایچ ڈی کی 20 اعزاز ی ڈگریاں ہیں، جو پوری دنیا میں 100 پیٹنٹس کے قریب ہیں، اور 1960 ء میں پہلی ڈیجیٹل پی بی ایکسز بنانے میں مدد کی۔ وہ ایک سیریل کارانداز بھی ہیں جنھوں نے امریکہ میں کئی ٹیکنالوجی کمپنیوں کی تشکیل کی۔

کارل مالامد نے انٹرنیٹ پر پہلا ریڈیو اسٹیشن شروع کیا اور جدید امریکی اوپن حکومت تحریک پائینرز میں سے ایک ہے۔ کارل ایک غیر منافع بخش تنظیم Public.Resource.Org چلاتے ہیں، جس نے آزاد اور غیر محدود استعمال کے لئے لاکھوں صفحات پر سرکاری معلومات آن لائن کر رکھی ہے، جس میں کل 19،000 ہندوستانی معیار بھی شامل ہیں. وہ پچھلےآٹھ کتابوں کے مصنف ہیں.

کوئی حق محفوظ نہیں ہے

کی طرف سے شائع
PUBLIC.RESOURCE.ORG

ISBN 9781892628077
90000 >
9 781892 628077